اِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنۡكُمۡ ۟ وَلَا یَرۡضٰی لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ ۚ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا یَرۡضَهُ لَكُمۡ ؕ

اگر تم کفر کرو گے تو اللہ یقیناً تم سے بے پروا ہے، اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمھارے لیے پسند کرتا ہے،

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَیُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، پھر تمھیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے، تو وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کرتے رہے، بلاشبہ وہ

اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ⑦ وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡهِ ثُمَّ

سینوں کے راز خوب جانتا ہے ⑦ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارتا ہے، پھر جب وہ

اِذَا خَوَّلَهٗ نِعۡمَةً مِّنۡهُ نَسِیَ مَا كَانَ یَدۡعُوۡۤا اِلَیۡهِ مِنۡ قَبۡلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنۡدَادًا

اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس سے پہلے جس کے لیے دعا کیا کرتا تھا اسے بھول جاتا ہے، اور اللہ کے لیے شریک ٹھہراتا ہے تاکہ اس کے

لِّیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ؕ قُلۡ تَمَتَّعۡ بِكُفۡرِكَ قَلِیۡلًا ۖ٭ اِنَّكَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ⑧

راستے سے (لوگوں کو) بہکائے، آپ کہہ دیجیے: تو اپنے کفر کے ساتھ کچھ (دنیاوی) فائدہ اٹھالے، بلاشبہ تو دوزخیوں میں سے ہے ⑧

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ﴾ ”یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے۔“ جس نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کو وجود بخشا، تمھیں اور تمھارے باپ کو پیدا فرمایا، وہی پروردگار عالم ہے، ساری کائنات اسی کی ملکیت ہے اور اس میں اسی کا تصرف کارفرما ہے۔ ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ ﴾ ”اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ اس لیے صرف اسی وحدہ لاشریک کی عبادت ہونی چاہیے، ﴿ فَاَنّٰی تُصۡرَفُوۡنَ ⑥ ﴾ ”پھر تم کہاں پھیرے جاتے ہو؟“ یعنی پھر تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ تمھاری عقلیں کہاں چلی جاتی ہیں؟

تفسیر آیات: 8,7

اللہ کفر سے ناراض اور شکر سے راضی ہوتا ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے سوا تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿ اِنۡ تَكۡفُرُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیۡدٌ ○ ﴾ (إبراهيم 8:14) ”اگر تم اور وہ لوگ جو زمین میں ہیں، سب کے سب ناشکری کریں تو بے شک اللہ یقیناً بے نیاز (اور) نہایت قابلِ تعریف ہے۔“

اور صحیح مسلم میں ہے کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) [يَا عِبَادِي! لَوۡ أَنَّ أَوَّلَكُمۡ وَآخِرَكُمۡ وَإِنۡسَكُمۡ وَجِنَّكُمۡ، كَانُوا عَلٰى أَفۡجَرِ قَلۡبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنۡكُمۡ، مَّانَقَصَ ذٰلِكَ مِنۡ مُّلۡكِي شَيۡئًا] ”اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے اور انسان اور جن، تم میں سے سب سے زیادہ گناہ گار کے دل جیسے ہو جائیں گے تو اس سے میری بادشاہت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔“①

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا یَرۡضٰی لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ ۚ ﴾ ”اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا۔“ نہ وہ

① صحیح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث : 2577 عن أبي ذر رضی اللہ عنہ.

ناشکری کو پسند فرماتا ہے اور نہ اس کا حکم دیتا ہے۔ ﴿ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ﴾ ''اور اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمھارے لیے پسند کرتا ہے۔'' اسے تمھارے لیے پسند بھی کرے گا اور تمھیں اپنے فضل سے اور زیادہ بھی عطا فرمائے گا۔ ﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴾ ''اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔'' کوئی نفس کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا بلکہ ہر ایک سے اس کے اپنے بارے میں ہی پوچھا جائے گا، ﴿ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦ ﴾ ''پھر اپنے پروردگار کی طرف تمھارا لوٹنا ہے، پھر تم جو کچھ کرتے رہے وہ تمھیں بتائے گا، وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک کو جانتا ہے۔'' اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔

سختی میں اللہ کا ذکر اور کشادگی میں شرک: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ﴾ ''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو پکارتا ہے اس حال میں کہ اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔'' یعنی بوقت ضرورت وہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے سامنے عاجزی کرتا اور اس سے مدد مانگتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 17:67) ''اور جب تمھیں دریا میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو وہ سب اس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں جنھیں تم پکارتے ہو، پھر جب وہ تمھیں خشکی کی طرف نجات دیتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے ہی ناشکرا۔'' اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''پھر جب وہ اسے اپنی طرف سے (مہربانی کرتے ہوئے) کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اس سے پہلے جس (مصیبت) کے لیے پکارا کرتا تھا، اسے بھول جاتا ہے۔'' یعنی آسودگی اور خوش حالی کے دور میں اپنی التجا و فریاد کو بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ﴾ (یونس 10:12) ''اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر یا بیٹھا یا کھڑا (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو اس طرح گزر جاتا ہے کہ گویا اس نے کسی تکلیف کی طرف جو اسے پہنچی ہو، ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ ''اور اللہ کے لیے کئی شریک بنا لیتا ہے تاکہ (لوگوں کو) اس کے رستے سے گمراہ کرے۔'' یعنی عافیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور اس کے لیے شریک بنانا شروع کر دیتا ہے۔ ﴿ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ⑧ ﴾ ''کہہ دیجیے: (اے کافر نعمت!) اپنی ناشکری کے ساتھ تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، بے شک تو دوزخیوں میں سے ہے۔'' یعنی جس کی یہ حالت اور یہ طریقہ و مسلک ہو، اس سے کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، یہ بہت شدید سرزنش اور زبردست وعید ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝ ﴾ (ابرٰھیم 14:30) ''کہہ دیجیے: (چند روز) فائدہ اٹھا لو، پس بے شک تمھارا

اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ

کیا (یہ مشرک بہتر ہے یا وہ) جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے اور قیام کرتے ہوئے عبادت و فرماں برداری کرتا ہے، جبکہ وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے رب

هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ⑨ ع 1/9 15

کی رحمت کی امید بھی رکھتا ہے؟ کہہ دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے ہیں؟ بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں ⑨

لوٹنا دوزخ کی طرف ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمۡ قَلِيۡلًا ثُمَّ نَضۡطَرُّهُمۡ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ○﴾ (لقمٰن 31:24) ''ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ دیں گے، پھر انھیں سخت عذاب کی طرف دھکیلیں گے۔''

تفسیر آیت:9

فرماں بردار و نافرمان برابر نہیں: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس کی یہ صفت ہو (کہ وہ شخص جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرتا ہے) کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اور اس کے شریک بنائے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کبھی برابر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَيۡسُوۡا سَوَآءً ؕ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتۡلُوۡنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَهُمۡ يَسۡجُدُوۡنَ ○﴾ (ال عمرٰن 3:113) ''وہ سب ایک جیسے نہیں، اہل کتاب میں سے ایک جماعت (اللہ کے حکم پر) قائم ہے جو رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں پڑھتے اور (اس کے آگے) وہ سجدہ کرتے ہیں۔'' اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا ﴾ ''(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے عبادت کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے سجدوں اور قیام کی حالت میں خشوع و خضوع کا اظہار کرتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ قانت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرماں بردار ہو۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، سدی اور ابن زید کا قول ہے کہ ﴿ اٰنَآءَ الَّيۡلِ ﴾ سے مراد ''آدھی رات'' ہے۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ ﴾ ''وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے۔'' یعنی عبادت کی حالت میں وہ ڈرتا بھی ہے اور اُمید بھی رکھتا ہے اور عبادت میں ان دونوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے، لیکن زندگی میں خوف ہی غالب ہونا چاہیے، اس لیے فرمایا: ﴿ يَحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ ﴾ ''وہ آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے۔'' موت کے وقت اُمید کا پہلو غالب ہونا چاہیے جیسا کہ امام عبد بن حمید نے اپنی ''مسند'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے شخص کے پاس تشریف لے گئے جو موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا: [كَيْفَ تَجِدُكَ؟] ''تم خود کو کیسا محسوس کرتے ہو؟'' اس نے عرض کی: میں اُمید بھی رکھتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا

① المعجم الكبير للطبراني: 60/10، حديث: 9948 . ② الأحاديث المختارة للمقدسي: 20/10 وتفسير القرطبي: 239/15 .

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ

کہہ دیجیے: اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈرو، جنھوں نے اس دنیا میں اچھے عمل کیے ان کے لیے بھلائی ہے،

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ

اور اللہ کی زمین وسیع ہے، بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر بے حساب دیا جائے گا ⑩ آپ کہہ دیجیے: بے شک مجھے حکم دیا گیا

اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑪ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫

ہے کہ میں اللہ کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کروں ⑪ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا مسلمان بن جاؤں ⑫

أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُو، وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ] ''اس جیسے موقع پر جس شخص کے دل میں بھی یہ دونوں باتیں جمع ہوں تو اللہ عزوجل اسے وہ چیز عطا فرما دیتا ہے جس کی وہ امید رکھتا ہو اور اس چیز سے اسے امن عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہو۔''① اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے، امام نسائی نے عمل الیوم واللیلة میں اور امام ابن ماجہ نے اسے بروایت سیّار بن حاتم از جعفر بن سلیمان روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے۔②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ قَرَأَ بِمِائَةِ آيَةٍ فِي لَيْلَةٍ كُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَيْلَةٍ] ''جو شخص رات کو ایک سو آیت پڑھے تو اس کے لیے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے۔''③ امام نسائی نے عمل الیوم واللیلة میں بھی اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے۔④ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ﴾ ''کہہ دیجیے: بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟'' یعنی کیا یہ شخص اور وہ جس کا پہلے ذکر ہوا برابر ہو سکتے ہیں، یعنی راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے والا اور اس کے رستے سے گمراہ کرنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ ﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑨﴾ ''بے شک نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقل مند ہیں۔'' یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں میں فرق کو صرف وہی شخص معلوم کر سکتا ہے جس میں عقل ہو۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:10-12

تقویٰ، ہجرت اور اخلاصِ عبادت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی اطاعت و تقویٰ پر رہنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ﴾ ''کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو، تم اپنے پروردگار سے ڈرو، جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لیے بھلائی ہے۔'' یعنی

① مسند عبد بن حميد، ص: 404، حديث: 1370 (C.D). ② جامع الترمذي، الجنائز، باب [الرجاء بالله والخوف بالذنب......]، حديث: 983 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب مايقول المريض إذا قيل له: كيف تجدك؟ 262/6، حديث: 10901 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الموت والاستعداد له، حديث: 4261.
③ مسند أحمد: 103/4. ④ السنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب ثواب من قرأ مائة آية في ليلة: 180/6، حديث: 10553.

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ

کہہ دیجیے: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً مجھے بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈر لگتا ہے⑬ کہہ دیجیے: میں اللہ کے لیے اپنی

مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ

بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرتا ہوں⑭ تو تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، کہہ دیجیے: بلاشبہ خسارہ اٹھانے والے تو وہ

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑮

لوگ ہیں جنھوں نے روز قیامت اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا، خبردار! یہی کھلا خسارہ ہے⑮ ان کے لیے ان کے اوپر

لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ

آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی آگ کے) سائبان ہوں گے، یہی وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، لہٰذا

بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ⑯

اے میرے بندو! تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو⑯

جنھوں نے اس دنیا کی زندگی میں اچھا عمل کیا، ان کے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے۔ ﴿ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ ﴾ ''اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔'' مجاہد کہتے ہیں: تم اس میں ہجرت کرو، جہاد کرو اور بتوں سے علیحدگی اختیار کرو۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑩ ﴾ ''صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے شمار ملے گا۔'' امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں ناپ تول کر اجر و ثواب نہیں دیا جائے گا بلکہ انھیں بے حد وحساب اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔[2] سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں جنت میں بے شمار ثواب دیا جائے گا۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ⑪ ﴾ ''کہہ دیجیے: بے شک میں حکم دیا گیا ہوں کہ میں بندگی کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کروں۔'' یعنی مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اخلاص کے ساتھ اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے عبادت کروں۔ ﴿ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑫ ﴾ ''اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔''

تفسیر آیات:13-16

اللہ کے عذاب سے ڈر: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں، اس کے باوجود کہہ دیں: ﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑬ ﴾ ''اگر میں اپنے پروردگار کا حکم نہ مانوں تو یقیناً میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' بڑے دن سے مراد قیامت کا دن ہے، یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کے معنی میں دوسرے سے بطریق اولیٰ تعریض ہے، یعنی اپنے رب کا حکم نہ ماننے کی صورت میں مجھے روز قیامت کے عذاب سے ڈر لگتا ہے تو میرے سوا دوسرے لوگوں کو اس صورت میں بالاولیٰ عذابِ الٰہی سے ڈرنا چاہیے، ﴿ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ⑭ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ ﴾ ''کہہ

[1] تفسیر الطبری: 242/23. [2] تفسیر القرطبی: 241/15 عن قتادہ. [3] تفسیر الطبری: 242/23.

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ج

اور جو لوگ طاغوت کی عبادت کرنے سے بچے رہے، اور انھوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا، ان کے لیے بشارت ہے، لہٰذا آپ

فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿17﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ط اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

میرے (ان) بندوں کو بشارت دے دیں ﴿17﴾ جو غور سے بات سنتے ہیں، اور اس میں سے سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں جنھیں

هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿18﴾

اللہ نے ہدایت دی، اور وہی لوگ عقل والے ہیں ﴿18﴾

دیں کہ میں اپنی بندگی کو اس کے لیے (شرک سے) خالص کرتے ہوئے اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں تو تم اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو۔'' یہ مشرکین کے لیے سرزنش اور ان سے اظہارِ براءت ہے۔ ﴿ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ ﴾ ''کہہ دیں کہ بلاشبہ خسارہ اُٹھانے والے۔'' یعنی سارے کا سارا نقصان اُٹھانے والے، ﴿ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط ﴾ ''وہی لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان میں ڈالا'' اور اب وہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے ہیں اور ان کی کبھی بھی آپس میں ملاقات نہ ہو سکے گی، خواہ یہ صورت ہو کہ ان کے گھر والے جنت میں گئے ہوں اور وہ جہنم میں یا وہ سب کے سب جہنم رسید ہو گئے ہوں، اب وہ کبھی بھی نہ آپس میں مل جل سکیں گے اور نہ انھیں کبھی کوئی خوشی حاصل ہو گی۔ ﴿ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿15﴾ ﴾ ''خبردار! یہی صریح نقصان ہے۔'' یعنی یہ صریح، واضح اور کھلم کھلا نقصان ہے، پھر جہنم میں ان کی حالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ط ﴾ ''اُن کے لیے ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے (بھی) سائبان ہوں گے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ط وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○ ﴾ (الأعراف 7:41) ''ان (لوگوں) کے لیے (نیچے) بچھونا بھی (آتشِ) جہنم کا ہو گا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (اسی کا) اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (العنکبوت 29: 55) ''اس دن اُن کو عذاب اُن کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا اور وہ (اللہ) فرمائے گا: جو تم عمل کیا کرتے تھے (اب اُن کا مزہ) چکھو۔''

اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ط ﴾ ''یہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس جہان کی خبریں یقیناً اس لیے بیان فرماتا ہے تاکہ اس سے اپنے بندوں کو ڈرائے تاکہ وہ حرام اور گناہ کے کاموں سے باز آ جائیں۔ ﴿ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿16﴾ ﴾ ''(تو) اے میرے بندو! پس تم مجھی سے ڈرو۔'' یعنی میری گرفت، میری سزا اور میرے عذاب سے ڈرتے رہو۔

تفسیر آیات: 18,17

نیک لوگوں کے لیے بشارت: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ: ﴿ وَالَّذِيْنَ

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ⑲ لٰكِنِ الَّذِيْنَ

کیا پھر جس شخص پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی ہو تو (اے نبی!) کیا آپ اسے چھڑا لیں گے جو آگ (دوزخ) میں ہے؟ ⑲ لیکن جو لوگ

اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ

اپنے رب سے ڈر گئے ان کے لیے بالا خانے ہیں، ان کے اوپر (اور) بالا خانے بنے ہوئے ہیں، جبکہ ان کے نیچے نہریں جاری ہیں،

وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ⑳

(یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا⑳

﴿ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا ﴾ ''اور جنھوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ اس کی عبادت کریں۔'' زید بن عمرو بن نفیل، ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ① لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ انھیں اور ان کے علاوہ ان سب لوگوں کو بھی شامل ہے جو بتوں کی عبادت سے اجتناب کریں اور رحمان کی عبادت کو اختیار کریں، انھی لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت کی زندگی میں بشارت ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَبَشِّرْ عِبَادِ ⑰ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ ﴾ ''پس آپ میرے ان بندوں کو بشارت (سنا) دیں جو بات کو سنتے اور ان میں سے اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔'' یعنی اچھی باتوں کو سمجھتے اور ان کے مطابق عمل کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرتے وقت فرمایا تھا: ﴿ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ ﴾ (الأعراف 145:7) ''پس تو اسے زور سے پکڑ اور اپنی قوم کو حکم دے کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑیں۔''

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی۔'' یعنی اسی صفت سے متصف وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں ہدایت عطا فرمائی ہے، ﴿ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ⑱ ﴾ ''اور یہی عقل والے ہیں۔'' یعنی جن کی عقل صحیح اور فطرت مستقیم ہے۔

تفسیر آیات: 20,19

جنت کے بالا خانے کیسے لوگوں کے منتظر ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہو کہ وہ بد بخت ہے تو کیا تم اسے ضلالت و ہلاکت سے بچا سکتے ہو؟ اللہ تعالیٰ کے بعد اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا کیونکہ جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند بندوں کے لیے فرمایا ہے کہ ان کے لیے جنت میں عظیم الشان محلات ہوں گے ﴿ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ ﴾ ''جن کے اوپر بالا خانے بنائے ہوئے ہیں۔'' بالا خانوں کے اوپر بالا خانے ہیں جو بہت مضبوط و مستحکم، آراستہ و پیراستہ اور بلند و بالا ہیں۔ عبداللہ بن امام احمد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَغُرَفًا يُّرٰى بُطُونُهَا مِنْ ظُهُورِهَا وَظُهُورُهَا مِنْ بُطُونِهَا، فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَّارَسُولَ اللّٰهِ! لِمَنْ هِيَ؟ قَالَ:

① تفسیر الطبری: 246/23.

لِمَنْ أَطَابَ الْكَلَامَ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَصَلّٰى لِلّٰهِ بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ] ”بے شک جنت میں ایسے بالا خانے ہیں کہ ان کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے دیکھا جا سکتا ہے، ایک اعرابی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) یہ بالا خانے کن لوگوں کے لیے ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے جو پاکیزہ گفتگو کرے، کھانا کھلائے اور رات کو اس وقت اللہ کے لیے نماز پڑھے جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔“ ① اور اسے امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔ ②

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ الْغُرْفَةَ فِي الْجَنَّةِ، كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاءِ] ”اہل جنت، جنت میں بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسا کہ تم آسمان پر ستارہ دیکھتے ہو۔“ انھوں (ابوحازم سلمہ بن دینار الاعرج) نے کہا کہ میں نے یہ حدیث نعمان بن ابوعیاش سے بیان کی تو انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو (یوں) بیان کرتے ہوئے سنا: [كَمَا تَرَاءَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ فِي الْأُفُقِ الشَّرْقِيِّ أَوِالْغَرْبِيِّ] ”جیسے تم مشرقی یا مغربی افق پر ٹمٹماتے ستارے کو دیکھتے ہو۔“ ③ اسے امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ④

اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے فزارہ نے بیان کیا، انھوں نے کہا کہ مجھے فلیح نے ہلال بن علی سے، انھوں نے عطاء بن یسار سے اور انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءَوْنَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَرَاءَوْنَ، أَوْ تَرَوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَارِبَ فِي الْأُفُقِ وَالطَّالِعَ فِي تَفَاضُلِ الدَّرَجَاتِ، قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! أُولٰئِكَ النَّبِيُّونَ؟ قَالَ: بَلٰى، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! وَأَقْوَامٌ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوا الْمُرْسَلِينَ] ”اہلِ جنت، جنت میں (بالا خانوں والوں کو) اس طرح دیکھیں گے جیسے تم افق میں طلوع و غروب ہونے والے چمک دار ستارے کو دیکھتے ہو، یعنی اہل درجات میں فرق اس طرح ہوگا (جیسے زمین سے آسمان تک کا فرق ہے) صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا وہ انبیاء ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور انھوں نے پیغمبروں کی تصدیق کی۔“ ⑤ اسے امام ترمذی نے روایت کیا اور حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ⑥

اور فرمایا: ﴿ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ ”(اور) ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔“ یعنی جس طرح وہ چاہیں اور ارادہ

① مسند أحمد :156/1. ② جامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في صفة غرف الجنة، حديث :2527، البتہ ترمذی کے مطبوعہ نسخوں میں حسن غریب کے بجائے صرف غریب ہے۔ ③ مسند أحمد :340/5. ④ صحيح البخاري، الرقاق، باب صفة الجنة والنار، حديث 6556,6555 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب ترائي أهل الجنة......، حديث: 2831,2830. ⑤ مسند أحمد :339/2. ⑥ جامع الترمذي، صفة الجنة، باب ماجاء في ترائي أهل الجنة في الغرف، حديث :2556.

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اسے زمینی چشموں سے جاری کیا، پھر وہ اس کے ذریعے سے کھیتی نکالتا ہے،

زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ

جبکہ اس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں، پھر وہ (پک کر) خشک ہو جاتی ہے، آپ اسے زرد ہوئی دیکھتے ہیں، پھر وہ اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں

ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿21﴾ ع اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی 2 ع 12 16

عقل والوں کے لیے نصیحت ہے ﴿21﴾ کیا پھر جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، اور وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی پر ہے، (وہ سخت

نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿22﴾

اور تنگ دل کافر کے برابر ہو سکتا ہے؟) چنانچہ ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد کے معاملے میں سخت ہیں، وہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں ﴿22﴾

کریں گے ان بلند و بالا محلات کے درمیان نہریں بھی رواں دواں ہوں گی۔ ﴿ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿20﴾ ﴾ ''(یہ) اللہ کا وعدہ ہے (اور) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔'' یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ ہے جو اس نے اپنے مومن بندوں سے فرمایا ہے۔

تفسیر آیات: 22,21

دنیاوی زندگی کی مثال: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ پانی کا اصل منبع آسمان ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿48﴾ ﴾ (الفرقان 25:48) ''اور ہم نے آسمان سے پاک (اور ستھرا) پانی برسایا۔''

جب وہ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے تو وہ پانی زمین میں چھپ جاتا ہے، پھر زمین کے اجزاء کے اندر اللہ تعالیٰ اس پانی میں جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے اور ضروریات کے مطابق اس سے چھوٹے اور بڑے چشمے جاری فرما دیتا ہے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِی الْاَرْضِ ﴾ ''پھر اسے زمین میں چشمے بنا کر چلایا۔'' سعید بن جبیر اور عامر شعبی نے کہا ہے کہ زمین کے ہر پانی کا اصل سرچشمہ آسمان ہی ہے۔[1] اور سعید بن جبیر نے یہ بھی کہا ہے کہ پانی کا اصل برف ہے، یعنی وہ برف جو پہاڑوں پر گرتی ہے، پھر پہاڑوں کے اندر جا کر قرار پکڑ لیتی ہے اور انھی پہاڑوں کے نیچے کے حصوں سے پانی کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔[2] ﴿ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ﴾ ''پھر وہ اس سے کھیتی اُگاتا ہے جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں۔'' یعنی پھر وہ آسمان سے نازل ہونے والے اور زمین میں چشموں کی صورت میں جاری ہونے والے پانی کے ساتھ رنگ رنگ کی کھیتی اُگاتا ہے جس کی شکلیں، ذائقے، خوشبوئیں اور منافع مختلف ہوتے ہیں، ﴿ ثُمَّ يَهِيْجُ ﴾ ''پھر وہ خشک ہو جاتی ہے۔'' یعنی سرسبزی و شادابی اور جوانی کے بعد وہ مرجھانے لگتی ہے، ﴿ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ﴾ ''تو آپ اسے زرد شدہ دیکھتے ہیں'' اور اس میں خشکی پیدا ہو رہی ہوتی ہے، ﴿ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ ﴾ ''پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔'' یعنی وہ خشک ہو کر ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿21﴾ ﴾ ''بے شک اس میں

[1] تفسیر الطبری: 247/23. [2] تفسیر الطبری: 265/26.

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ

اللہ نے بہترین کلام نازل کیا جو ایک کتاب ہے باہم ملتی جلتی، بار بار دہرائی جانے والی، جس سے ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے

رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِيۡ بِهٖ مَنۡ

رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی جلدیں اور ان کے دل اللہ کی یاد کی طرف نرم (ہو کر مائل) ہو جاتے ہیں، یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس کے ذریعے سے

يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿23﴾

جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ﴿23﴾

عقل والوں کے لیے نصیحت ہے۔" یعنی ان لوگوں کے لیے جو اس سے نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا بھی اس کھیتی کی طرح سرسبز و شاداب اور حسین و جمیل ہوتی ہے، پھر بدصورت بڑھیا کی طرح ہو جاتی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ جوانِ رعنا بڑا ہو کر کمزور اور شیخ فانی بن جاتا ہے، پھر ان سارے حالات کے بعد موت بھی ہے۔ سعادت مند وہ ہے جسے موت کے بعد خیر و بھلائی نصیب ہو۔ قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی طرح بیان کی ہے جسے وہ آسمان سے نازل فرماتا، اس کے ساتھ فصلیں اور پھل اُگاتا، پھر انھیں چورا چورا کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ مُّقۡتَدِرًا ﴾ (الکہف 45:18) "اور اُن کے لیے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجیے (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مل گئی (زمین کی پود گھنی ہو گئی)، پھر وہ چورا چورا ہو گئی کہ ہوائیں اُسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

اہل حق اور اہل باطل برابر نہیں: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ﴾ "بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو پس وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو (تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہو سکتا ہے؟)" یعنی کیا وہ اور وہ شخص جو سخت دل اور حق سے دور ہو، برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَوَمَنۡ كَانَ مَيۡتًا فَاَحۡيَيۡنٰهُ وَجَعَلۡنَا لَهٗ نُوۡرًا يَّمۡشِيۡ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنۡ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيۡسَ بِخَارِجٍ مِّنۡهَا ؕ ﴾ (الأنعام 122:6) "بھلا جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی کر دی جس کے ذریعے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اُس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے (اور) وہ اس سے نکلنے والا ہی نہیں۔"

اور اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ﴾ "پس اُن کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہیں۔" اس کے ذکر سے نرم نہیں ہوتے، نہ اس کے سامنے جھکتے ہیں، نہ کچھ یاد رکھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں۔

﴿ اُولٰٓئِكَ فِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿22﴾ ﴾ "یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔"

تفسیر آیت: 23

قرآن مجید کی تعریف: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن عظیم کی، جسے اس نے اپنے رسول کریم ﷺ پر نازل کیا، تعریف

کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ﴾ ”اللہ نے نہایت اچھی بات نازل فرمائی ہے (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں) باہم ملتی جلتی (ہیں اور) بار بار دہرائی جاتی ہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ سارے کا سارا قرآن باہم ملتا جلتا اور بار بار دہرایا جاتا ہے۔[1] اور قتادہ کہتے ہیں کہ آیت آیت سے اور حرف حرف سے ملتا جلتا ہے۔[2] اور ضحاک کہتے ہیں کہ مثانی سے مراد ایک بات کو بار بار دہرانا ہے تاکہ لوگ اپنے رب کے فرمان کو سمجھ جائیں۔[3] عکرمہ اور حسن نے کہا کہ اس میں اللہ نے فیصلے کو دہرایا ہے۔[4] اور حسن نے یہ بھی کہا کہ سورت میں ایک آیت ہوتی ہے، پھر کسی دوسری سورت میں بھی اس سے ملتی جلتی کوئی آیت ہوتی ہے۔[5] اور سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ مَّثَانِيَ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید کا ایک حصہ دوسرے سے ملتا جلتا اور مشابہت رکھتا ہے۔[6] بعض علماء نے کہا ہے اور امام سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ بسا اوقات قرآن مجید کے مختلف سیاق ایک ہی معنی میں ہوتے ہیں تو یہ متشابہ ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ ایک چیز ذکر کی جاتی ہے تو ساتھ ہی اس کی ضد بھی ذکر کر دی جاتی ہے، مثلاً: مومنوں کا ذکر ہوا تو پھر اس کے بعد کافروں کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے، جنت کی صفت بیان کی جاتی ہے تو ساتھ ہی جہنم کی ہولناکی بھی بیان کر دی جاتی ہے۔ الغرض اس طرح مختلف اور متضاد چیزوں کو بیان کیا جاتا ہے تو یہ ﴿ مَّثَانِيَ ﴾ ہے، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ ﴾ (الانفطار 82:13,14) ”بے شک نیکوکار نعمت (والی بہشت) میں ہوں گے اور یقیناً بدکار بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔“

اور فرمایا: ﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ ﴾ (المطففین 83:7-18) ”ہرگز نہیں! یقیناً بدکاروں کا نامۂ اعمال البتہ سجین میں ہے، اور آپ کو کس چیز نے معلوم کروایا کہ سجین کیا ہے۔ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے (یعنی) جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اس کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے نکل جانے والا، گناہ گار ہے، جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے (یہ تو) اگلے لوگوں کے افسانے ہیں، ہرگز نہیں! بلکہ جو وہ (اعمال بد) کماتے ہیں اس نے اُن کے دلوں پر زنگ لگا دیا ہے، ہرگز نہیں! بے شک یہ لوگ اُس روز اپنے پروردگار (کے دیدار) سے روک دیے جائیں گے، پھر بلاشبہ وہ دوزخ میں جا داخل ہوں گے، پھر (اُن سے) کہا جائے گا کہ یہ وہی چیز ہے جسے تم جھٹلاتے تھے، ہرگز نہیں! یقیناً نیکوکاروں کا نامۂ اعمال البتہ علیین (بہت ہی اونچے لوگوں کے دفتر) میں ہے۔“

اور فرمایا: ﴿ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ

---

[1] تفسیر الطبری: 250/23. [2] تفسیر الطبری: 249/23. [3] تفسیر الطبری: 76/14 مختصرًا. [4] تفسیر الطبری: 249/23. [5] تفسیر الطبری: 249/23. [6] تفسیر الطبری: 249/23 و الدر المنثور: 610/5.

فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ۝ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ۝ هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ ﴾ (صٓ 38:49-55) ''یہ نصیحت ہے اور یقیناً پرہیز گاروں کے لیے تو عمدہ مقام ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے، اُن میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور (کھانے پینے کے لیے) بہت سے پھل اور شراب منگواتے رہیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ رکھنے والی (اور) ہم عمر (عورتیں) ہوں گی، یہ وہ (جزا) ہے جس کا حساب کے دن کے لیے تم وعدہ دیے جاتے تھے، بے شک یہ البتہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا، یہ (نعمتیں تو فرماں برداروں کے لیے ہیں) اور بلا شبہ سرکشوں کے لیے البتہ برا ٹھکانا ہے۔''

اور اس طرح کے دیگر بہت سے سیاق، یہ سب کچھ ﴿ مَّثَانِيَ ﴾ کی مثالیں ہیں۔ یعنی وہ آیات جن کے الگ الگ معنی ہوں اور جب تمام سیاق ایک معنی میں ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے ہوں تو وہ متشابہ ہے اور یاد رہے اس سے وہ متشابہ مراد نہیں جس کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے: ﴿ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ﴾ (آل عمرٰن 3:7) ''جس کی بعض آیتیں محکم (واضح) ہیں (اور) وہی اصل کتاب ہیں اور (کچھ) دوسری متشابہ ہیں۔'' اس آیت کریمہ میں متشابہ کا لفظ کسی اور معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ﴾ ''اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔'' یہ نیکوکار لوگوں کی صفت ہے کہ وہ جب اللہ جبار، نگہبان، غالب اور بخشنہار کے کلام کو سنتے ہیں اور جب وہ اس پاک کلام میں وعد و وعید اور خوف و سرزنش کو سنتے ہیں تو خوف و خشیت کے باعث ان کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ﴿ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ﴾ ''پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کے ذکر کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔'' کیونکہ وہ اس کی رحمت اور اس کے لطف و کرم کے اُمیدوار ہوتے ہیں اور بدکار لوگوں سے یہ کئی طرح سے مختلف ہوتے ہیں، مثلاً:

(1) یہ لوگ آیات کی تلاوت کو سنتے ہیں اور وہ شعر و شاعری نغمات اور مغنیوں کی آواز سنتے ہیں۔

(2) انھیں جب رحمان کی آیات سنائی جاتی ہیں تو یہ ادب، خشیت، اُمید، محبت، فہم اور علم کے ساتھ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے روتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ ﴾ (الأنفال 8:2-4) ''یقیناً مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیات پڑھی جائیں تو ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسا کرتے ہیں (اور) وہ جو نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں، یہی لوگ سچے مومن ہیں (اور) ان کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں

اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ

کیا پھر جو شخص روز قیامت برے عذاب سے اپنے چہرے (کی ڈھال) کے ذریعے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے (وہ جنتی کے برابر ہوسکتا ہے؟) اور ظالموں

تَكْسِبُوْنَ ﴿24﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿25﴾

سے کہا جائے گا: تم (اس کا مزہ) چکھو جو تم کماتے تھے ﴿24﴾ جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے (دین حق کو) جھٹلایا تو ان پر ایسی جگہ سے عذاب آیا جس کا

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿26﴾

انھیں گمان تک نہ تھا ﴿25﴾ چنانچہ اللہ نے انھیں دنیاوی زندگی میں رسوائی چکھائی، اور آخرت کا عذاب تو یقیناً بہت بڑا ہے، کاش! وہ جانتے ہوتے ﴿26﴾

(بڑے بڑے) درجے اور بخشش اور عزت کی روزی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:73) ''اور وہ کہ جب انھیں ان کے پروردگار کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جائے تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں۔)'' یعنی آیات الٰہی کے سننے کے وقت وہ غافل اور لا پروا نہیں ہوتے بلکہ انھیں توجہ اور دھیان سے سنتے، انھیں سمجھتے اور ان کے معانی پر تدبر کرنے کی کوشش کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ ان (آیات) کے مطابق عمل کرتے ہیں، جہالت اور محض دوسروں کی متابعت کی وجہ سے نہیں بلکہ انھیں سن کر اور سمجھ کر علیٰ وجہ البصیرت اپنے رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

(3) وہ آیاتِ الٰہی کی سماعت کے وقت ادب کو اختیار کرتے ہیں جیسا کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تلاوت سنتے تو اس سے ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے نرم ہو جایا کرتے تھے، وہ اس موقع پر نہ تو شور و غوغا کرتے اور نہ تکلف اور تصنع سے ایسی بات کو ظاہر کرتے جو حقیقت میں ان میں موجود نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ ایسے ثبات و سکون اور ادب و خشیت کا اظہار فرماتے کہ کوئی اور اس معاملہ میں ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا، اسی لیے رب تعالیٰ نے ان کی تعریفیں کیں اور وہ دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

امام عبدالرزاق نے معمر کے حوالے سے روایت بیان کی ہے کہ امام قتادہ رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت کی: ﴿ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اس سے ان لوگوں کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور دل اللہ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں۔'' اور کہا کہ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے، اللہ عز و جل نے ان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان کی کھالوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ صفت بیان نہیں فرمائی کہ آیات سن کر ان کی عقلیں ماؤف ہو جاتی ہیں اور وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں، یہ اہل بدعت کی نشانی ہے اور یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔[1]

[1] تفسیر عبدالرزاق: 130/3، رقم: 2626.

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ ﴾ ''یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' یعنی یہ اس شخص کی صفت ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اور جس کا طرز عمل اس کے خلاف ہو تو وہ ان لوگوں میں سے ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا۔ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ ﴾ ''اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

تفسیر آیات: 26-24

تکذیب کرنے والوں کا انجام: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ﴾ ''بھلا جو شخص قیامت کے دن اپنے چہرے (کی ڈھال) سے (اپنے آپ کو) برے عذاب سے بچاتا ہے'' اسے اور اس جیسے ظالموں سے کہا جائے گا: ﴿ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ ﴾ ''تم (اس کا مزہ) چکھو جو تم کماتے تھے'' کیا وہ ویسا ہو سکتا ہے جو قیامت کے دن امن و چین میں ہو؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (الملك 22:67) ''تو کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل الٹا ہو کر چلتا ہے، وہ زیادہ ہدایت والا ہے یا وہ جو درست رستے پر سیدھا چلتا ہے؟'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ ﴾ (القمر 54:48) ''جس روز وہ اپنے چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (کہا جائے گا:) تم آگ کی تکلیف (کا مزہ) چکھو۔'' اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:40) ''بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن و امان سے آئے گا؟''

اور پیش نظر اس آیت کریمہ میں ان دونوں قسموں میں سے ایک ہی کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس کے بعد اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے: ﴿ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ ﴾ ''جو لوگ ان سے پہلے تھے انھوں نے بھی جھٹلایا تھا تو ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آیا (جہاں سے) وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔'' یعنی انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے انھیں کوئی بچانے والا نہ تھا۔

﴿ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ﴾ ''چنانچہ اللہ نے انھیں دنیاوی زندگی میں رسوائی چکھائی۔'' یعنی اس تباہی و بربادی اور عذاب کے ذریعے سے جسے اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کیا اور انھیں تباہ و برباد کر کے اپنے مومن بندوں کے دلوں کو تسکین بخشی، لہٰذا قرآن مجید کے مخاطب لوگوں کو بھی ڈرنا چاہیے کہ وہ تو اس پاک پیغمبر کی تکذیب کر رہے ہیں جو اشرف الرسل اور خاتم الانبیاء ﷺ ہیں، نیز انھیں اس عذاب شدید سے بھی ڈرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آخرت میں تیار کر رکھا ہے اور وہ اس عذاب کی نسبت کہیں زیادہ ہولناک ہے جو دنیا میں لوگوں پر آیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ﴾ ''اور البتہ آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہے، کاش! یہ لوگ جانتے ہوتے۔''

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿27﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا

اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثال بیان کی ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿27﴾ قرآن عربی (زبان) میں ہے، کجی والا

غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿28﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ

نہیں، شاید وہ ڈریں ﴿28﴾ اللہ نے ایک آدمی (غلام) کی مثال بیان کی جس میں کئی باہم اختلاف رکھنے والے شریک ہیں، اور ایک دوسرا آدمی

وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿29﴾

جو خالص ایک ہی شخص کا (غلام) ہے، کیا (ان) دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ (نہیں) الحمد للہ! بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿29﴾

ع 3/10/17 اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿30﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿31﴾

(اے نبی!) بلاشبہ آپ بھی مرنے والے ہیں، اور وہ بھی یقیناً مرنے والے ہیں ﴿30﴾ پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے ﴿31﴾

تفسیر آیات: 31-27

شرک کی مثالیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ﴾ ''اور یقیناً ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے۔'' یعنی قرآن مجید میں ہم نے مثالیں بیان کر کے سمجھایا ہے ﴿ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿27﴾ ﴾ ''تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔'' کیونکہ مثال سے معنی ذہنوں کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ ﴾ (الروم 28:30) ''اس نے تمھارے لیے تمھارے نفسوں میں سے ایک مثال بیان کی ہے۔'' یعنی جیسے تم اپنے نفسوں سے جانتے ہو اور فرمایا: ﴿ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا یَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ ﴾ (العنکبوت 43:29) ''اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں تو علم والے ہی سمجھتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ ﴾ ''(یہ) قرآن عربی ہے جس میں کوئی کجی (اور اختلاف) نہیں۔'' یعنی یہ قرآن واضح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی عیب، انحراف اور اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ بیان، وضاحت اور برہان ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اسی طرح بنایا اور نازل فرمایا ہے ﴿ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿28﴾ ﴾ ''تاکہ وہ ڈریں۔'' یعنی اس میں بیان کردہ وعیدوں سے ڈریں اور اس کے وعدوں کے مطابق عمل کریں، پھر فرمایا: ﴿ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ ﴾ ''اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں ایک دوسرے سے جھگڑنے والے کئی (آدمی) شریک ہیں۔'' اور وہ اس مشترک غلام کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، ﴿ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ ﴾ ''اور ایک ایسا شخص (غلام) جو ایک ہی شخص کے لیے خاص ہے۔'' اور وہ خالص اسی کا ہے اور اس کے سوا اس کا اور کوئی مالک نہیں ﴿ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا ؕ ﴾ ''کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟'' یعنی یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئی معبودوں کی پوجا کرنے والا مشرک اور وہ مومن مخلص جو صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کی عبادت کرتا ہو برابر نہیں ہو سکتے، بھلا مشرک کو مومن سے کیا نسبت؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور کئی ایک ائمۂ تفسیر نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مشرک اور مومن مخلص کی مثال

بیان کی گئی ہے۔① یہ مثال بالکل ظاہر، واضح اور روشن تھی، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ﴾ ’’تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں‘‘ جس نے ان پر حجت قائم فرمادی ہے۔ ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ’’بلکہ ان کے اکثر (لوگ) نہیں جانتے‘‘ اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات اور قریش......؟: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ ’’(اے پیغمبر!) بلاشبہ آپ بھی مرجانے والے ہیں اور بے شک وہ بھی مرجانے والے ہیں۔‘‘ یہ آیت کریمہ ان آیات میں سے ہے جن کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت استدلال کیا تھا اور جس کی وجہ سے لوگوں کو بھی آپ کی وفات کا یقین ہو گیا تھا اور اس آیت کریمہ کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جس دوسری آیت سے استدلال کیا تھا وہ یہ ہے: ﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾ (آل عمرٰن 3:144) ’’اور محمد (ﷺ) تو صرف (اللہ کے) رسول ہیں، تحقیق ان سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں، بھلا اگر یہ مرجائیں یا قتل کردیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ (مرتد ہو جاؤ گے؟) اور جو کوئی اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا تو وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا۔‘‘

اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تمھیں یقینی طور پر اس دنیا سے منتقل کر کے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع کیا جائے گا، پھر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی اس توحید اور شرک کے بارے میں جھگڑو گے جسے تم نے دنیا میں اختیار کیا ہوا تھا تو وہ تمھارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور انصاف کے ساتھ ہی فیصلہ فرمائے گا کیونکہ وہ انصاف فرمانے والا اور جاننے والا ہے، وہ اپنے مومن، مخلص اور مواحد بندوں کو نجات عطا فرمائے گا اور کفر وانکار اور شرک وتکذیب کرنے والوں کو عذاب دے گا۔ اس آیت کریمہ کا سیاق اگرچہ مومنوں، کافروں اور آخرت میں ان کے جھگڑے کے بارے میں ہے لیکن یہ دنیا میں تمام جھگڑنے والوں کو بھی شامل ہے کہ آخرت میں ان کے جھگڑے کو ان پر لوٹا دیا جائے گا۔

امام ابن ابوحاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴾ ’’پھر بلاشبہ تم (سب) قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس جھگڑو گے۔‘‘ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) کیا ہمارا جھگڑا پھر شروع ہو جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [نَعَمْ] ’’ہاں‘‘ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پھر تو معاملہ بہت سخت ہو گا۔②

امام احمد رحمہ اللہ نے زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیات نازل ہوئیں: ﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴾ ’’بلاشبہ آپ مرنے والے ہیں اور بے شک وہ

① تفسير الطبري: 254/23. ② تفسير عبدالرزاق: 132/3، رقم: 2631 وتفسير ابن أبي حاتم: 3250/10 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، حديث: 3236.

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدۡقِ اِذۡ جَآءَهٗ ؕ اَلَيۡسَ فِىۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿32﴾

پھر اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچائی کو جھٹلایا جبکہ وہ اس کے پاس آگئی، کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں؟ ﴿32﴾

وَالَّذِىۡ جَآءَ بِالصِّدۡقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ﴿33﴾ لَهُمۡ مَّا يَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ

اور جو شخص سچائی (دین حق) لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی لوگ متقی ہیں ﴿33﴾ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ (سب کچھ) ہے

ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿34﴾ ۚۖ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِىۡ عَمِلُوۡا وَيَجۡزِيَهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ

جو وہ چاہیں گے، نیکی کرنے والوں کا یہی بدلہ ہے ﴿34﴾ تاکہ اللہ ان سے وہ برائیاں دور کر دے جو انھوں نے کیں اور انھیں ان کا اجر بہترین اعمال

الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿35﴾

کے مطابق دے جو وہ کرتے رہے تھے ﴿35﴾

(بھی) مرنے والے ہیں، پھر بے شک تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔'' تو زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) کیا گناہوں کے ساتھ ساتھ ہمارے دنیا کے جھگڑوں کو بھی ہم پر لوٹا دیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَعَمْ، لَيُكَرَّرَنَّ عَلَيْكُمْ حَتّٰى يُؤَدّٰى إِلٰى كُلِّ ذِى حَقٍّ حَقَّهُ] ''ہاں، (تمھارے جھگڑوں کو بھی) تم پر البتہ ضرور لوٹا دیا جائے گا تاکہ ہر حق دار کو اس کا حق دلا دیا جائے۔'' زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کی قسم! یہ معاملہ تو بہت سخت ہوگا۔[1] امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا اور اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2]

علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ تَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿31﴾ ﴾ ''پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ سچا جھوٹے سے، مظلوم ظالم سے، ہدایت یافتہ گمراہ سے اور کمزور طاقتور سے جھگڑا کرے گا۔[3] اور ابن مندہ نے کتاب الروح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑا کریں گے حتی کہ روح اپنے جسم سے جھگڑا کرے گی، روح جسم سے کہے گی کہ تو نے یہ کام کیا تھا اور جسم روح سے کہے گا کہ تو نے ہی مجھے اس کا حکم دیا اور اسے مزین کر کے دکھایا تھا تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجے گا جو ان کا فیصلہ کرتے ہوئے کہے گا کہ تم دونوں کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص اپاہج مگر بینا ہو اور دوسرا نابینا ہو اور وہ دونوں ایک باغ میں داخل ہو گئے ہوں، اپاہج نے اندھے سے کہا کہ میں یہاں باغ میں لگے ہوئے پھل دیکھ رہا ہوں مگر میں انھیں توڑ نہیں سکتا تو نابینا نے اس سے کہا کہ مجھ پر سوار ہو کر انھیں توڑ لو تو اپاہج نے نابینا پر سوار ہو کر توڑ لیے تو بتاؤ کہ ان دونوں میں سے کون مجرم ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ دونوں ہی مجرم ہیں، فرشتہ ان سے کہے گا کہ اپنے بارے میں تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے، یعنی جسم ایسے ہے جیسے سواری ہو اور روح کی مثال ایسے ہے جیسے سوار ہو۔[4]

اور امام ابن ابوحاتم نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل

[1] مسند أحمد : 167/1. [2] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، حديث : 3236. [3] تفسير الطبري : 3/24. [4] الدر المنثور : 614/5.

ہوئی: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴾ ''پھر بلاشبہ تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔'' تو ہم نے عرض کی کہ ہم کن لوگوں سے جھگڑیں گے؟ ہمارے اور اہل کتاب کے مابین تو کوئی جھگڑا نہیں تو پھر ہم کن سے جھگڑیں گے؟ حتی کہ فتنہ رونما ہو گیا، ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہے وہ جس کا ہمارے رب تعالیٰ نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہم اس کے بارے میں جھگڑیں گے۔ [1] اور اسے امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

تفسیر آیات: 35-32

جھوٹے اور سچے لوگوں کا بدلہ: اللہ عزوجل نے ان مشرکین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ہے جنھوں نے افترا پردازی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بھی بنائے، دعویٰ کیا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا بھی بنایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی اس بات سے بہت بلند و بالا ہے، اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس حق کی تکذیب بھی کی جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ کی زبانی ان کے پاس آیا تھا تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ﴾ ''پس اس سے بڑھ کر کون زیادہ ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور سچی بات جب اُس کے پاس آئے تو اسے جھٹلائے؟'' یعنی ایسے شخص سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہوسکتا کیونکہ اس نے باطل کی دونوں حدوں کو جمع کر لیا ہے، اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور رسول اللہ ﷺ کو جھٹلایا، باطل بات کو اختیار کیا اور حق کو رد کر دیا، اسی لیے اللہ جل شانہٗ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے؟'' یعنی منکروں اور تکذیب کرنے والوں کا، پھر فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ ﴾ ''اور جو سچائی کے ساتھ آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی۔'' مجاہد، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن زید کا قول ہے کہ سچی بات لے کر آنے والے رسول اللہ ﷺ ہیں۔ [3] اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے بھی کہا ہے کہ سچی بات لے کر آنے والے رسول اللہ ﷺ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے مسلمان۔ [4]

﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ ''وہی لوگ متقی ہیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یعنی وہ لوگ جو شرک سے بچ گئے۔ [5]

﴿ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ﴾ ''وہ جو چاہیں گے اُن کے لیے ان کے پروردگار کے پاس (موجود) ہے۔'' یعنی جنت میں جو طلب کریں گے اسے موجود پائیں گے۔ ﴿ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۚ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''نیکوکاروں کا یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان سے ان برائیوں کو جو انھوں نے کیں، دور کر دے اور انھیں ان نیک کاموں کا بدلہ دے جو وہ کرتے رہے۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے:

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 3251,3250/10. [2] السنن الکبری للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴾ : 445/6، حدیث: 11447. [3] تفسیر الطبری: 6,5/24 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3251/10. [4] تفسیر الطبری: 6/24. [5] تفسیر الطبری: 7/24.

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟ اور وہ آپ کو ان (معبودوں) سے ڈراتے ہیں جو (انھوں نے) اللہ کے سوا (بنا رکھے) ہیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ (36) وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي

تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں (36) اور جسے اللہ ہدایت دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ نہایت غالب، انتقام لینے والا نہیں؟ (37) اور اگر

انْتِقَامٍ (37) وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ

آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے! کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر

مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ

اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ (تمھارے باطل معبود) اس کی (پہنچائی ہوئی) تکلیف دور کر سکتے ہیں؟ یا وہ مجھ پر رحمت کرنا چاہے تو کیا وہ اس کی

بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (38) قُلْ

رحمت کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دیجیے: مجھے اللہ کافی ہے، بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں (38) کہہ دیجیے: اے میری قوم! تم اپنے طریقے

يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ (39) مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

(اور حالت) پر عمل کرو، بے شک میں (اپنے طریقے پر) عمل کرنے والا ہوں، چنانچہ جلد تم جان لو گے (39) کہ کس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے،

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (40)

اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے (40)

يُوْعَدُوْنَ ○ ﴾ (الأحقاف 16:46) ”یہی لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ اچھے سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کے گناہوں سے درگزر فرماتے ہیں (اور یہی) اہل جنت میں (ہوں گے) سچے وعدے کے مطابق جو ان سے کیا جاتا تھا۔“

تفسیر آیات: 36-40

اللہ اپنے بندے کو کافی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ ﴾ ”کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟“ بعض نے ﴿ عَبْدَهٗ ؕ ﴾ کو [عباده] بھی پڑھا ہے۔[1] یعنی اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے جو اس کی عبادت کرے اور اس کی ذات پاک پر بھروسا رکھے۔ ﴿ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ ﴾ ”اور وہ آپ کو ان لوگوں سے جو اس کے سوا ہیں (غیر اللہ سے) ڈراتے ہیں۔“ مشرکین اپنی جہالت اور ضلالت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو اپنے ان بتوں اور معبودوں سے ڈرایا کرتے تھے جنھیں وہ پوجا کرتے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ (36) وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ (37) ﴾ ”اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، کیا اللہ غالب (اور) بدلہ لینے والا نہیں ہے؟“ یعنی وہ مضبوط و مستحکم سہارا ہے جو اس کی جناب میں پناہ لے اور اس کے باب عالی پر جھک جائے وہ محروم نہیں رہ سکتا، وہ اس قدر غالب ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں اور

[1] تفسیر القرطبي: 257/15 و تفسیر الطبري: 8/24.

جو اس کی ذات پاک کے ساتھ کفر کرے، اس کے ساتھ شرک کرے اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کرے تو اس سے بڑھ کر کوئی انتقام لینے والا بھی نہیں۔

مشرکین کا توحید ربوبیت کا اعتراف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ﴾ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔'' یعنی مشرکین بھی اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ اللہ عزوجل ہی تمام اشیاء کا خالق ہے لیکن اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی پوجا بھی کرتے تھے جو ان کے لیے نفع ونقصان کی قطعاً مالک نہ تھیں، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ﴾ ''کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کسی تکلیف (پہنچانے) کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا (اگر) وہ میرے لیے مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟'' یعنی وہ تو کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

اور امام ابن ابو حاتم نے اسی مقام پر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (میں ایک دن سواری پر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا:) [إِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ، إِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، تَعَرَّفْ إِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ،وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِاجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، لَمْ يَضُرُّوكَ، وَلَوِاجْتَمَعُوا عَلٰى أَنْ يَّنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ لَكَ، لَمْ يَنْفَعُوكَ، جَفَّتِ الصُّحُفُ وَرُفِعَتِ الْأَقْلَامُ، وَاعْمَلْ لِلّٰهِ بِالشُّكْرِ فِي الْيَقِينِ، وَاعْلَمْ أَنَّ فِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرًا كَثِيرًا، وَّأَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا] ''اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو وہ تمھاری حفاظت فرمائے گا، اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو اسے اپنے سامنے پاؤ گے، اللہ تعالیٰ کو آسودگی میں پہچانو وہ سختی میں تجھے جانے گا، جب مانگو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو، جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرو اور خوب جان لو کہ اگر ساری امت اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے کسی ایسی چیز کے ساتھ نفع پہنچائے جسے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے نہ لکھا ہو تو تجھے نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ سب کے سب جمع ہو جائیں کہ تجھے کسی ایسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے نہیں لکھ رکھی تو وہ تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکتے، قلموں کو اٹھا لیا گیا ہے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو گئے اور یقین کے ساتھ شکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عمل کرو اور خوب جان لو کہ اس چیز پر صبر کرنے میں جسے تم پسند نہ کرو بہت بہتری ہے اور یہ کہ فتح ونصرت صبر ہی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور تنگ دستی کے ساتھ کشادگی ہے اور مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔''[1]

[1] تفسیر ابن أبی حاتم : 3251/10 مزید دیکھیے مسند أحمد :308,307/1 و جامع الترمذی، صفة القیامة، باب [حدیث حنظلة......]، حدیث:2516 و شعب الإیمان للبیهقی ، باب فی الرجاء من الله تعالی:27/2، حدیث : 1074 و کتاب السنة لابن أبی عاصم، باب فی قوله ﷺ لعبدالله بن جعفر......، حدیث : 315 .

إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا

بلا شبہ ہم نے لوگوں کے لیے آپ پر (یہ) کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے، پھر جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی بھلے کے لیے اور جو گمراہ ہوا، تو بس اس

يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿41﴾ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ ع 4 10 1

کی گمراہی (کا وبال) اسی پر ہے، اور آپ ان کے ذمے دار نہیں﴿41﴾ اللہ ہی موت کے وقت جانیں قبض کرتا ہے اور جس کی موت نہیں آئی ہوتی، اسے اس

تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰىٓ إِلٰىٓ أَجَلٍ

کی نیند میں (قبض کرتا ہے) پھر وہ اس (روح) کو روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کر دیا ہو، اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک (واپس) بھیج دیتا

مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿42﴾

ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں﴿42﴾

﴿قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ﴾ یعنی مجھے اللہ ہی کافی ہے میں نے اسی پر بھروسا کیا اور بھروسا کرنے والے پس چاہیے کہ اسی پر بھروسا کریں جیسا کہ ہود علیہ السلام نے فرمایا تھا، جب ان کی قوم نے ان سے کہا تھا: ﴿إِن نَّقُولُ إِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوٓءٍ ۗ قَالَ إِنِّيٓ أُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوٓا أَنِّي بَرِيٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ○ مِن دُونِهٖ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ○ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِن دَآبَّةٍ إِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ إِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ○﴾ (ھود 11:54-56) ”ہم تو بس یہی کہتے ہیں کہ ہمارے کسی معبود نے تجھے کسی برائی (دماغی خلل) میں مبتلا کر دیا ہے، انھوں نے کہا: بے شک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ یقیناً میں ان سے بری ہوں جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ اس (اللہ) کے سوا، لہٰذا تم سب مل کر میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی چاہو) کر لو پھر مجھے مہلت نہ دو، بے شک میں اللہ پر جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے بھروسا کرتا ہوں، جو بھی (زمین پر) چلنے پھرنے والا (جاندار) ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ﴾ ”کہہ دیجیے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرو۔“ یعنی تم اپنے طریقے کے مطابق عمل کیے جاؤ، یہ ایک تہدید اور وعید ہے۔ ﴿إِنِّي عَامِلٌ ۚ﴾ ”میں (اپنی جگہ) عمل کرنے والا ہوں۔“ یعنی اپنے طریقے اور پروگرام کے مطابق۔ ﴿فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿39﴾﴾ ”پس عنقریب تم جان لو گے۔“ یعنی اس کا وبال اور انجام تم عنقریب معلوم کر لو گے۔ ﴿مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ﴾ ”کس پر عذاب آتا ہے؟ (جو) اسے رسوا کرے گا“ یعنی دنیا میں۔ ﴿وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿40﴾﴾ ”اور کس پر ہمیشہ کا عذاب اترتا ہے۔“ ایسا دائمی اور ابدی عذاب جس سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو گی اور یہ عذاب قیامت کے دن ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات: 42,41

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ ”بلا شبہ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔“ یعنی قرآن مجید ﴿لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ﴾ ”لوگوں (کی ہدایت) کے لیے سچائی کے ساتھ۔“ یعنی اسے تمام

مخلوقات انس و جن کے لیے نازل کیا ہے تا کہ آپ اس کے ساتھ انھیں ڈرائیں۔ ﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ ﴾ ’’پھر جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی (بھلے کے) لیے۔‘‘ یعنی ہدایت کا نفع اسی کو ہو گا۔ ﴿ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ ﴾ ’’اور جو گمراہ ہوا تو وہ اسی (اپنے نقصان) پر گمراہ ہوتا ہے۔‘‘ یعنی اس کی اس گمراہی کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے۔ ﴿ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴾ ’’اور (اے پیغمبر!) آپ ان پر کوئی ذمہ دار نہیں ہیں‘‘ کہ انھیں ضرور ہدایت پر لے آئیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴾ (هود 11:12) ’’(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔‘‘ اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴾ (الرعد 13:40) ’’پس آپ کا کام صرف (ہمارے احکام کو) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہی مارتا اور زندہ کرتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے اس کائنات میں تصرف فرماتا ہے اور وہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے اور بدنوں سے روحوں کو قبض کرنے کے لیے فرشتوں کو بھیج دیتا ہے، اسی طرح نیند کے وقت وہ انسان پر ایک چھوٹی موت بھی طاری فرما دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:60،61) ’’اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمھیں فوت کرتا ہے اور جو کچھ تم نے دن میں کمایا اسے جانتا ہے، پھر تمھیں اس (دن) میں اٹھا دیتا ہے تا کہ مدت مقررہ پوری کر دی جائے، پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں اس کی خبر دے گا جو عمل تم کرتے تھے۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم پر محافظ بھیجتا ہے حتی کہ جب تم میں سے کسی ایک کو موت آتی ہے تو ہمارے رسول (فرشتے) اُسے فوت کرتے ہیں اور وہ (کسی طرح کی بھی) کوتاہی نہیں کرتے۔‘‘

اس آیت میں بھی چھوٹی اور بڑی دو موتوں کا ذکر ہے اور پہلے بڑی، پھر چھوٹی موت کا ذکر کیا اور بیان فرمایا ہے: ﴿ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ﴾ ’’اللہ ہی جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان (روحوں) کو بھی جو مریں نہیں ان کی نیند میں (قبض کر لیتا ہے)، پھر اس نے جس پر موت کا فیصلہ کیا ہوا سے روک لیتا ہے اور باقی (روحوں) کو ایک وقت مقرر تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔‘‘ یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ روحیں ملاء اعلیٰ میں جمع ہوتی ہیں جیسا کہ اس کا اس مرفوع حدیث میں ذکر ہے جسے امام ابن مندہ وغیرہ نے روایت کیا ہے [1] اور صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَوٰى أَحَدُكُمْ إِلٰى فِرَاشِهٖ فَلْيَنْفُضْ فِرَاشَهٗ بِدَاخِلَةِ إِزَارِهٖ، فَإِنَّهٗ لَا يَدْرِي مَا خَلَفَهٗ عَلَيْهِ، ثُمَّ يَقُولُ: بِاسْمِكَ رَبِّي! وَضَعْتُ جَنْبِي، وَبِكَ أَرْفَعُهٗ، إِنْ أَمْسَكْتَ نَفْسِي فَارْحَمْهَا، وَإِنْ أَرْسَلْتَهَا

[1] الروح لابن قيم الجوزية، ص: 50 عن ابن عباس رضی اللہ عنہ موقوفًا.

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿43﴾

کیا انھوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں؟ کہہ دیجیے: خواہ وہ کسی چیز کے بھی مالک نہ ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہوں (پھر بھی وہ سفارشی ہیں؟) ﴿43﴾

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿44﴾ وَاِذَا

کہہ دیجیے: ساری سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین میں اسی کی بادشاہی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿44﴾ اور جب

ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ

تنہا اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ ہوتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور جب اللہ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس

دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿45﴾

وقت وہ بڑے خوش ہوتے ہیں ﴿45﴾

فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ] ”جب تم میں سے کوئی (سونے کے لیے) اپنے بستر کی طرف آئے تو اپنے بستر کو اپنی چادر کے اندرونی حصے کے ساتھ جھاڑے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اپنے پیچھے اس نے اس میں کیا چھوڑا ہے اور پھر یہ دعا پڑھے: تیرے (پاک) نام کے ساتھ اے میرے رب! میں نے اپنے پہلو کو رکھا ہے اور تیرے (حکم کے) ساتھ ہی میں اسے اٹھاؤں گا، اگر تو نے میری روح کو روک لیا تو اس پر رحم فرمانا اور اگر چھوڑ دیا تو اس کی اس طرح حفاظت فرمانا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔“[1]

﴿ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ ﴾ ”پھر اس نے جس پر موت کا فیصلہ کیا اسے روک لیتا ہے۔“ یعنی ان روحوں کو جو مر چکی ہوتی ہیں اور دوسری روحوں کو ایک مدت مقررہ تک کے لیے چھوڑ دیتا ہے، سُدی کہتے ہیں: یعنی ان کی باقی مدت کے لیے۔[2] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ وہ مردوں کی روحوں کو روک رکھتا اور زندوں کی روحوں کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے کسی غلطی کا صدور نہیں ہوتا۔[3] ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿42﴾ ﴾ ”جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے یقیناً اس میں نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیات: 43-45

سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت بیان فرمائی ہے کہ انھوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لیے ہیں۔ اور سفارشی ان کے وہ بت اور شریک ہیں جنھیں انھوں نے از خود کسی دلیل و برہان کے بغیر اپنا سفارشی بنا لیا ہے، حالانکہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، ان میں نہ عقل ہے جس سے کام لے سکیں، نہ کان ہیں جن سے سن سکیں، نہ آنکھیں ہیں جن سے دیکھ سکیں کیونکہ یہ جمادات ہیں جن کا حیوانات سے بھی زیادہ برا حال ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ ﴾ ”کہہ دیں“ اے محمد (ﷺ!) ان گمان کرنے والوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سفارشی بنا رکھے ہیں اور انھیں بتا دیں

① صحيح البخاري، الدعوات، باب : 13، حديث : 6320 و صحيح مسلم، الذكر والدعاء......، باب الدعاء عند النوم، حديث : 2714 . ② تفسير الطبري : 12/24. ③ تفسير ابن أبي حاتم : 3252/10 و الدر المنثور : 617,616/5.

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ

آپ کہیے: اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے

فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿46﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ

گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے ﴿46﴾ اور اگر ان ظالموں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور ہو، تو وہ روز قیامت

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا

برے عذاب سے (بچنے کے لیے) اسے ضرور فدیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ (عذاب) ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی

يَحْتَسِبُوْنَ ﴿47﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿48﴾

نہیں کرتے تھے ﴿47﴾ اور ان کے لیے ان کے عملوں کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انھیں وہ (عذاب) گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ﴿48﴾

کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں شفاعت اسی کو نفع دے سکتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ پسند کرے اور اجازت عطا فرما دے، یعنی اس کا سب انحصار اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت پر ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ﴾ (البقرۃ 2:255) ”کون ہے وہ جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے؟“ ﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ﴾ ”اس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔“ یعنی ان سب میں صرف اسی کا تصرف ہے۔ ﴿ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿44﴾﴾ ”پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔“ یعنی قیامت کے دن جبکہ وہ تمھارے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ﴾ ”اور جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔“ یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں ﴿اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ﴾ ”تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل (توحید الٰہی سے) نفرت کرتے (تنگ پڑ جاتے) ہیں۔“ مجاہد نے کہا ہے: ﴿اشْمَاَزَّتْ﴾ کے معنی ہیں: تنگ ہو جاتے ہیں۔[1] جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿35﴾﴾ (الصّٰفّٰت 37:35) ”بلاشبہ وہ (اس حال میں) تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو غرور کرتے تھے۔“ اور اتباع و اطاعت نہیں کرتے تھے، اُن کے دل خیر کو قبول نہیں کرتے تھے اور جو خیر کو قبول نہ کرے تو وہ شر کو قبول کر لیتا ہے، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ﴾ ”اور جب ان کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس کے علاوہ ہیں۔“ یعنی بتوں اور شریکوں کا، یہ مجاہد کا قول ہے۔[2] ﴿اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿45﴾﴾ ”(تو) اس وقت وہ خوش ہو جاتے ہیں۔“ اور فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 46-48

دعا کا طریقہ: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی شرک سے محبت اور توحید سے نفرت کی وجہ سے مذمت کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ ”(اے نبی!) کہہ دیجیے: اے اللہ! (اے) آسمانوں اور زمین کے

[1] تفسير الطبري: 14/24. [2] تفسير الطبري: 14/24 عن السُّدّي.

پیدا کرنے والے! (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے!'' یعنی تم اس اللہ وحدہٗ لاشریک ہی کو پکارو جس نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا اور کسی سابقہ مثال کے بغیر انھیں وجود بخشا ہے، ﴿ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ﴾ یعنی پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، ﴿ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ ﴾ ''تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان (باتوں) کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔'' یعنی دنیا میں جن امور میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں تو ان کے قبروں سے اُٹھنے کے دن ان کے مابین فیصلہ فرمادے گا۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام فرماتے تو نماز کا افتتاح کس چیز کے ساتھ کیا کرتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو قیام کرتے تو اس دعا سے افتتاح فرمایا کرتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! رَبَّ جِبرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسرَافِيلَ! فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرضِ! عَالِمَ الْغَيبِ وَالشَّهَادَةِ! أَنتَ تَحكُمُ بَينَ عِبَادِكَ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَختَلِفُونَ، اِهدِنِي لِمَا اختُلِفَ فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ، إِنَّكَ تَهدِي مَن تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّستَقِيمٍ] ''اے اللہ! جبرائیل ومیکائیل واسرافیل کے رب! آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اور حق کے بارے میں جو اختلاف (دنیا میں) ہو رہا ہے، اس میں اپنے حکم کے ساتھ میری رہنمائی فرما، بے شک تو جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔''[1]

روزِ قیامت کوئی فدیہ قبول نہیں ہوگا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ ﴾ ''اور اگر ظالموں کے پاس وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اسی قدر اور بھی ہو۔'' ظالموں سے مراد مشرکین ہیں، یعنی اگر ان کے پاس زمین کا سارا مال و متاع ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو ﴿ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ ﴾ ''تو اسے برے عذاب سے (مخلصی پانے کے لیے) ضرور فدیے میں دے دیں'' جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ان کے لیے واجب قرار دے رکھا ہے لیکن ان سے اس کے بدلے میں کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ ساری زمین کے بقدر سونا ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے۔[2] پھر (یہاں) اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ ﴾ ''اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ (عذاب) ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں کرتے تھے۔'' یعنی انھیں ایسا عبرت ناک عذاب دیا جائے گا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ﴿ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ﴾ ''اور ان کے لیے ان (اعمال) کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کمایا۔'' یعنی دنیا میں انھوں نے جو گناہ اور حرام کام کیے تھے، ان کی سزا ان کے سامنے ہوگی، ﴿ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾ ''اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑاتے تھے، وہ انھیں آ گھیرے گا۔'' یعنی جس

[1] صحیح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة النبی ﷺ ودعائه بالليل، حديث : 770 . [2] دیکھیے آل عمرٰن، آیت : 91.

فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ز ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا لا قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ ط

پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اپنی طرف سے اسے کوئی نعمت عطا کر دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے: بس مجھے تو

بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿49﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ

یہ (میرے) علم کی بدولت دی گئی ہے، (نہیں) بلکہ وہ تو ایک آزمائش ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے ﴿49﴾ تحقیق یہی بات ان لوگوں نے بھی کہی تھی

مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿50﴾ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ط وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ

جو ان سے پہلے ہوئے، پھر ان کے کام نہ آیا جو وہ کماتے تھے ﴿50﴾ چنانچہ انھیں ان کے عملوں کی سزا ملی اور ان میں سے جن لوگوں نے ظلم کیا، جلد انھیں بھی

مَا كَسَبُوْا لا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿51﴾ اَوَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ط اِنَّ

ان کے عملوں کی سزا ملے گی، اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے ﴿51﴾ کیا انھیں معلوم نہیں کہ بے شک اللہ ہی جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے، اور

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿52﴾ ع 5/11/2

تنگ کرتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں ﴿52﴾

عذاب کا یہ لوگ دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ انھیں چاروں طرف سے گھیر لے گا۔

تفسیر آیات: 49-52

انسان کی مختلف حالتیں: اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ تکلیف کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور الحاح وزاری کرتا، اس کی طرف رجوع کرتا اور اس سے دعا کرتا ہے اور جب وہ اپنی نعمتوں سے سرفراز فرما دیتا ہے تو وہ بغاوت و سرکشی کو اختیار کر لیتا ہے اور کہتا ہے: ﴿ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ ط ﴾ ''یہ (نعمت) تو مجھے علم ہی کی بدولت دی گئی ہے۔'' یعنی مجھے یہ اس لیے ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس کا استحقاق رکھتا ہوں اور اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھے خصوصی مرتبہ حاصل نہ ہوتا تو وہ مجھے اس سے نہ نوازتا۔ امام قتادہ نے ﴿ عَلٰی عِلْمٍ ط ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں: یہ (نعمت) تو مجھے اس بھلائی کی بدولت دی گئی ہے جو میرے پاس ہے۔[1] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلْ هِیَ فِتْنَةٌ ﴾ ''(نہیں) بلکہ وہ آزمائش ہے۔'' یعنی بات اس طرح نہیں جو اس نے گمان کی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے اسے اس نعمت سے اس لیے نوازا ہے تاکہ اس کی آزمائش کریں کہ یہ اطاعت کرتا ہے یا نافرمانی، حالانکہ ہمیں اس کے بارے میں پہلے ہی سے یہ معلوم بھی ہے پس یہ مال و دولت اس کے لیے آزمائش ہے ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿49﴾ ﴾ ''مگر ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' اسی لیے یہ اس طرح کی باتیں کہتے اور اس طرح کے دعوے کرتے ہیں۔ ﴿ قَدْ قَالَهَا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''تحقیق ان لوگوں نے بھی یہی کہا جو ان سے پہلے تھے۔'' یعنی سابقہ امتوں نے بھی یہی بات کی، یہی گمان کیا اور یہی دعوے کیے تھے، ﴿ فَمَآ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿50﴾ ﴾ ''پس جو کچھ وہ کماتے تھے اُن کے کچھ کام بھی نہ آیا۔'' یعنی نہ تو ان کی بات صحیح ثابت ہوئی اور نہ ان کی جماعتیں اور ان کے مال ہی ان کے کچھ کام آئے۔ ﴿ فَاَصَابَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ط وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ ﴾ ''پس ان کو اُن

[1] تفسیر الطبری : 16/24.

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

آپ کہہ دیجیے: (اللہ فرماتا ہے:) اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم و زیادتی کی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ

جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿53﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

معاف کر دیتا ہے، یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے﴿53﴾ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو، اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے

الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿54﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمھاری مدد نہ کی جائے گی﴿54﴾ اور تم اس بہترین چیز کی پیروی کرو جو تمھارے رب کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿55﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ

ہے اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے جبکہ تمھیں (اس کی) خبر تک نہ ہو﴿55﴾ (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص کہے: ہائے افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کے حق

وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿56﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿57﴾ اَوْ تَقُوْلَ

(اطاعت) میں کوتاہی کی، اور بلاشبہ میں مذاق اڑانے والوں میں رہا﴿56﴾ یا وہ کہے: اگر بے شک اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور متقیوں میں سے

حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿58﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ

ہو جاتا﴿57﴾ یا وہ جس وقت عذاب دیکھے تو یہ کہے: کاش کہ میرے لیے ایک بار لوٹنا ہو تو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں﴿58﴾ (اللہ فرمائے گا:) کیوں نہیں!

بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿59﴾

تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے انھیں جھٹلایا، اور تو نے تکبر کیا، اور تو کافروں میں سے تھا﴿59﴾

(عملوں) کی برائیاں پہنچیں جو انھوں نے کمائے تھے اور وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا۔" یعنی ان مخاطب لوگوں میں سے ﴿ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ﴾ "اُن کو ان (عملوں) کی برائیاں عنقریب پہنچیں گی جو انھوں نے کمائے۔" جیسا کہ سابقہ لوگوں کو پہنچیں تھیں، ﴿ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿51﴾ ﴾ "اور وہ (اللہ کو) عاجز کرنے والے نہیں ہیں۔" جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس کی قوم نے اس سے کہا تھا: ﴿ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ ﴾ (القصص 28:76-78) "اتراؤ مت، یقیناً اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو (مال) تمھیں اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلاؤ اور (لوگوں پر) احسان کرو جیسے اللہ نے تم پر احسان کیا ہے اور زمین میں طالب فساد نہ ہو، بلاشبہ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، وہ بولا: میں وہ (مال) اس علم کی بنا پر دیا گیا ہوں جو میرے پاس ہے، کیا وہ نہیں جانتا کہ یقیناً اللہ نے اس سے پہلے بہت سی امتیں جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں، ہلاک کر ڈالی ہیں اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔" اور فرمایا: ﴿ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ

﴿ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ ﴾ (سبا 35:34) ”اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم مال اور اولاد میں (تم سے) زیادہ ہیں اور ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ﴾ ”کیا اُنھوں نے نہیں جانا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔“ یعنی کچھ لوگوں کے لیے رزق کو کشادہ اور کچھ کے لیے تنگ کر دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾ ”بے شک اس میں البتہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔“ یعنی اس میں عبرت کا بہت سا سامان اور دلائل و براہین ہیں۔

تفسیر آیات: 53-59

عذاب کے آنے سے قبل توبہ کی دعوت: یہ آیت کریمہ کافروں اور دیگر تمام نافرمانوں کے لیے توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کی دعوت ہے اور اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، خواہ گناہ کتنے ہی بڑے اور سمندر کی جھاگ کی طرح زیادہ کیوں نہ ہوں، توبہ کے بغیر اس بات کو کسی اور چیز پر محمول کرنا صحیح نہیں ہوگا کیونکہ جو شخص شرک سے توبہ نہ کرے اس کا گناہ معاف نہیں ہو سکتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے قتل کیے اور بہت کیے اور زنا کیے اور خوب کیے، پھر وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ جو کہتے اور جس کی دعوت دیتے ہیں یہ بہت خوب ہے لیکن اے کاش کہ آپ یہ بھی فرما دیں کہ ہمارے سابقہ اعمال کا کفارہ کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ...... ﴾ الآية (الفرقان 68:25) ”اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو (مارنا) اللہ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (شریعت کے حکم) سے اور وہ بدکاری نہیں کرتے......“

اور اسی موقع پر یہ آیت کریمہ بھی نازل فرمائی: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ ”(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا۔“[1] امام مسلم، ابوداود اور نسائی رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] یاد رہے پہلی آیت سے مراد درج ذیل الفاظ کی طرف اشارہ ہے: ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (الفرقان 70:25) ”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله : ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ﴾ (الزمر 53:39)، حديث : 4810. [2] صحيح مسلم، الإيمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله......، حديث : 122 و سنن أبي داود، الفتن والملاحم، باب في تعظيم قتل المؤمن ، حديث : 4274 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا ...... ﴾ الآية : 446/6، حديث : 11449.

امام احمد رحمہ اللہ نے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح پڑھتے ہوئے سنا: [إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ] ''یقیناً اس نے غیر صالح عمل کیے۔'' یعنی نوح علیہ السلام کی دعا کے باوجود ان کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے معاف نہ فرمایا اور میں نے آپ کو یہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے بھی سنا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ ﴾ ''(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہونا، اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے'' اور وہ کوئی پروا نہیں کرتا۔ ﴿ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾ ''بلاشبہ وہ تو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔''[1] اسے امام ابوداود اور امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے ذریعے سے سابقہ تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے، لہٰذا کسی بھی بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، خواہ اس کے گناہ کیسے بڑے اور کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور توبہ کا دروازہ بھی بے حد و حساب وسیع ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ ﴾ (التوبة 9:104) ''کیا انھوں نے نہیں جانا کہ یقیناً اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:110) ''اور جو کوئی برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بہت بخشنے والا (اور) خوب مہربان پائے گا۔''

اور اللہ جل وعلا نے منافقین کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا...... ﴾ الآية (النسآء 4:145,146) ''کچھ شک نہیں کہ منافقین دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے کوئی مددگار ہرگز نہیں پائیں گے، سوائے ان کے جنھوں نے توبہ کی اور اصلاح کرلی......۔''

اور اللہ جل جلالہ نے (عیسائیوں کے متعلق) فرمایا ہے: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّاۤ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ (المآئدة 5:73) ''بلاشک وشبہ ان لوگوں نے کفر کیا جنھوں نے کہا: اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور اگر یہ لوگ اس چیز سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو اُن میں جو کافر ہوئے ہیں انھیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔'' پھر اللہ جل شانہٗ نے یہ فرمایا: ﴿ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (المآئدة 5:74) ''تو کیا پھر وہ اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے (گناہوں کی) معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ

---

[1] مسند أحمد: 6/454. [2] سنن أبي داود، الحروف والقراءات، باب:1، حديث: 3982,3983 وجامع الترمذي، القراءات، باب ومن سورة هود، حديث: 2931,2932.

تو بخشنے والا مہربان ہے۔'' اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا...... ﴾ الآیة (البروج 10:85) ''بے شک وہ لوگ جنھوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو آزمائش میں ڈالا پھر توبہ نہ کی......''

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود وکرم کو تو دیکھو کہ لوگوں نے تو اس کے دوستوں کو قتل کیا اور وہ انھیں توبہ ومغفرت کی دعوت دے رہا ہے۔ اس موضوع سے متعلق بہت سی اور بھی آیات کریمہ ہیں۔ اور صحیحین میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث مروی ہے جس میں آپ نے اس شخص کا ذکر فرمایا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کر دیا تھا، پھر اسے ندامت ہوئی اور اس نے بنی اسرائیل کے ایک عابد سے پوچھا: کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے جواب دیا: نہیں تو اس نے اسے بھی قتل کر کے سو کی گنتی کو پورا کر دیا، پھر اس نے ان کے ایک عالم سے پوچھا: کیا اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمھارے اور توبہ کے درمیان کون حائل ہوسکتا ہے؟ پھر اس نے اسے ایک بستی میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا، وہ اس بستی کی طرف جا رہا تھا کہ اسے رستے میں موت آ گئی تو رحمت اور عذاب کے فرشتوں نے اس کے بارے میں جھگڑا کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو جس زمین کے وہ زیادہ قریب ہو، اسی میں سے ہے، فرشتوں نے پیمائش کی تو انھوں نے اسے اس زمین سے ایک بالشت زیادہ قریب پایا جس کی طرف وہ ہجرت کر کے جا رہا تھا، اس لیے رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ موت کے وقت وہ اپنے سینے کو اسی بستی کی طرف دھکیل رہا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیکوں کی اس بستی کو حکم دیا کہ وہ قریب ہو جائے اور اس بستی کو حکم دیا کہ وہ دور ہو جائے۔[1] ہم نے یہ حدیث بالمعنی بیان کی ہے جبکہ دوسری جگہ ہم نے اس حدیث کو اپنے الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔[2]

اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ...... ﴾ الآیة کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بھی اپنی مغفرت کی دعوت دی ہے جنھوں نے یہ کہا کہ مسیح ہی اللہ ہے، مسیح ابن اللہ ہے، عزیر ابن اللہ ہے، اللہ فقیر ہے، اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ تین کا تیسرا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے بھی فرمایا ہے: ﴿ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (المآئدة 74:5) ''کیا پھر وہ اللہ کے آگے توبہ نہیں کرتے اور اس سے (گناہوں کی) معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ تو بہت بخشنے والا، خوب مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے تو اسے بھی توبہ کی دعوت دی جس نے ان سب سے بڑی بات کہی تھی: ﴿ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 24:79) ''میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں۔'' اور اس نے یہ بات بھی کہی تھی: ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾ (القصص 38:28) ''میں تمھارے لیے اپنے سوا کوئی (دوسرا) معبود نہیں جانتا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے بعد

---

[1] صحیح البخاري، أحاديث الأنبيآء، باب : 54، حديث : 3470 وصحيح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل......، حديث : 2766 . [2] دیکھیے النسآء، آیات : 97-100 کے ذیل میں۔

بھی جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں کو توبہ سے مایوس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کرتا ہے لیکن یاد رہے کہ کوئی بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جب تک اللہ تعالیٰ بھی اس پر مہربان نہ ہو جائے۔ [1]

امام طبرانی نے شُتَیر بن شَکَل سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید کی سب سے عظیم الشان آیت یہ ہے: ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ ﴾ (البقرة 2:255) ''ہمیشہ زندہ رہنے والے، سب کو سنبھالنے والے اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔'' خیر و شر کی سب سے جامع آیت یہ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ﴾ (النحل 16:90) ''بلاشبہ اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔'' قرآن مجید کی سب سے زیادہ فرحت بخش سورۂ زمر کی یہ آیت ہے: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ ﴾ ''کہہ دیجیے: اے میرے وہ بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔'' اور اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ سپرد کر دینے والی کتاب اللہ کی یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ...... ﴾ الآية (الطلاق 65:2,3) ''اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اسے (وہاں سے) رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا......'' یہ سن کر مسروق نے ان سے کہا کہ آپ نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ [2]

مایوسی کی ممانعت کے بارے میں احادیث: امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهٖ!۔ أَوْقَالَ: وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ!۔ لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَمْلَأَ خَطَايَاكُمْ مَّا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَغَفَرَلَكُمْ، وَالَّذِی نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ!۔ أَوْ وَالَّذِی نَفْسِی بِيَدِهٖ!۔ لَوْلَمْ تُخْطِئُوا، لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّخْطِئُونَ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُونَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ] ''اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!۔ یا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے!۔ اگر تم اس قدر گناہ کرو کہ تمھارے گناہوں سے آسمان و زمین کے درمیان کا یہ سارا خلا بھر جائے، پھر تم اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو وہ تمھیں معاف فرما دے گا، اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے!۔ یا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!۔ اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں گے، پھر وہ انھیں معاف فرما دے گا۔'' اس روایت کو صرف امام احمد رحمہ اللہ ہی نے بیان فرمایا ہے [3] اور امام احمد ہی نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب تھا تو انھوں نے کہا کہ میں نے تم سے ایک چیز کو چھپایا تھا جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ نے فرمایا: [لَوْلَا أَنَّكُمْ تُذْنِبُونَ لَخَلَقَ اللّٰهُ قَوْمًا يُّذْنِبُونَ، فَيَغْفِرُلَهُمْ] ''اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا فرما دے گا جو

① الدر المنثور: 621/5 امام سیوطی نے ابن جریر کی طرف منسوب کیا ہے لیکن تفسیر طبری میں نہیں ملا۔ ② المعجم الكبير للطبراني: 133/9، حديث: 8659. ③ مسند أحمد: 238/3.

گناہ کریں گے، پھر وہ انھیں معاف فرمادے گا۔'' امام احمد نے اسے اسی طرح روایت کیا ہے،[1] نیز امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔[2]

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو جلد توبہ کر لینے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۝۵۴ ﴾ ''اور اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تم مدد نہیں کیے جاؤ گے۔'' یعنی عذاب کے آنے سے پہلے پہلے جلدی سے توبہ اور عمل صالح کر لو۔ ﴿ وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ﴾ ''اور اس نہایت اچھی (کتاب) کی پیروی کرو جو تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھاری طرف نازل کی گئی ہے۔'' یعنی قرآن عظیم کی۔ ﴿ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝۵۵ ﴾ ''اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آجائے اور تم شعور نہ رکھتے ہو۔'' یعنی تمھیں عذاب کے آجانے کا علم اور شعور بھی نہ ہو، پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ﴾ ''کہ کوئی نفس کہنے لگے: ہائے افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی۔'' یعنی توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف انابت میں کوتاہی کرنے والا مجرم قیامت کے دن حسرت اور افسوس کا اظہار کرے گا اور خواہش کرے گا: اے کاش! وہ محسن، مخلص اور اللہ تعالیٰ کے مطیع وفرماں بردار بندوں میں سے ہوتا۔ ﴿ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ۝۵۶ ﴾ ''اور بے شک میں تو ہنسی مذاق کرنے والوں میں سے تھا۔'' یعنی دنیا میں میرا طرز عمل مذاق اڑانے اور استہزا کرنے والے کی طرح تھا، یقین اور تصدیق کرنے والے کی طرح نہ تھا۔ ﴿ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۝۵۷ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۝۵۸ ﴾ ''یا یہ کہے: اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں یقیناً پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا جب عذاب دیکھ لے تو کہے: کاش! میرے لیے ایک بار لوٹنا ہوتو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں گا۔'' یعنی وہ خواہش کرے گا کہ اے کاش! اسے ایک بار دنیا میں پھر لوٹا دیا جائے تو وہ نیک عمل کرے گا۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کے کہنے سے پہلے ہی یہ بیان فرمادیا ہے کہ وہ کیا کہیں گے اور ان کے عمل سے پہلے ہی یہ بتا دیا ہے کہ وہ کیا عمل کریں گے۔ ﴿ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ۝ ﴾ (فاطر 14:35) ''اور خوب باخبر (اللہ) کی طرح تمھیں کوئی خبر نہیں دے گا۔'' (جیسا کہ اس نے یہ خبر دی:) ﴿ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ۝۵۶ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۝۵۷ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۝۵۸ ﴾ ''(ایسا نہ ہو) کہ کوئی نفس کہے: ہائے افسوس! اس پر جو میں نے اللہ کے حق میں کوتاہی کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں میں سے تھا۔ یا وہ (یہ) کہے: اگر اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیزگاروں میں سے ہو جاتا۔ یا جب وہ عذاب دیکھے تو کہے: کاش! میرے لیے ایک بار لوٹنا ہوتو میں نیکوکاروں میں سے ہو جاؤں گا۔''[3]

---

[1] مسند أحمد: 414/5. [2] صحيح مسلم، التوبة، باب سقوط الذنوب......، حديث: 2748 وجامع الترمذي، الدعوات، باب [لولا أنكم تذنبون......]، حديث: 3539. [3] تفسير الطبري: 26/24.

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

اور آپ روز قیامت انھیں دیکھیں گے جنھوں نے (دنیا میں) اللہ پر جھوٹ باندھا کہ ان کے منہ کالے ہوں گے، کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا جہنم میں

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿60﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿61﴾

نہیں ﴿60﴾ اور جن لوگوں نے تقوی اختیار کیا، اللہ انھیں ان کی کامیابی کے سبب نجات دے گا۔ انھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿61﴾

امام احمد رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ أَهْلِ النَّارِ يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُ: لَوْ أَنَّ اللّٰهَ هَدَانِي، فَيَكُونُ عَلَيْهِ حَسْرَةً، قَالَ: وَ كُلُّ أَهْلِ الْجَنَّةِ يَرٰى مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ، فَيَقُولُ: لَوْلَا أَنَّ اللّٰهَ هَدَانِي، قَالَ: فَيَكُونُ لَهُ شُكْرًا] ”اہل دوزخ میں سے ہر شخص جنت میں بھی اپنی جگہ دیکھے گا اور کہے گا: اے کاش! اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت عطا فرما دیتا۔ یہ بات اس کے لیے باعث حسرت ہوگی۔ آپ نے فرمایا: اور اہل جنت میں سے بھی ہر شخص دوزخ میں اپنی جگہ دیکھے گا، پھر کہے گا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت عطا نہ فرمائی ہوتی (تو دوزخ میں میرا ٹھکانا ہوتا۔) یہ بات اس کے لیے شکر کا باعث ہوگی۔“[1] اور اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[2] جب مجرم لوگ دنیا کی طرف واپس لوٹنے کی تمنا کریں گے اور حسرت و افسوس کا اظہار کریں گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق اور اس کے رسولوں کی تصدیق نہ کی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرمائیں گے: ﴿ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿59﴾ ﴾ ”کیوں نہیں! میری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں مگر تو نے اُنھیں جھٹلایا اور تو نے تکبر کیا اور تو کافروں میں سے تھا۔“ یعنی اپنے گناہوں پر حسرت و ندامت کرنے والے بندے! دنیا میں تیرے پاس میری آیتیں پہنچ گئی تھیں اور تمام دلائل و براہین تیرے سامنے واضح ہو گئے تھے مگر تو نے تکذیب کی اور ان کی اتباع کی بجائے تکبر کیا اور کافروں اور منکروں میں سے ہو گیا تھا۔

تفسیر آیات: 61,60

اللہ کو جھٹلانے والوں اور ماننے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کچھ چہرے سیاہ اور کچھ سفید ہوں گے، اہل افتراق و اختلاف کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے اور اہل سنت والجماعت کے چہرے روشن اور منور ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ ﴾ ”اور آپ قیامت کے دن دیکھیں گے کہ جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔“ یعنی جنھوں نے اللہ کا شریک اور بیٹا بنایا تو اس کذب و افترا کی وجہ سے ان کے چہرے کالے سیاہ ہو رہے ہوں گے۔ ﴿ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿60﴾ ﴾ ”کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے؟“ یعنی کیا جہنم ان کے لیے قید خانے اور ٹھکانے کے طور پر کافی نہیں ہے، وہ ان کے لیے تکبر، سرکشی اور تسلیم حق سے انکار کے سبب موجب ذلت و رسوائی ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ ﴾ ”اور اللہ ان لوگوں کو جنھوں نے تقوی اختیار کیا ان کی

---

[1] مسند أحمد: 512/2. [2] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَالْأَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (الزمر 67:39): 447/6، حديث : 11454 .

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ؗ وَّهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿62﴾ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿62﴾ اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا، وہی

وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿63﴾ ع قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ

لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں ﴿63﴾ کہہ دیجیے: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کے بارے میں حکم دیتے ہو کہ میں (ان کی) عبادت کروں؟ ﴿64﴾ اور بلاشبہ

اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿64﴾ وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ

آپ کی طرف اور ان لوگوں (نبیوں) کی طرف، جو آپ سے پہلے ہوئے، (یہ) وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال ضرور ضائع

لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿65﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿66﴾

ہو جائیں گے اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے ﴿65﴾ بلکہ آپ اللہ ہی کی عبادت کریں اور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں ﴿66﴾

کامیابی کی وجہ سے نجات دے گا۔'' یعنی اس سعادت و کامیابی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں لکھ رکھی تھی۔ ﴿ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ ﴾ ''انھیں کوئی برائی نہیں پہنچے گی۔'' یعنی قیامت کے دن، ﴿ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿61﴾ ﴾ ''اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' یعنی بڑی گھبراہٹ کے وقت وہ غمگین نہیں ہوں گے بلکہ ہر قسم کے غم و فکر سے امن میں ہوں گے، ہر شر سے انھیں بچا لیا جائے گا اور ہر خیر و بھلائی کو وہ حاصل کر لیں گے۔

تفسیر آیات: 62-66

اللہ تعالیٰ ہی خالق و متصرف ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام اشیاء کا خالق، پروردگار، مالک اور متصرف ہے اور ہر چیز اسی کی تدبیر اور اسی کے غلبہ و تسلط کے تحت ہے۔ ﴿ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ''اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ ﴿ مَقَالِیْدُ ﴾ فارسی زبان میں کنجیوں کو کہتے ہیں،[1] قتادہ، ابن زید اور سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] اور سدّی نے کہا ہے: ﴿ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ کے معنی آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں۔[3] ان دونوں قولوں کے مطابق معنی یہ ہیں کہ تمام امور اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں، ساری بادشاہت اسی کی ہے، ساری تعریف بھی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ﴾ ''اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔'' آیتوں سے مراد دلائل و براہین ہیں، ﴿ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿63﴾ ﴾ ''وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿64﴾ ﴾ ''کہہ دیجیے: اے نادانو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟'' مفسرین نے اس آیت کریمہ کے سبب نزول کے طور پر وہ روایت ذکر کی ہے جسے امام ابن ابوحاتم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ مشرکین نے از راہِ جہالت رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی کہ آپ ان کے معبودوں کی عبادت کریں اور وہ آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں:

---

[1] تفسیر الطبری: 19/25. [2] تفسیر الطبری: 30/24. [3] تفسیر الطبری: 30/24.

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ

اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے، اور قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، اور آسمان بھی اس کے

بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿67﴾

دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے، وہ پاک ہے اور اس شرک سے بالاتر ہے جو وہ کرتے ہیں ﴿67﴾

﴿ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿64﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿65﴾ ﴾ ”کہہ دیجیے: اے نادانو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کروں؟ اور (اے محمد!) یقیناً آپ کی طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو آپ سے پہلے تھے، یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے عمل یقیناً ضائع ہو جائیں گے اور آپ البتہ ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“ یہ آیت کریمہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (الأنعام 6:88) ”اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿66﴾ ﴾ ”بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔“ یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک کے لیے اخلاص کے ساتھ عبادت کرو، تم بھی اور وہ سب بھی جو تمھاری اتباع و تصدیق کریں۔

تفسیر آیت: 67

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی قدر شناسی نہ کی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ ”اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔“ یعنی مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر شناسی نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی، اس لیے انھوں نے اس کے ساتھ غیر اللہ کی پوجا شروع کر دی، حالانکہ وہ ذات پاک اس قدر عظیم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عظیم نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے اور ہر چیز اسی کے قبضہ و قدرت کے تحت ہے۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ قریش کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی اس طرح تعظیم نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی۔[2] محمد بن کعب نے کہا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح قدر شناسی کرتے جس طرح اس کی ذات پاک کے شایانِ شان ہے تو وہ اس کی تکذیب نہ کرتے۔[3] علی بن ابو طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ ان کفار کے بارے میں ہے جن کا اس بات پر ایمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر قدرت حاصل ہے کیونکہ جو شخص اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کی اُسی طرح قدر شناسی کی جس طرح کرنی چاہیے تھی۔[4]

اس آیت کریمہ سے متعلق بہت سی احادیث بھی وارد ہیں۔ اس طرح کی آیات کے بارے میں سلف کا مذہب یہ ہے کہ

① تفسیر ابن أبي حاتم: 1341/4. ② تفسیر الطبري: 32/24. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 1341/4. ④ تفسیر الطبري: 32/24 و تفسیر ابن أبي حاتم: 1341/4.

یہ جس طرح آئی ہیں، کسی تکییف وتحریف کے بغیران پراسی طرح ایمان لایا جائے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے ارشاد باری تعالیٰ:
﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ کے بارے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اوراس نے عرض کی: اے محمد (ﷺ!) ہم یہ پاتے ہیں کہ اللہ عزوجل ساتوں آسمانوں کو اپنی ایک انگلی پر اٹھالے گا، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر، پانی اور گیلی مٹی کو ایک انگلی پر، تمام مخلوق کو ایک انگلی پر اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ! اس یہودی عالم کی بات سن کر اس کی تصدیق کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے حتی کہ آپ کی مبارک داڑھیں نمایاں ہوگئیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''اورانھوں نے اللہ کی (اس طرح) قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی۔''[1] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں اس کے علاوہ دوسرے مقام پر بھی روایت فرمایا ہے۔[2] اسے امام احمد اور مسلم نے اور ترمذی ونسائی نے اپنی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں بھی روایت کیا ہے۔[3]

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان فرماتے ہوئے سنا: [يَقْبِضُ اللّٰهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاوَاتِ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟] ''اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ! کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟'' اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے[4] جبکہ امام مسلم نے اسے دوسرے طریق سے بیان فرمایا ہے۔[5]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک اور جگہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ يَقْبِضُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَرْضَ وَتَكُونُ السَّمٰوَاتُ بِيَمِينِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ] ''یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن زمینوں کو اپنی مٹھی میں لے لے گا، آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور وہ فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ۔'' اسے اس طرح صرف امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے روایت فرمایا ہے[6] اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله : ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ (الزمر39:67)، حديث :4811. [2] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴾ (ص38:75)، حديث :7414، 7415، و7513. [3] مسند أحمد:429/1 و صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث : 2786 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الزمر، حديث : 3238 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾ 446/6، حديث :11450. [4] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ﴾ (الزمر39:67)، حديث :4812. [5] صحيح مسلم صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث :2787. [6] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴾ (ص38:75)، حديث : 7412.

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ

اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے بے ہوش ہو جائے گا سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، پھر اس میں دوسری بار پھونکا جائے

اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۞68 وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ

گا تو وہ یکا یک کھڑے (ہو کر) دیکھنے لگیں گے 68 اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی، اور (عملوں کی) کتاب رکھی جائے گی، اور انبیاء اور گواہ

بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۞69 وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ

لائے جائیں گے، اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا، اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا 69 اور ہر شخص نے جو عمل کیا ہوگا اسے اس کا پورا پورا

ع 7/7 4 مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۞70 ع

اجر دیا جائے گا، اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے 70

بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞67﴾ ''اور انھوں نے اللہ کی (اس طرح) قدر نہیں کی جیسا اس کی قدر کرنے کا حق ہے اور قیامت کے دن ساری کی ساری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے (اور) وہ اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں پاک ہے اور عالی شان ہے۔'' اور رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھ کے اشارے سے ہاتھ کو آگے پیچھے کرتے ہوئے فرما رہے تھے: [يُمَجِّدُ الرَّبُّ نَفْسَهُ: أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ، أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا الْعَزِيزُ، أَنَا الْكَرِيمُ] ''اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی (اس طرح) بزرگی بیان فرمائے گا کہ میں ہوں جبار! میں ہوں متکبر! میں ہوں بادشاہ! میں ہوں غالب اور میں ہوں کرم فرمانے والا!'' رسول اللہ ﷺ (یہ کلمات اس قدر جوش وخروش کے ساتھ بیان فرما رہے تھے) کہ منبر رسول اللہ ﷺ سمیت ہلنے لگ گیا حتی کہ ہم نے کہا کہ منبر کہیں آپ کو گرا ہی نہ دے[1] اور امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی عبید اللہ بن مِقْسَم کے واسطے سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس سے ملتی جلتی ایک حدیث بیان کی ہے۔[2]

تفسیر آیات: 68-70

صور میں پھونکنے، فیصلے اور بدلے کا بیان: اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولنا کیوں، اس دن کی عظیم الشان نشانیوں اور ہولناک زلزلوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ﴾ ''اور (جب) صور میں پھونکا جائے گا تو جو (لوگ) آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں ہلاک ہو جائیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔'' یہ نفخۂ ثانیہ کا ذکر ہے جو ہلاک کر دینے والا نفخہ ہوگا، اس نفخے میں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے سب زندہ لوگ مر جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے جیسا کہ مشہور حدیثِ صور میں وضاحت وصراحت کے ساتھ اس کا

[1] مسند أحمد: 72/2 وصحيح ابن حبان، إخباره ﷺ عن مناقب الصحابة، ذكر الإخبار عن تمجيد الله......: 322/16، حديث: 7327. [2] صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة......، حديث: (25)-2788 والسنن الكبرى للنسائي، النعوت، باب الجبار: 401,400/4، حديث: 7689 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر البعث، حديث: 4275.

ذکر آیا ہے۔① پھر اللہ تعالیٰ باقی لوگوں کی روحوں کو قبض فرمائے گا حتی کہ سب سے آخر میں ملک الموت کی روح کو قبض فرمائے گا اور اس وقت صرف اس حی وقیوم کی ذات پاک باقی ہوگی جو سب سے اول تھا، اسی طرح بقاودوام کے اعتبار سے بھی وہ سب سے آخر ہوگا اور فرمائے گا: ﴿ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ ﴾ (المؤمن 16:40) ''آج کس کی بادشاہی ہے؟'' وہ تین بار فرمائے گا، پھر اپنے آپ کو جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ ﴾ (المؤمن 16:40) ''اللہ کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔'' میں اکیلا ہی تھا، میں نے ہر چیز کو مغلوب کر دیا اور میں نے ہر چیز کو فنا کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ سب سے پہلے اسرافیل کو زندہ کریں گے اور انھیں حکم دیں گے کہ وہ ایک بار پھر صور میں پھونکیں، یہ نفخۂ ثالثہ ہوگا جو دوبارہ زندہ کر کے اٹھانے کے لیے ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝ ﴾ ''پھر دوسری دفعہ اس میں پھونکا جائے گا تو یکا یک وہ کھڑے دیکھتے ہوں گے۔'' یعنی بوسیدہ ہڈیاں بننے کے بعد وہ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے اور کھڑے ہو کر قیامت کے دن کی ہولناکیوں کو دیکھنے لگیں گے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ''پس وہ صرف ایک ہی ڈانٹ ہوگی، تو یکا یک وہ (سب) کھلے میدان (حشر) میں ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ ﴾ (بنی إسرآءیل 52:17) ''جس دن وہ تمھیں بلائے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ تعمیل کرو گے اور خیال کرو گے کہ تم (دنیا میں) بہت ہی کم (مدت) رہے۔'' اور فرمایا:

﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ ﴾ (الروم 25:30) ''اور اُسی کے نشانات میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمھیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی دفعہ پکارے گا تو اچانک تم سب نکل پڑو گے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہا کہ تم کہتے ہو کہ قیامت فلاں وقت قائم ہوگی؟ انھوں نے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم سے کوئی چیز بیان نہ کیا کروں، میں نے تو یہ کہا تھا کہ تم تھوڑے عرصے بعد ایک امر عظیم دیکھ لو گے، پھر عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے:

[يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي (فَيَمْكُثُ) فِيهِمْ أَرْبَعِينَ۔ لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً، أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا۔ فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ عليه السلام، كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ الثَّقَفِيُّ، فَيَظْهَرُ، فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَلْبَثُ النَّاسُ بَعْدَهُ سِنِينَ سَبْعًا، لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقٰى أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتّٰى لَوْأَنَّ أَحَدَهُمْ كَانَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ

① دیکھیے کتاب العظمة للأصبهانی : 821/3-837، حدیث: 386 و الأحادیث الطوال للطبرانی، حدیث الصور: 104-114، حدیث : 48. حدیث صور ضعیف ہے جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے شرح العقیدۃ الطحاویۃ : 232 کی تخریج میں نقل کیا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیثِ صور مرسل ہے اور صحیح نہیں ہے۔ (الکامل لابن عدی : 453,452/1) تاہم اس میں مذکور بعض باتوں کی صحیح احادیث سے تائید ہوتی ہے۔

لَّدَخَلَتْ عَلَيْهِ، قَالَ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ: وَيَبْقٰى شِرَارُ النَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَّلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا، قَالَ: فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ، فَيَقُولُ: أَلَا تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِالْأَوْثَانِ فَيَعْبُدُونَهَا، وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارَّةٌ أَرْزَاقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰى لَهُ، وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهُ رَجُلٌ يَّلُوطُ حَوْضَهُ، فَيَصْعَقُ، ثُمَّ لَا يَبْقٰى أَحَدٌ إِلَّا صَعِقَ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ أَوْ يُنْزِلُ اللّٰهُ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِالظِّلُّ۔ نُعْمَانُ الشَّاكُّ۔ فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرٰى، فَإِذَاهُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُونَ، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: يَاأَيُّهَا النَّاسُ! هَلُمُّوا إِلٰى رَبِّكُمْ ﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت 37: 24)، قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ، قَالَ: فَيُقَالُ: كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تِسْعَ مِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ، فَيَوْمَئِذٍ يُّبْعَثُ الْوِلْدَانُ شِيبًا، وَّيَوْمَئِذٍ يُّكْشَفُ عَنْ سَاقٍ]

’’دجال میری امت میں نکلے گا اور ان میں چالیس تک رہے گا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال یا چالیس راتیں فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرما دیں گے، وہ گویا اس طرح ہیں جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوں گے تو (اللہ تعالیٰ) دجال کو ہلاک فرما دے گا، پھر اس کے بعد سات سال تک لوگ اس طرح رہیں گے کہ دو آدمیوں کے مابین عداوت نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا اور کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہو مگر اس کی روح کو قبض کرے گی حتی کہ اگر کوئی کسی پہاڑ کی چٹان کے اندر ہوا تو وہ ہوا وہاں بھی اس پر داخل ہو جائے گی۔ عبداللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بھی بیان فرماتے ہوئے سنا کہ بدترین قسم کے لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں کی طرح ہلکے اور درندوں کی عادات جیسے ہوں گے،[1] نہ نیکی کو اچھا سمجھیں گے اور نہ برائی کو برا جانیں گے، راوی نے کہا کہ شیطان ان کے سامنے آئے گا اور کہے گا کیا تم میری بات مانو گے؟ وہ انھیں بتوں کی عبادت کا حکم دے گا تو وہ ان کی عبادت شروع کر دیں گے، اس حال میں ان کے ہاں رزق کی بھی فراوانی ہوگی اور ان کی زندگی بھی اچھی بسر ہو رہی ہوگی، پھر صور میں پھونکا جائے گا جو بھی آواز سنے گا وہ اس کی طرف کان لگا دے گا، سب سے پہلے جو شخص اس کی آواز سنے گا وہ اپنا حوض درست کر رہا ہوگا، وہ آواز سن کر ہلاک ہو جائے گا، پھر ہر شخص ہلاک ہو جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو شبنم کی طرح ہوگی۔ نعمان کو شک ہے کہ آپ نے شاید یہ فرمایا کہ وہ سایہ کی طرح ہوگی۔ اس سے لوگوں کے جسم اگنے لگیں گے، پھر دوسری مرتبہ اس میں پھونک ماری جائے گی تو فوراً وہ کھڑے ہو کر دیکھتے ہوں گے، پھر کہا جائے گا کہ لوگو! اپنے رب کی طرف چلو ﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت 37: 24) ’’اور تم انھیں ٹھہراؤ، بلاشبہ یہ باز پرس کیے جائیں گے۔‘‘ پھر کہا جائے گا کہ آگ کا حصہ نکالو، آپ نے فرمایا کہ کہا جائے گا: کتنا

---

[1] اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ شرارتوں کی طرف جلدی کرنے اور نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے میں پرندوں کی پرواز کی طرح تیز ہوں گے اور فتنہ و فساد کرنے اور عداوت اور ایک دوسرے پر ظلم کرنے میں ان کے اخلاق و عادات جنگلی درندوں کی طرح ہوں گے۔ (إكمال المعلم بفوائد مسلم، الفتن، باب في خروج الدجال و مكثه......: 494/8، تحت الحديث: 2940).

حصہ؟ تو جواب دیا جائے گا: ہر ایک ہزار میں سے نوسو ننانوے، پس یہ وہ دن ہو گا کہ بچوں کو بوڑھا کر کے اٹھایا جائے گا اور اس دن پنڈلی سے کھولا جائے گا۔"[1] اس حدیث کو صرف امام مسلم رحمہ اللہ ہی نے صحیح میں روایت کیا ہے۔[2]

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے تھے کہ آپ نے فرمایا: [مَابَيْنَ النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ] "دونوں نفخوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہو گا۔" لوگوں نے عرض کی: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! چالیس دن؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، انھوں نے کہا کہ چالیس سال؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، انھوں نے کہا کہ چالیس مہینے؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں انکار کرتا ہوں، (نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:) [وَيَبْلٰى كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْإِنْسَانِ إِلَّا عَجْبَ ذَنَبِهِ، فِيهِ يُرَكَّبُ الْخَلْقُ] "اور ریڑھ کی ہڈی (دمچی) کے سوا انسان کی ہر چیز بوسیدہ ہو جاتی ہے اور اسی سے اسے دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔"[3]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا ﴾ "اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اُٹھے گی۔" یعنی جب حق تعالیٰ جل وعلا فیصلہ فرمانے کے لیے قیامت کے دن مخلوقات کے سامنے جلوہ افروز ہوں گے تو تجلی انوار ربانی سے زمین چمک اُٹھے گی، ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ ﴾ "اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی۔" قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿ وُضِعَ الْكِتٰبُ ﴾ میں کتاب سے مراد کتابِ اعمال ہے۔[4] ﴿ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ ﴾ "اور پیغمبر لائے جائیں گے۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ امتوں کے خلاف گواہی دیں گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات ان تک پہنچا دیے تھے۔[5] ﴿ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ "اور گواہ۔" یعنی وہ فرشتے جو بندوں کے اچھے اور برے اعمال کے محافظ ہیں۔ ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ ﴾ "اور ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا۔" یعنی عدل کے ساتھ ﴿ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ "اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔"

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ ﴾ (الأنبيآء 21: 47) "اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازوئیں رکھیں گے، پھر کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہو گا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔"

اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:40) "بلاشبہ اللہ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی (کی) ہو تو وہ اسے دگنا کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم دے گا۔" اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ ﴾ "اور ہر نفس کو جو اس نے کیا ہو گا (اس کا

---

① مسند أحمد: 166/2 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الفتن......، باب فی خروج الدجال و مکثه فی الأرض......، حدیث: 2940 . ② صحیح مسلم، الفتن......، باب فی خروج الدجال ومکثه فی الأرض ......، حدیث: 2940.

③ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ (الزمر39: 68)، حدیث: 4814 .

④ تفسیر الطبری: 42/24. ⑤ تفسیر الطبری: 42/24 .

وَسِيقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ

اور جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے، حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں

خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

گے، اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: کیا تمھارے پاس تمھی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر تمھارے رب کی آیتیں پڑھتے تھے اور تمھیں

قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿71﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

تمھاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن کافروں پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ﴿71﴾ (انھیں) کہا جائے گا: تم جہنم کے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿72﴾

دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں (تم) ہمیشہ رہو گے، چنانچہ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا بہت برا ہے ﴿72﴾

بدلہ) پورا پورا دیا جائے گا'' خواہ عمل اچھا ہو یا برا، ﴿ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿70﴾ ﴾ ''اور وہ اسے خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔''

تفسیر آیات: 72,71

کفار کو جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا: اللہ تعالیٰ نے بدبخت کفار کے حال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھیں بہت سختی کے ساتھ جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا اور انھیں شدید ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کی جائے گی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ ﴾ (الطور 13:52) ''جس دن وہ آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے۔'' یعنی انھیں نہایت سختی کے ساتھ دھکیل کر لے جائیں گے اور پیاس کی شدت کے باعث ان کا بہت برا حال ہو رہا ہو گا جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۙ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۘ ﴾ (مریم 86,85:19) ''جس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمان کی طرف بطور مہمان جمع کریں گے اور گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔'' اور اس حال میں وہ بہرے، گونگے اور اندھے ہوں گے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے چہروں کے بل چل رہے ہوں گے ﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 97:17) ''اور ہم اُنھیں قیامت کے دن ان کے چہروں کے بل اکٹھا کریں گے، اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ (آگ) بجھنے لگے گی تو ہم ان کے لیے آگ کا بھڑکاؤ زیادہ کر دیں گے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔'' یعنی ان کے وہاں پہنچتے ہی جلدی سے جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے تاکہ انھیں جلد عذاب دیا جائے تو ان سے موکلانِ دوزخ، جو بڑے تندخو اور سخت مزاج ہیں، سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ ﴾ ''کیا تمھارے پاس تمھی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے؟'' یعنی جو تمھاری ہی جنس میں

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ

اور جولوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ہوں گے، وہ جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جائے جائیں گے، حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچیں گے تو اس

اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿73﴾

کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اور اس کے دربان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس تم اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ ﴿73﴾

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ

اور وہ کہیں گے: سب تعریف اس اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم سے (کیا ہوا) اپنا وعدہ سچا کر دکھایا، اور ہمیں اس سرزمین (بہشت) کا وارث بنا دیا، ہم

حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿74﴾

جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنائیں، چنانچہ عمل کرنے والوں کا اجر و ثواب بہت اچھا ہے ﴿74﴾

سے تھے تاکہ تمھارے لیے ان سے بات کرنا اور رہنمائی حاصل کرنا ممکن ہو، ﴿ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ ﴾ ''جو تم پر تمھارے پروردگار کی آیتیں پڑھتے تھے۔'' اور انھوں نے تمھیں جس چیز کی دعوت دی تھی اس کے صحیح ہونے پر دلائل و براہین قائم کرتے تھے۔ ﴿ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ ﴾ ''اور وہ تمھیں تمھاری اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔'' یعنی آج کے اس دن کے شر سے تمھیں ڈراتے تھے تو کفار ان فرشتوں کو جواب دیں گے: ﴿ بَلٰى ﴾ ''کیوں نہیں!'' اللہ کے پیغمبر ہمارے پاس آئے تھے اور انھوں نے ہمیں ڈرایا اور ہمارے خلاف دلائل و براہین کو قائم کیا تھا۔ ﴿ وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿71﴾ ﴾ ''اور لیکن کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو گئی تھی۔'' یعنی ہم نے ان کی تکذیب کی اور اپنی اس بدبختی کی وجہ سے جس کے ہم مستحق تھے، ہم نے ان کی مخالفت کی اور حق کے بجائے باطل کی طرف مائل ہو گئے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے ان کے بارے ایک دوسری آیت میں بھی فرمایا ہے: ﴿ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ○ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ○ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ ﴾ (الملك 67:8-10) ''جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو ان سے اس (دوزخ) کے داروغے پوچھیں گے: کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے پاس ڈرانے والا ضرور آیا تھا پس ہم نے اسے جھٹلا دیا اور کہا: اللہ نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو اور وہ کہیں گے: اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔'' یعنی وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرتے ہوئے ندامت کا اظہار کریں گے، ﴿ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ○ ﴾ (الملك 67:11) ''پھر وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں گے، سو دوزخیوں کے لیے دوری ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کے لیے دوری ہے اور یہ بہت بڑا خسارا ہے۔

اور یہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ ﴾ ''کہا جائے گا: تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے۔'' اور جو بھی انھیں دیکھے گا تو ان کے حال کو معلوم کر لے گا اور ان کے بارے میں گواہی دے گا کہ وہ واقعی مستحق عذاب ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس قول کو کسی متعین قائل کی طرف منسوب نہیں کیا گیا بلکہ

اسے مطلق رکھا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ساری کائنات اس بات کی گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عادل و خبیر نے ان کے بارے میں جو فیصلہ فرمایا ہے وہ اسی کے مستحق ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ قِيۡلَ ادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ﴾ ’’کہا جائے گا: تم دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہو گے۔‘‘ یعنی ہمیشہ اسی میں رہو گے اور کبھی یہاں سے نکل نہ سکو گے اور نہ اس سے تمھاری جان چھوٹے گی۔ ﴿ فَبِئۡسَ مَثۡوَى الۡمُتَكَبِّرِيۡنَ ۝ ﴾ ’’پس تکبر کرنے والوں کا یہ برا ٹھکانا ہے۔‘‘ تمھارا یہ بہت برا ٹھکانا اور بہت برا انجام ہے، اس لیے کہ تم نے دنیا میں تکبر کیا، حق کی اتباع سے انکار کیا اور اسی تکبر اور انکار نے تمھیں اس حال تک پہنچا دیا ہے جو بدترین انجام ہے۔

تفسیر آیات: 74,73

گروہ در گروہ جنت میں داخلہ اور نبی ﷺ کے شرف و فضل کا ایک عظیم پہلو: اب اللہ تعالیٰ نے سعادت مند مومنوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں عزت و احترام کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جائے گا ﴿ زُمَرًا ﴾ ’’گروہ گروہ۔‘‘ یعنی ایک کے بعد دوسری جماعت کو، پہلے مقربین کو، پھر ابرار کو، پھر انھیں جن کا درجہ ان کے بعد ہوگا، پھر ان کے بعد کے درجے والوں کو۔ ہر گروہ اپنے مناسب حال لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ انبیاء کرام انبیاء کے ساتھ، صدیقین صدیقین کے ساتھ، شہداء شہداء کے ساتھ، علماء علماء کے ساتھ، ہر جماعت اپنے جیسی جماعت کے ساتھ اور ہر گروہ اپنی جنس کے لوگوں کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔

﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوۡهَا ﴾ ’’یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس آئیں گے۔‘‘ یعنی پل صراط عبور کرنے کے بعد جب وہ جنت کے دروازوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس سے قبل انھیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر کھڑا کیا جائے گا تاکہ اس ظلم و زیادتی کا بدلہ لیا جائے جو انھوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر کی ہوگی حتی کہ جب انھیں پاک صاف کر دیا جائے گا تب انھیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی۔ حدیث صور میں یہ بھی آیا ہے کہ مومن جب جنت کے دروازوں تک پہنچ جائیں گے تو وہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ کون ان کے لیے جنت میں داخل ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کرے، وہ باری باری آدم، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ، پھر عیسیٰ، پھر حضرت محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيۡهِمۡ أَجۡمَعِينَ کے پاس جائیں گے جیسا کہ وہ میدان حشر میں بھی باری باری ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے تاکہ وہ سفارش کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلہ فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہو جائے اور تاکہ ان تمام مختلف مقامات پر بھی یہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو تمام انسانوں پر شرف و فضل عطا فرمایا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنَا أَوَّلُ شَفِيعٍ فِي الۡجَنَّةِ] ’’میں جنت کے بارے میں سب سے پہلا سفارش کرنے والا ہوں گا۔‘‘[1] مسلم ہی کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: [وَأَنَا أَوَّلُ مَنۡ يَقۡرَعُ بَابَ الۡجَنَّةِ] ’’اور جنت کے دروازے پر سب سے پہلے میں دستک دوں گا۔‘‘[2] امام احمد رحمہ اللہ

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب في قول النبي ﷺ: [أنا أوّل الناس يشفع......]، حديث: (332)-196. [2] صحيح مسلم، الإيمان، باب في قول النبي ﷺ: [أنا أوّل الناس يشفع......]، حديث: (331)-196 عن أنس رضي الله عنه.

نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [آتِي بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَسْتَفْتِحُ، فَيَقُولُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ: فَأَقُولُ: مُحَمَّدٌ، قَالَ: يَقُولُ: بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَّا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ] ''میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اسے کھلواؤں گا، تو خازن پوچھے گا: تم کون ہو؟ میں کہوں گا: میں محمد ہوں، آپ نے فرمایا کہ خازن کہے گا کہ مجھے یہی حکم دیا گیا تھا کہ میں آپ سے پہلے کسی کے لیے نہ کھولوں۔''[1] اور اسے امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَلِجُ الْجَنَّةَ صُوَرُهُمْ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، لَا يَبْصُقُونَ فِيهَا، وَلَا يَمْتَخِطُونَ فِيهَا، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ فِيهَا، آنِيَتُهُمْ وَأَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ وَالْفِضَّةُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ زَوْجَتَانِ، يُرٰى مُخُّ سَاقِهِمَا مِنْ وَّرَاءِ اللَّحْمِ مِنَ الْحُسْنِ، لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ، قُلُوبُهُمْ عَلٰى قَلْبٍ وَّاحِدٍ، يُسَبِّحُونَ اللّٰهَ بُكْرَةً وَّعَشِيًّا] ''پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی، ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی، وہ نہ اس میں تھوکیں گے، نہ کھنگاریں گے اور نہ بول و براز کریں گے، ان کے برتن اور کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا، ان میں سے ہر ایک کو دو دو ایسی بیویاں ملیں گی کہ حسن کی وجہ سے گوشت کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کی چربی تک نظر آتی ہوگی، ان میں آپس میں کوئی اختلاف اور بغض نہ ہوگا، ان سب کے دل ایک دل جیسے ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں گے۔''[3] اور اسے بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[4]

اور حافظ ابو یعلی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَوَّلُ زُمْرَةٍ يَّدْخُلُونَ الْجَنَّةَ عَلٰى صُورَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، وَالَّذِينَ يَلُونَهُمْ عَلٰى (ضَوْءِ) أَشَدِّ كَوْكَبٍ دُرِّيٍّ فِي السَّمَاءِ إِضَاءَةً، لَّا يَبُولُونَ، وَلَا يَتَغَوَّطُونَ، وَلَا يَمْتَخِطُونَ، أَمْشَاطُهُمُ الذَّهَبُ، وَرَشْحُهُمُ الْمِسْكُ، وَمَجَامِرُهُمُ الْأَلُوَّةُ، وَأَزْوَاجُهُمُ الْحُورُ الْعِينُ۔ أَخْلَاقُهُمْ عَلٰى خُلُقِ (رَجُلٍ) وَّاحِدٍ، عَلٰى صُورَةِ أَبِيهِمْ آدَمَ، سِتُّونَ ذِرَاعًا فِي السَّمَاءِ] ''سب سے پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند جیسی ہوں گی اور جو ان کے بعد ہوں گے ان کی جگمگاہٹ آسمان میں سب سے زیادہ جگمگانے والے ستارے کی طرح ہوگی، وہ نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ، نہ تھوکیں گے اور نہ کھنگاریں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا پسینہ کستوری کی طرح ہوگا، ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگتا ہوگا، ان کی بیویاں حور عین ہوں گی، ان سب کے اخلاق ایک ہی شخص جیسے ہوں گے، ان سب کی صورت اپنے باپ

---

① مسند أحمد: 136/3. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب في قول النبي ﷺ: [أنا أول الناس يشفع في الجنة......]، حديث: 197. ③ مسند أحمد: 316/2. ④ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة......، حديث: 3245 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في صفات الجنة وأهلها......، حديث: (17)-2834.

حضرت آدم علیہ السلام جیسی ہوگی اوران کے قد ساٹھ ہاتھ بلند ہوں گے۔'' ① اور امام بخاری و مسلم نے بھی یہ حدیث بطریق جریر روایت کی ہے۔ ②

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي زُمْرَةٌ، هُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا، تُضِيءُ وُجُوهُهُمْ إِضَاءَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ] ''میری امت سے ایک جماعت جنت میں داخل ہوگی جن کی تعداد ستر ہزار ہوگی، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح منور ہوں گے۔'' عکاشہ بن محصن نے کھڑے ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنادے، آپ نے دعا فرمائی:[اَللّٰهُمَّ! اِجْعَلْهُ مِنْهُمْ] ''اے اللہ! اسے ان میں سے بنادے'' پھر ایک انصاری شخص نے بھی کھڑے ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے بنادے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ] ''اس بارے میں عکاشہ تم سے سبقت لے گیا ہے۔'' ③ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور بغیر حساب ستر ہزار امتیوں کے جنت میں داخلے کے متعلق اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے ابن عباس، ④ جابر بن عبداللہ، ⑤ عمران بن حصین، ⑥ ابن مسعود، رفاعہ بن عرابہ جہنی اور ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہم ⑦ سے روایت کیا ہے، نیز بخاری و مسلم ہی میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا۔أَوْ سَبْعُمِائَةِ أَلْفٍ۔......آخِذٌ بَعْضُهُمْ بِبَعْضٍ، حَتّٰى يَدْخُلَ أَوَّلُهُمْ وَآخِرُهُمُ الْجَنَّةَ، وَوُجُوهُهُمْ عَلٰى (صُورَةِ)الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ] ''میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ اس طرح داخل ہوں گے...... کہ انھوں نے ایک دوسرے کو پکڑا ہوگا حتی کہ ان میں سے پہلا اور آخری انسان سب جنت میں داخل

---

① مسند أبي يعلى الموصلي : 471,470/10، حديث: 6084، البتہ پہلی قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة الجنة، حديث: 4333 کے مطابق اور دوسری قوسین والا لفظ صحيح البخاري، أحاديث الأنبيآء، باب خلق آدم وذريته، حديث: 3327 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب أول زمرة تدخل الجنة......، حديث: (15)-2834 میں ہے۔ ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبيآء، باب خلق آدم وذريته، حديث : 3327 و صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها ......، باب أول زمرة تدخل الجنة......، حديث : (15)-2834. ③ صحيح البخاري، اللباس، باب البرود والحبر والشملة، حديث : 5811 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة......، حديث :(369)-216 واللفظ له. ④ صحيح البخاري، الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب، حديث : 6541 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين الجنة بغير حساب......، حديث: 220. ⑤ صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة......، حديث : 191. ⑥ صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين......، حديث : 218 . ⑦ اس بارے میں حضرت ابن مسعود، رفاعہ بن عرابہ جہنی اور ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہم کی روایات صحیحین میں نہیں ہیں جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت مسند أحمد: 403/1، رفاعہ بن عرابہ جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت مسند أحمد: 16/4 و سنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة أمة محمد ﷺ، حديث: 4285 اور ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا کی روایت المعجم الكبير للطبراني: 182,181/25 میں ہے لیکن ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا کی روایت کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے منکر کہا ہے، دیکھیے السلسلة الضعيفة: 849/11، حديث : 5491.

ہو جائیں گے اوران لوگوں کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔''[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ﴿73﴾ ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اوراس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اوراس کے دربان ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، اب اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔'' یہاں جواب مذکور نہیں ہے، محذوف عبارت گویا اس طرح ہے: یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آجائیں گے اور یہ امور رونما ہوں گے کہ ان کے اکرام و تعظیم کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور جنت کے فرشتے بشارت، سلامتی اور تعریف کے ساتھ ان کا استقبال کریں گے نہ کہ اس طرح جیسے ڈانٹ ڈپٹ اور لعن و ملامت کے ساتھ موکلان دوزخ کافروں کا استقبال کریں گے، بہر حال جب یہ واقعات رونما ہوں گے تو اہل جنت سعادت مند ہو جائیں گے، خوش ہوں گے اور مسرت و شادمانی کا اظہار کریں گے اور ہر ایک اپنی نعمتوں کے بقدر خوشی و مسرت کا اظہار کرے گا۔ اور یہاں جواب حذف کر دیا گیا جس سے ذہن میں ہر طرح کی امید اور رجا پیدا ہوگئی۔ جو شخص یہ کہے کہ ﴿ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ﴾ ''اوراس کے دروازے کھول دیے جائیں گے۔'' میں واؤ ثمانیہ کے لیے ہے[2] اوراس سے یہ استدلال کرے کہ جنت کے دروازے بھی آٹھ ہی ہیں تو وہ بہت دور کی کوڑی لاتا ہے کیونکہ جنت کے دروازوں کے آٹھ ہونے کا ذکر تو احادیث صحیح سے ملتا ہے۔[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ مَّالِهِ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ، وَلِلْجَنَّةِ أَبْوَابٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ] ''جو شخص اپنے مال میں سے دو جوڑے اللہ تعالیٰ

---

[1] صحيح البخاري، الرقاق، باب يدخل الجنة سبعون ألفا بغير حساب، حديث: 6543 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على دخول طوائف من المسلمين......، حديث: 219 جبکہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة......، حديث: 3247 اور مسلم کے مذکورہ حوالے کے مطابق ہے۔ [2] واو کی کئی قسمیں ہیں، ان میں سے ایک قسم بعض نحویوں کے نزدیک واوِ ثمانیہ ہے۔ اور یہ وہ واو ہے کہ اس سے پہلے اعداد کے درمیان واو نہیں لاتے۔ اور جب آٹھ گنتے ہیں تو واو لاتے ہیں، مثلاً: کہتے ہیں: ستة، سبعة و ثمانية. مقصد یہ ہوتا ہے کہ سبعة (سات) عدد تام ہے۔ اوراس کے بعد والا عدد، عدد مستانف ہے۔ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ ﴿ وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا ﴾ میں واو واوِ ثمانیہ ہے، اس لیے کہ جہنم کے تذکرے میں ﴿ فُتِحَتْ ﴾ (الزمر 71:39) بغیر واو کے ہے، اس لیے کہ اس کے دروازے سات ہیں، جبکہ جنت کے تذکرے میں ﴿ وَ فُتِحَتْ ﴾ واو ہے، تو یہ واو واوِ ثمانیہ ہے، اس لیے کہ جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔ اسی سے استدلال کر کے کہا جاتا ہے کہ جنت کے دروازے آٹھ ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ انھی لوگوں کا رد کرتے ہیں۔ ابن ہشام واوثمانیہ کے وجود سے انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر اس کی کوئی حقیقت بھی ہوتی پھر بھی ﴿ وَ فُتِحَتْ ﴾ میں واو ثمانیہ نہیں ہے کیونکہ اس واو سے پہلے عدد کا ذکر ہوتا ہے، جبکہ یہاں کسی عدد کا ذکر نہیں ہے۔ دیکھیے مغني اللبيب، مبحث: الواو المفردة (ع۔و) [3] دیکھیے صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة، حديث: 3257 عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ و صحيح مسلم، الطهارة، باب ذكر المستحب......، حديث: 234 عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ.

کے رستے میں خرچ کر دے تو اسے جنت کے دروازوں میں سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی اور جنت کے مختلف دروازے ہیں، جو اہل نماز میں سے ہوا اسے باب الصلاۃ سے پکارا جائے گا اور جو اہل صدقہ میں سے ہوا اسے باب الصدقہ سے آواز دی جائے گی جو اہل جہاد میں سے ہوا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا اور جو اہل صیام میں سے ہوا اسے باب الریان سے صدا دی جائے گی۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ جس شخص کو جس دروازے سے بھی بلایا جائے اسے کوئی اور ضرورت باقی تو نہیں رہتی لیکن اے اللہ کے رسول! کیا کوئی ایسا (سعادت مند) بھی ہوگا جسے جنت کے سارے دروازوں سے بلایا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [نَعَمْ، (وَأَرْجُو) أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ] ''ہاں، اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔''① اسی طرح اسے بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔②

بخاری و مسلم ہی میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ أَبْوَابٍ: فِيهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ، لَا يَدْخُلُهُ إِلَّا الصَّائِمُونَ] ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں: ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے، اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔''③ صحیح مسلم میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَامِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ يَّتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ۔ أَوْ فَيُسْبِغُ۔ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ] ''تم میں سے جو بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر کہے: أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔'' تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں، وہ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔''④

جنت کے دروازوں کی وسعت اور دربان: اللہ تعالیٰ اپنے فضل عظیم کے ساتھ ہمیں بھی اہل جنت میں سے بنا دے! صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی شفاعت کے بارے میں طویل حدیث میں آیا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: [يَا مُحَمَّدُ! أَدْخِلْ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِكَ مِنَ الْبَابِ الْأَيْمَنِ، وَهُمْ شُرَكَاءُ النَّاسِ فِي الْأَبْوَابِ الْأُخَرِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! إِنَّ مَابَيْنَ الْمِصْرَاعَيْنِ مِنْ مَّصَارِيعِ الْجَنَّةِ إِلٰى مَابَيْنَ عِضَادَيِ الْبَابِ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ، أَوْهَجَرَ وَمَكَّةَ۔ وَفِي رِوَايَةٍ۔: (مَّكَّةَ وَبُصْرٰى)] ''اے محمد! اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن کے ذمہ حساب نہیں ہے، دائیں دروازے سے داخل کر دو، وہ دوسرے دروازوں میں بھی لوگوں کے ساتھ شریک ہوں گے۔ اس

① مسند أحمد: 268/2 جبکہ مسند احمد میں [أَرْجُو] سے پہلے [إِنِّي] کا لفظ بھی ہے۔ ② صحیح البخاری، الصوم، باب الريان للصائمين، حديث: 1897 و صحیح مسلم، الزكاة، باب فضل من ضم إلى الصدقة……، حديث: 1027.
③ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب صفة أبواب الجنة، حديث: 3257 و صحیح مسلم، الصيام، باب فضل الصيام، حديث: 1152، البتہ اس میں آٹھ دروازوں کا ذکر نہیں ہے۔ ④ صحیح مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب……، حديث: 234.

ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے مابین اس طرح فاصلہ ہوگا جس طرح مکہ اور ہجر کے درمیان یا آپ نے فرمایا کہ ہجر اور مکہ کے درمیان فاصلہ ہے، اور ایک روایت میں، مکہ اور بصری کے الفاظ ہیں۔"[1] اور صحیح مسلم میں عتبہ بن غزوان سے روایت ہے کہ انھوں نے خطبہ دیتے ہوئے ذکر کیا کہ ہمارے لیے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے کواڑوں میں سے دو کواڑوں کے مابین فاصلہ چالیس سال کی مسافت کے بقدر ہوگا اور اس پر ضرور ایک دن ایسا آئے گا کہ وہ گھما گھمی کی وجہ سے بھرا ہوا ہوگا۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ ﴾ "اور اس کے دربان ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے۔" یعنی تمھارے عمل اور قول بہت اچھے تھے تمھاری سعی و کاوش بہت پاکیزہ تھی، لہٰذا تمھاری جزا بھی بہت پاکیزہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض غزوات میں حکم دیا تھا کہ مسلمانوں میں یہ اعلان کر دیا جائے: [إِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُّسْلِمَةٌ۔ وَفِي رِوَايَةٍ۔:(مُؤْمِنَةٌ)] "جنت میں صرف مسلمان نفس ہی داخل ہوگا، ایک روایت میں، مومن کا لفظ ہے۔"[3] اور فرمایا: ﴿ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۝ ﴾ "پس اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔" یعنی اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور اس سے کبھی بھی نقل مکانی نہ کرنا چاہو گے۔

اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے: ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ ﴾ "اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔" مومن جب جنت میں بے پایاں اجر و ثواب، عظیم الشان عطیات، ابدی و سرمدی نعمتوں اور بہت بڑی بادشاہت کا مشاہدہ کریں گے تو پکار اٹھیں گے: ﴿ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ ﴾ "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔" یعنی اس وعدے کو جو اس نے اپنے انبیائے کرام کی زبانی ہم سے فرمایا تھا اور جیسا کہ انھوں نے دنیا میں دعائیں بھی کی تھیں: ﴿ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ ﴾ (ال عمرٰن 3:194) "اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم سے اپنے پیغمبروں کی زبانی جس کا وعدہ کیا، وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کرنا، کچھ شک نہیں کہ تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔" اور ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ ﴾ (الأعراف 7:43) "اور کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور اگر اللہ نے ہمیں ہدایت نہ دی ہوتی تو ہم نہ تھے کہ ہدایت پاتے، بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات کے ساتھ آئے تھے۔" اور ﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ؕ ﴾ (بنیٓ إسرآء يل 17:3)، حديث : 4712 وصحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث : 194 وصحيح ابن حبان، التاريخ، ذكر العلة التي من أجلها لا يشفع الأنبيآء...... :14/380-383، حديث: 6465 واللفظ له، جبکہ قوسین والے الفاظ صحیحین کے مذکورہ حوالے میں ہیں۔

[2] صحيح مسلم، الزهد......، باب:[الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]، حديث : (14)-2967 . [3] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الإنسان......، حديث :111 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ، جبکہ قوسین والا لفظ کسی اور سیاق سے تعظيم قدر الصلاة لمحمد بن نصر المروزي : 2/621 میں ہے۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

اور آپ فرشتوں کو عرش کے ارد گرد حلقہ بنائے دیکھیں گے جبکہ وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کر رہے ہوں گے، اور ان (لوگوں) کے درمیان حق

بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿75﴾ ع 8 5 5

کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا: سب تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے ﴿75﴾

اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴾ (فاطر 35:34,35) ''اور وہ کہیں گے: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم سے غم دور کیا، بے شک ہمارا پروردگار بہت بخشنے والا (اور) بڑا قدر دان ہے جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، یہاں نہ تو ہمیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿74﴾ ﴾ ''اور اس نے ہمیں اس زمین کا وارث بنادیا، ہم بہشت میں جہاں چاہیں جگہ بنالیں، سو (اچھے) عمل کرنے والوں کا بدلہ بھی کیسا خوب ہے!'' ابوالعالیہ، ابوصالح، قتادہ، سدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہاں ارض سے مراد ارضِ جنت ہے۔[1] یہ آیت اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾ (الأنبياء 21:105) ''اور بلاشبہ ہم نصیحت کے بعد زبور میں لکھ چکے ہیں کہ یقیناً میرے نیکوکار بندے اس زمین کے وارث ہوں گے۔'' اور اس لیے تو وہ کہیں گے: ﴿ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ﴾ ''ہم بہشت میں جہاں چاہیں جگہ بنالیں۔'' یعنی ہم جہاں چاہیں رہیں، ہمارے اعمال کا یہ بہت خوب صلہ ہے۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث معراج میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [ثُمَّ أُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ، فَإِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ، وَإِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ] ''پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا تو اس میں موتیوں کے قبے تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔''[2]

تفسیر آیت: 75

حمد ہی سے افتتاح اور حمد ہی پر اختتام: اللہ تعالیٰ نے پہلے اہل جنت و جہنم کے بارے میں اپنا فیصلہ ذکر فرمایا ہے، پھر اس نے ان میں سے ہر ایک کو اس جگہ پہنچا دیا جو اس کے لیے موزوں اور مناسب تھی اور وہ اپنے فیصلوں میں عادل ہے کہ کسی پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، اب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا ذکر شروع فرما دیا ہے کہ وہ بڑی شان والے عرش کے گرد و پیش گھیرا باندھے ہوئے ہوں گے، اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر رہے ہوں گے، اس کی بزرگی اور تعظیم بجالا رہے ہوں گے اور تمام نقائص و عیوب سے اس کی تقدیس و تنزیہہ کر رہے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے معاملے کا فیصلہ فرما دیا ہوگا، حکم نافذ کر دیا ہوگا اور عدل و انصاف کے ساتھ حکم جاری فرما دیا ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ﴾ ''اور ان کے درمیان فیصلہ کیا

① تفسير الطبري: 48/24 و تفسير القرطبي: 287/15. ② صحيح البخاري، أحاديث الأنبيآء، باب ذكر إدريس عليه السلام......، حديث: 3342 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ......، حديث: 163.

جائے گا۔‘‘ یعنی تمام مخلوقات میں ﴿ بِالْحَقِّ ﴾ ’’انصاف کے ساتھ۔‘‘ پھر فرمایا ہے: ﴿ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ’’اور کہا جائے گا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا مالک ہے۔‘‘ یعنی اس دن ساری کائنات، خواہ وہ بولنے والی ہو یا نہ بولنے والی، اللہ رب العالمین کے فیصلے اور عدل کی وجہ سے اس کی حمد کے ترانے گا رہی ہوگی، یہی وجہ ہے کہ یہاں قول کو کسی قائل کی طرح منسوب نہیں کیا گیا بلکہ اسے مطلق رکھا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ تمام مخلوقات اس کی حمد کی گواہی دیں گی۔ امام قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حمد ہی کے ساتھ مخلوق کا افتتاح کیا اور فرمایا: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ﴾ (الأنعام 6:1) ’’تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔‘‘ اور حمد ہی کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا اختتام فرمایا ہے: ﴿ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ’’اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔‘‘[1]

سورۂ زمر کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

[1] تفسیر الطبری: 24/49.

تفسیر سُورَۂ مُؤمِن

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ② غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ

حٰمٓ① اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو نہایت غالب، خوب جاننے والا ہے② گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا (دینے)

الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

والا، بڑا فضل والا ہے، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے③

حوامیم کی فضیلت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کا خلاصہ ہوتا ہے اور قرآن مجید کا خلاصہ آل حم ہے یا آپ نے یہ فرمایا کہ قرآن مجید کا خلاصہ حوامیم ہیں۔[1] مِسعَر بن کِدام کا قول ہے کہ (مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ) ان سورتوں کو دلہنیں کہا جاتا تھا۔[2] یہ تمام اقوال امام ابوعبید قاسم بن سلاّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب فضائل القرآن میں بیان فرمائے ہیں۔[3] اور حمید بن زنجویہ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ قرآن مجید کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص اپنے گھر والوں کے لیے کسی جگہ کی تلاش میں ہو اور اس کا کسی ایسی جگہ سے گزر رہا ہو جہاں بارش ہو چکی ہو، وہ اس جگہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے چلتے چلتے سرسبز وشاداب اور گھنے باغات میں پہنچ جائے اور کہے کہ میں تو بارش برسنے والی پہلی جگہ ہی سے خوش ہو رہا تھا، حالانکہ یہ مقام تو اس سے بھی زیادہ خوش منظر ہے تو اس سے کہا جائے کہ پہلی بارش کی مثال قرآن مجید کی عظمت کی مثال ہے اور ان سرسبز وشاداب اور گھنے باغات کی مثال ایسے ہے جیسے قرآن مجید کی حٰمٓ سورتیں ہیں۔ اسے امام بغوی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔[4] اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں حٰمٓ سے شروع ہونے والی سورتوں کو پڑھتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے خوش منظر اور دلفریب باغات سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔[5]

تفسیر آیات:1-3

حٰمٓ کی ایک اور فضیلت: حروف مقطعات کے بارے میں سورۂ بقرہ کی ابتدا میں گفتگو کی جا چکی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے جسے امام ابوداود وترمذی نے اس شخص سے روایت کیا ہے جس نے رسول اللہ ﷺ

---

① فتح القدير: 550/4 وتفسير البغوي: 103/4. ② تفسير القرطبي: 288/15 وتفسير البغوي: 103/4. ③ كتاب فضائل القرآن لأبي عبيد القاسم بن سلّام، ص: 255,254. ④ تفسير البغوي: 103/4. ⑤ تفسير البغوي: 103/4.

مَا يُجَادِلُ فِيۡۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَلَا يَغۡرُرۡكَ تَقَلُّبُهُمۡ فِى الۡبِلَادِ ④ كَذَّبَتۡ قَبۡلَهُمۡ

اللہ کی آیات میں صرف کافر لوگ ہی جھگڑا کرتے ہیں، لہٰذا آپ کو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا دھوکے میں نہ ڈالے ④ ان سے پہلے قوم نوح نے اور ان

قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّالۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۖ وَهَمَّتۡ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوۡلِهِمۡ لِيَاۡخُذُوۡهُ وَجٰدَلُوۡا

کے بعد (دوسرے) گروہوں نے بھی (انبیاء کو) جھٹلایا، اور ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں ارادہ کیا کہ اسے گرفتار کرلیں، اور انھوں نے ناحق

بِالۡبَاطِلِ لِيُدۡحِضُوۡا بِهِ الۡحَقَّ فَاَخَذۡتُهُمۡ ۖ فَكَيۡفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ وَكَذٰلِكَ حَقَّتۡ كَلِمَتُ

جھگڑا کیا تاکہ اس (باطل) کے ذریعے سے حق کو پھسلا دیں، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا، (تو دیکھ لو!) میری سزا کیسی تھی ⑤ اور اسی طرح ان لوگوں پر آپ

رَبِّكَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنَّهُمۡ اَصۡحٰبُ النَّارِ ⑥ ۘ وقف لازم

کے رب کا فیصلہ ثابت ہو گیا جنھوں نے کفر کیا، کہ بلاشبہ یہ دوزخی ہیں ⑥

سے سنا کہ آپ نے فرمایا: [إِنْ بُيِّتُّمُ اللَّيْلَةَ فَقُولُوا: حٰمٓ لَا يُنْصَرُونَ] ''اگر تم پر (دشمن کی طرف سے) رات کو حملہ ہو جائے تو (شعار کے طور پر) کہو: حٰم، ان (دشمنوں) کی مدد نہیں کی جائے گی۔''[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

بخشنے میں بھی بے مثل اور عذاب دینے میں بھی لاثانی: اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ۙ② ﴾ ''اس کتاب کا اتارا جانا اللہ انتہائی غالب و دانا کی طرف سے ہے۔'' یہ کتاب، یعنی قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو صاحب عزت و علم ہے جس کی طرف (بدی کا) ارادہ نہیں کیا جا سکتا اور جس سے ذرات بھی مخفی نہیں ہیں گو اس کے چہرۂ اقدس کے گرد بہت دبیز پردے ہیں۔ ﴿ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ ﴾ ''گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' یعنی جو ماضی میں کیے ہوئے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے اور مستقبل کے لیے اس شخص کی توبہ قبول فرما لیتا ہے جو اس کے سامنے توبہ کرے اور اس کے حضور جھک جائے۔ ﴿ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ﴾ ''(اور) سخت سزا (دینے) والا ہے۔'' اسے جو سرکشی و بغاوت اختیار کرے، دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرے۔ یہ آیت کریمہ اس آیت کی طرح ہے: ﴿ نَبِّئۡ عِبَادِيۡۤ اَنِّيۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۙ وَاَنَّ عَذَابِيۡ هُوَ الۡعَذَابُ الۡاَلِيۡمُ ○ ﴾ (الحجر 50,49:15) ''(اے پیغمبر!) میرے بندوں کو بتا دیں کہ یقیناً میں بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی دردناک عذاب ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ان دونوں صفتوں کو بہت سے مقامات پر یکجا بیان فرمایا ہے تاکہ بندہ امید و خوف کے درمیان زندگی بسر کرے۔ ﴿ ذِى الطَّوۡلِ ؕ ﴾ ''بڑا فضل والا ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ طَول کے معنی وسعت و دولت کے ہیں۔[2] معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سرفراز فرمانے والا اور انھیں ایسے ایسے عظیم الشان انعامات و احسانات سے نوازنے والا ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ؕ ﴾ (إبراهيم 34:14) ''اور اگر تم اللہ کے احسان گننے لگو تو انھیں شمار نہ

① سنن أبي داود، الجهاد، باب في الرجل ينادي بالشعار، حديث:2597 و جامع الترمذي، الجهاد، باب ماجاء في الشعار، حديث:1682 و المصنف لعبد الرزاق :233/5، حديث:9467 واللفظ له. ② تفسير الطبري : 53/24.

کر سکو گے۔'' اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ﴿ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں۔'' تمام صفات میں اس کا کوئی نظیر نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے۔ ﴿ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ ﴾ ''اسی کی طرف پھر کر جانا ہے۔'' یعنی وہ مرجع و ماویٰ ہے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، ﴿ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ ﴾ (الرعد 13:41) ''اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

تفسیر آیات :4-6

کفار کی نشانی، اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑنا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ حق بیان ہونے اور دلائل و براہین کے ظاہر ہونے کے بعد وہی جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے بیان کردہ دلائل و براہین کے منکر ہیں۔
﴿ فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④ ﴾ ''تو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔'' یعنی ان کے مال و متاع اور دنیوی سج دھج کو دیکھ کر دھوکے میں مبتلا نہ ہوں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ○ ﴾ (آل عمران 3:196,197) ''(اے پیغمبر!) کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو ہرگز دھوکا نہ دے۔ تھوڑا سا (فائدہ اٹھانے کا) سامان ہے، پھر (آخرت میں تو) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○ ﴾ (لقمٰن 31:24) ''ہم انھیں تھوڑا سا فائدہ پہنچائیں گے، پھر عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے قوم کی طرف سے جھٹلائے جانے پر اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کے لیے سابقہ انبیاء اسوہ و نمونہ ہیں، ان کی امتوں نے بھی ان کی تکذیب و مخالفت کی تھی اور ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ ﴾ ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے (پیغمبروں کی) تکذیب کی۔'' اور حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے رسول تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت سے منع کرنے کے لیے مبعوث فرمایا تھا۔ ﴿ وَالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ﴾ ''اور ان کے بعد (دوسرے) گروہوں نے بھی۔'' یعنی ہر امت میں سے گروہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی۔ ﴿ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ ﴾ ''اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے بارے میں قصد کیا کہ وہ اسے پکڑ لیں۔'' یعنی انھوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ اپنے پیغمبر کو قتل کر دیں اور ان میں سے بعض نے واقعی اپنے پیغمبروں کو قتل کر بھی دیا۔ ﴿ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ ﴾ ''اور انھوں نے جھوٹی باتوں (بے ہودہ شبہات) کے ساتھ جھگڑا کیا تاکہ اس کے ذریعے سے حق کو زائل کر دیں۔'' یعنی انھوں نے شبہات اس لیے پیش کیے تاکہ واضح اور روشن حق کو رد کر دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَخَذْتُهُمْ ﴾ ''پس میں نے انھیں پکڑ لیا۔'' یعنی ان کے بڑے بڑے گناہوں اور نافرمانیوں کی پاداش میں میں نے انھیں ہلاک کر دیا۔ ﴿ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ ﴾ ''سو (دیکھ لو) میری سزا کیسی تھی!'' یعنی دیکھ لو کہ میرے عذاب نے انھیں کس طرح اپنی گرفت میں لیا اور میں نے انھیں کس قدر شدید اور المناک سزائیں دیں۔ امام قتادہ نے فرمایا کہ

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

جو (فرشتے) عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں، وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں،

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا

اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے ہیں، (وہ کہتے ہیں:) اے ہمارے رب! تو (اپنی) رحمت اور (اپنے) علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے، لہٰذا تو ان

سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ⑦ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ

لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی پیروی کی، اور انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا⑦ اے ہمارے رب! اور انھیں ان ابدی

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑧

باغوں میں داخل فرما جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، اور ان کو بھی جو ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں،

وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ

بے شک تو (ہر چیز پر) غالب، نہایت حکمت والا ہے⑧ اور انھیں برائیوں سے بچا، اور جسے تو نے اس دن برائیوں (کی سزا) سے بچالیا تو درحقیقت تو

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ ع ۹/۱ ۶

نے اس پر رحم کیا، اور یہی تو بہت بڑی کامیابی ہے⑨

واللہ! اللہ تعالیٰ کا عذاب بے حد شدید تھا۔[1] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ⑥﴾ ''اور اسی طرح آپ کے پروردگار کی بات ثابت ہوگئی ان لوگوں پر جنھوں نے کفر کیا کہ بلاشبہ وہی دوزخی ہیں۔'' یعنی جس طرح سابقہ کافر قوموں کے بارے میں عذاب کی بات پوری ہو چکی ہے اسی طرح اے محمد (ﷺ!) تمھاری تکذیب و مخالفت کرنے والوں کے بارے میں بھی یہ بات بطریق اولیٰ پوری ہو کر رہے گی کیونکہ جو تمھاری تکذیب کرے، اس کی دوسرے نبیوں کی تصدیق کا بھی اعتبار نہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات :7-9

حاملین عرش اللہ کی حمد اور مومنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مقربین، چاروں حاملین عرش اور اس کے گرد و پیش کے مقرب فرشتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، یعنی وہ تسبیح جو نقائص کی نفی پر دلالت کرتی ہے اور وہ تحمید جو صفات مدح کے اثبات کا تقاضا کرتی ہے، ملا کر بیان کرتے ہیں، ﴿ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ﴾ ''اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔'' اس کے سامنے جھکے ہوئے عجز و انکسار کا اظہار کر رہے ہیں، ﴿ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''اور ان لوگوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں جو ایمان لائے۔'' یعنی ان اہل زمین کے لیے جو غیب کے ساتھ ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ مقربین کی یہ ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ اس کے مومن بندوں کے لیے غائبانہ دعا کریں۔ فرشتوں کی عادت ہے کہ وہ مومنوں کے لیے غائبانہ دعا کرتے ہیں، اس لیے جب کوئی

[1] تفسیر الطبری: 55/28.

مومن اپنے کسی بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرے تو فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ (ابودرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:)[مَنْ دَعَا لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ! وَلَكَ بِمِثْلٍ] ''جس نے اپنے کسی بھائی کے لیے غائبانہ دعا کی تو اس پر مقرر فرشتہ کہتا ہے: آمین! اور تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔''[1]

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ حاملین عرش فرشتوں کی تعداد آٹھ ہے، ان میں سے چار یہ کہتے ہیں: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ] ''اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، سب تعریف تیرے ہی لیے ہے کہ سب کچھ جاننے کے باوجود تو درگزر فرماتا ہے۔'' اور چار فرشتے یہ کہتے ہیں: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! وَبِحَمْدِكَ، لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ] ''اے اللہ! تو اپنی حمد کے ساتھ پاک ہے، سب تعریف تیرے ہی لیے ہے کہ تو قدرت کے باوجود معاف فرما دیتا ہے۔''[2] اسی لیے اہل ایمان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں: ﴿ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو (اپنی) رحمت اور علم سے گھیر لیا ہے۔'' تیری رحمت تیرے بندوں کے گناہوں اور غلطیوں سے زیادہ ہے اور تیرا علم ان کے تمام اعمال واقوال اور حرکات وسکنات کا احاطہ کیے ہوئے ہے، ﴿ فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ ﴾ ''پس تو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیرے رستے کی پیروی کی۔'' یعنی گناہ گار جب توبہ اور رجوع کر لیں، گناہوں کو ترک کر دیں اور نیکیوں کے سرانجام دینے اور برائیوں کے ترک کر دینے میں تیرے احکام کی اتباع کریں تو تو ان کو معاف فرما دے، ﴿ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ⑦ ﴾ ''اور تو انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔'' جو بہت دردناک اور المناک عذاب ہے۔ ﴿ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِي وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! اور تو انھیں ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوئے۔'' یعنی ان سب کو بہشتوں میں جمع فرما دے تاکہ سب کے قریب رہنے کی وجہ سے انھیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ أَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ﴾ (الطور 52: 21) ''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ (جنت میں) ملا دیں گے اور ان کے لیے ان کے عمل سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔'' یعنی ہم ان سب کو مساوی مقام و مرتبہ عطا کر دیں گے تاکہ انھیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو، بلند درجے والے کے مرتبے کو کم کر کے اسے ادنیٰ کے ساتھ نہیں ملائیں گے بلکہ ادنیٰ درجے والے پر احسان اور فضل کرتے ہوئے اسے اونچے مرتبے کے لوگوں کے ساتھ ملا دیں گے۔

---

① صحيح مسلم، الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، حديث:(87)-2732.

② تفسير عبدالرزاق :342/3، رقم:3314 وتفسير الطبرى :10/19 وشعب الإيمان للبيهقى، فصل فى معنى قول الله عزوجل: ﴿ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ ﴾ (المعارج 70:4) :364,327/1 وكتاب العظمة لأبى الشيخ الأصبهانى:954/3، حدیث: 481، البتہ ان الفاظ کی سند ضعیف ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا، ان سے پکار کر کہا جائے گا: اللہ کی ناراضی و بیزاری (آج) تمھاری اپنے آپ پر ناراضی و بیزاری سے بڑھ کر تھی، جب (دنیا

اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ⑩ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا

میں) تمھیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم انکار کر دیتے تھے⑩ وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو بار موت دی، اور تو نے ہمیں دو بار

بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ

زندہ کیا، تو ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، پھر کیا (اس عذاب سے) نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟⑪ (فرمایا جائے گا:) تمھیں یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ

كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫ هُوَ الَّذِيْ

بلاشبہ جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تھا تو تم (اس کی توحید کا) انکار کرتے تھے، اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم (اس شرک کو) مان لیتے تھے، اب

يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ

حکم تو اللہ ہی کا ہے جو نہایت برتر اور بہت بڑا ہے⑫ وہی تو ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، اور تمھارے لیے آسمان سے رزق نازل کرتا ہے،

يُّنِيْبُ ⑬ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭

اور نصیحت تو وہی پکڑتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرتا ہو⑬ لہٰذا تم اللہ کے لیے بندگی خالص کرتے ہوئے اسی کو پکارو، اگرچہ کافر ناپسند ہی کریں⑭

سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ مومن جب جنت میں داخل ہوگا تو وہ اپنے باپ، بیٹے اور بھائی کے بارے میں پوچھے گا کہ وہ کہاں ہیں، پس اس سے کہا جائے گا کہ وہ عمل کے اعتبار سے تمھارے طبقے کو نہیں پہنچے تو مومن کہے گا کہ میں نے عمل اپنے لیے اور ان سب کے لیے بھی کیے تھے تو اس کے بعد ان سب کو بھی اسی کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا، پھر سعید بن جبیر نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑧ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور (ان کو بھی) جو ان کے باپ دادا اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے نیک ہوں، بے شک تو ہی بڑا غالب، نہایت حکمت والا ہے۔''[1]

مطرف بن عبداللہ بن شخیر نے کہا ہے کہ بندگان الٰہی میں سے مومنوں کے لیے سب سے زیادہ خیر خواہ فرشتے ہیں، پھر انھوں نے بطور دلیل اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! اور تو انھیں ہمیشہ رہنے والے باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔'' اور مومنوں کے لیے سب سے زیادہ دھوکے باز شیاطین ہیں۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑧ ﴾ ''بے شک تو ہی بڑا غالب، نہایت حکمت والا ہے۔'' جس کے حکم کو ٹالا نہیں جا سکتا اور نہ جس پر کوئی غالب آ سکتا ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا اور وہ اپنے اقوال و

① تفسیر الطبری: 57/24. ② تفسیر عبدالرزاق: 140/3، رقم: 2657 و تفسیر الطبری: 58/24.

افعال اور شرع وقدر میں حکمت والا ہے۔ ﴿ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ﴾ ''اور تو انھیں برائیوں سے بچائے رکھ۔'' یعنی ان کے کرنے سے یا جو برائیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کے وبال سے، ﴿ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ ﴾ ''اور تو جسے اس روز برائیوں سے بچالے۔'' یعنی روز قیامت، ﴿ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ﴾ ''تو بے شک تو نے اس پر مہربانی فرمائی۔'' اسے لطف وکرم سے نوازا اور اسے سزا سے بچالیا، ﴿ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ ﴾ ''اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

تفسیر آیات :10-14

دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کفار کی ندامت: اللہ تعالیٰ نے کفار کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اس وقت انھیں پکار کر کہا جائے گا جب وہ آتش دوزخ کی سختیوں میں گھرے ہوں گے اور ایسے عذاب شدید میں مبتلا ہوں گے جسے برداشت کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہوگی اور وہ اپنے ہی نفسوں پر اپنے ان برے اعمال کی وجہ سے جو ان کے دوزخ میں جانے کا سبب بنے، شدید غصے اور ناراضی کا اظہار کر رہے ہوں گے، تو اس وقت فرشتے انھیں بلند آواز سے پکار کر یہ خبر دیں گے کہ جب دنیا میں تمھیں ایمان کے قبول کر لینے کی دعوت دی جاتی تھی مگر تم ایمان کو قبول کرنے کے بجائے کفر اختیار کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ تم سے اس کی نسبت کہیں شدید ناراض ہوتے تھے جس قدر تم اس حالت عذاب میں اپنے آپ سے بے زار ہو رہے ہو۔ ﴿ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ⑩ ﴾ ''البتہ (اس وقت) اللہ کی ناراضی تمھاری اپنے اوپر ناراضی سے زیادہ بڑی ہے جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم انکار کرتے تھے۔'' اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اہل ضلالت سے ناراضی، جب دنیا میں ان کے سامنے ایمان پیش کیا جاتا تھا مگر وہ اسے ترک کر دیتے اور قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے، اس سے کہیں زیادہ تھی جتنی روز قیامت عذاب الٰہی کو دیکھ کر انھیں اپنے نفسوں سے ہوگی۔ [1] امام حسن بصری، سدی، ذر بن عبداللہ ہمدانی، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور امام ابن جریر طبری کا بھی یہی قول ہے۔ [2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ ''وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا۔'' امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے ابواسحاق سے، انھوں نے ابوالاحوص سے اور انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ﴾ (البقرة 2:28) ''تم کیسے اللہ کا انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمھیں زندگی بخشی، پھر وہی تمھیں موت دے گا، پھر وہی تمھیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' [3] ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، قتادہ اور ابومالک کا بھی یہی قول ہے۔ [4] اور یہی بات درست ہے جس میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں، مقصود اس سب سے یہ ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار یہ سوال کریں گے کہ انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ ﴾ (السجدة 32:12) ''اور کاش! آپ دیکھیں

[1] تفسیر الطبری: 59/24. [2] تفسیر الطبری: 59/24. [3] تفسیر الطبری: 60/24. [4] تفسیر الطبری: 60/24.

جب گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے :) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، پس تو ہمیں (دنیا میں) واپس بھیج دے (اب) ہم نیک عمل کریں گے، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' انھیں اس وقت کوئی جواب نہیں دیا جائے گا، پھر جب وہ آگ دیکھیں گے اور پوری طرح اس کا مشاہدہ کر لیں گے اور آگ ہی پر کھڑے ہوں گے اور اس کے اندر موجود عذاب اور سزاؤں کو دیکھ لیں گے تو پہلی دفعہ سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ دنیا کی طرف واپسی کا سوال کریں گے مگر انھیں کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:27,28) ''اور کاش! آپ (انھیں اس وقت) دیکھیں جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے اور کہیں گے: اے کاش! ہم (پھر دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تو اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں گے اور ہم مومنوں میں سے ہو جائیں گے۔ بلکہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے انھیں منع کیا گیا، انھیں پھر کرنے لگیں، اور کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔'' جب وہ آتش دوزخ میں داخل ہو کر اس کی حرارت و تمازت کو چکھیں گے اور ہتھوڑوں اور بیڑیوں کو دیکھ لیں گے تو پھر اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ دنیا کی طرف واپسی کے بارے میں (اس طرح) سوال کریں گے: ﴿ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ ﴾ (فاطر 35 : 37) ''اور وہ اس میں چلائیں گے (اور کہیں گے:) اے ہمارے پروردگار! ہمیں نکال لے (اب) ہم نیک عمل کریں گے نہ وہ جو (پہلے) کرتے تھے۔ (اللہ فرمائے گا:) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں نصیحت پکڑ لیتا وہ شخص جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا، پس اب تم (مزے) چکھو، پس ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں۔'' (اور فرمایا کہ وہ کہیں گے:) ﴿ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ ﴾ (المؤمنون 23: 107,108) ''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اس سے نکال دے، پھر اگر ہم لوٹے (ایسے کام کریں) تو یقیناً ہم ہی ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: اس میں ذلیل و خوار پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔''

پیش نظر آیت کریمہ میں انھوں نے سوال کے لیے ایک لطیف انداز اختیار کیا اور اپنی بات سے پہلے تمہید بیان کی اور وہ یہ: ﴿ رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ ﴾ ''اے ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا۔'' یعنی تیری قدرت بڑی عظیم الشان ہے، تو نے ہمیں مردہ ہونے کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرما دی، پھر تو نے ہم پر موت طاری کر دی، پھر ہمیں زندہ کر دیا، تو جو چاہے اس پر قادر ہے، ہم اپنے گناہوں کا اعتراف اور اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ بلا شبہ ہم دنیا میں ظالم تھے، ﴿ فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ⑪ ﴾ ''تو کیا نکلنے کی کوئی راہ ہے؟'' یعنی کیا تو ہمارے اس سوال کو قبول فرمالے گا کہ تو ہمیں ایک بار اور دنیا میں بھیج دے اور تجھے اس بات کی پوری پوری قدرت بھی حاصل ہے تاکہ ہم دنیا میں اپنے

پہلے عمل سے مختلف عمل کریں اور اگر ہم نے دوبارہ اسی طرح عمل کیے تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔ انھیں جواب دیا جائے گا کہ اب تمھارے لیے دنیا میں واپس جانے کا کوئی رستہ نہیں، پھر اس کا سبب یہ بیان فرمایا کہ تمھاری عادات ہی ایسی تھیں کہ وہ حق کو قبول نہیں کرتیں بلکہ وہ اس کی نفی اور انکار کرتی تھیں اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ﴾ ”یہ (عذاب) اس لیے کہ بے شک جب تنہا اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جاتا تو تسلیم کر لیتے تھے۔“ یعنی اگر تمھیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو تم پھر اسی طرح ہو جاؤ گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 28:6) ”اور اگر وہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تب بھی جن (کاموں) سے انھیں منع کیا گیا تھا وہی کریں گے۔ اور کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ⑫ ﴾ ”پس حکم تو اللہ ہی کا ہے جو نہایت بلند، بہت بڑا ہے۔“ وہ اپنی مخلوق پر حاکم اور ایسا عادل ہے جو ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا، جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے، جس پر چاہے رحم فرماتا اور جسے چاہے عذاب دیتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ”وہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔“ یعنی اپنی مخلوق کے سامنے اپنی قدرت کو ظاہر فرماتا ہے جس کا وہ اس کی علوی و سفلی مخلوق میں ایسی عظیم الشان نشانیوں کی صورت میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں جو ان کے خالق و مالک کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ ﴾ ”اور وہ تمھارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔“ یعنی بارش جس کے ساتھ وہ طرح طرح کی فصلوں اور پھلوں کو پیدا فرماتا ہے جن کے مختلف رنگوں، ذائقوں، خوشبوؤں اور شکلوں کا حواس کے ساتھ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، حالانکہ پانی ایک ہی تھا مگر اس نے اپنی عظیم الشان قدرت کے ساتھ مختلف اشیاء میں تفاوت اور تنوع پیدا فرما دیا۔ ﴿ وَمَا يَتَذَكَّرُ ﴾ ”اور نہیں نصیحت حاصل کرتا۔“ یعنی نصیحت پکڑتا، ان اشیاء میں غور و فکر کرتا اور ان کے ذریعے سے اپنے خالق کی عظمت پر استدلال کرتا، ﴿ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ⑬ ﴾ ”مگر جو (اس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔“ یعنی جو بصیرت سے کام لیتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ⑭ ﴾ ”سو تم اللہ کو اس کی بندگی خالص کرتے ہوئے پکارو، اگرچہ کافر ناپسند سمجھیں۔“ یعنی خالص اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اور صرف اسی کو پکارو اور مشرکین کے مسلک و مذہب کی پوری پوری مخالفت کرو۔ امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، وَلَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ”اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ساری بادشاہت ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ

وہ بہت بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنے حکم سے وحی نازل کرتا ہے، تاکہ وہ (لوگوں کو)

يَوْمَ التَّلَاقِ ⑮ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ

ملاقات کے دن سے ڈرائے⑮ جس دن وہ (قبروں سے) ظاہر و باہر ہوں گے، اللہ پر ان کی کوئی چیز چھپی نہ ہوگی۔ (اللہ پوچھے گا:) آج کس

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کی بادشاہی ہے؟ (پھر خود ہی فرمائے گا:) صرف اللہ واحد و قہار کی ⑯ آج ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا۔ آج کوئی ظلم نہیں

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰

ہوگا، بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے⑰

اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور اس کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں اور اس کا (ہم پر) فضل و کرم ہے اور اسی کے لیے ہی سب اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔'' اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔[1] اسے امام مسلم، ابوداود، اور نسائی نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

صحیح مسلم میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازوں کے بعد[3] ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے:[لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ''اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ساری بادشاہت ہے اور اسی کی سب تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت و قوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں، اسی کا (ہم پر) فضل و کرم ہے اور اسی کی سب سے اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔''[4]

تفسیر آیات :15-17

وحی الٰہی کا مقصد: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت و کبریائی کو بیان کرتے ہوئے اپنے عرش عظیم کی بلندی کو بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام

① مسند أحمد :4/4. ② صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب الذكر بعد الصلاة......، حديث :594 وسنن أبي داود، الوتر، باب مايقول الرجل إذا سلم؟ حديث:1507,1506 وسنن النسائي، السهو، باب عدد التهليل والذكر بعد التسليم، حديث:1341. ③ الصلوات المكتوبات ''فرض نمازوں'' کے بجائے صحیح مسلم، حدیث:(140)-594 میں الصلاة أو الصلوات ''نماز یا نمازوں'' ہے، سنن ابوداود اور نسائی میں بھی المکتوبات ''فرض'' کا لفظ نہیں ہے۔ ④ صحيح مسلم، المساجد......، باب استحباب الذكر بعد الصلاة......، حديث :594 و سنن أبي داود، الوتر، باب مايقول الرجل إذا سلم؟ حديث:1507,1506 و سنن النسائي، السهو، باب التهليل بعدالتسليم، حديث:1340.

مخلوقات سے اس طرح بلند ہے گویا ان کی چھت ہو جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿مِّنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ ؕ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ﴾ (المعارج 70:3,4) ”(اور وہ) اس اللہ صاحب درجات کی طرف سے (نازل ہوگا) جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے ایسے دن میں چڑھیں گے جس کا اندازہ پچاس ہزار برس ہوگا۔“ اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گا کہ سلف و خلف کی ایک جماعت کے بقول یہ مسافت عرش سے لے کر ساتویں زمین تک ہے[1] اور ان شاء اللہ یہی قول راجح ہے۔ کئی ایک اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش پاک سرخ رنگ کے یاقوت کا ہے۔[2] اس کے دونوں قُطروں کے مابین پچاس ہزار سال کی مسافت ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ”اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، اپنے حکم سے روح (وحی) ڈالتا ہے۔“ جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ○﴾ (النحل 16:2) ”وہی فرشتوں (جبرائیل) کو روح (وحی) کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے یہ کہ تم (لوگوں کو) ڈراؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم مجھی سے ڈرو۔“ اور فرمایا: ﴿وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۙ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۙ﴾ (الشعرآء 26:192-194) ”اور یقیناً یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے، آپ کے دل پر (القا کیا ہے) تاکہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“ اسی لیے اللہ عزوجل نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ⑮﴾ ”تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔“ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿یَوْمَ التَّلَاقِ ⑮﴾ (ملاقات کا دن) قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ڈرایا ہے۔[4] کیونکہ اس دن ہر عمل کرنے والا اپنے اچھے یا برے عمل کو اپنے سامنے پالے گا۔

اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿یَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْهُمْ شَیْءٌ ؕ﴾ ”جس روز وہ (قبروں سے) نکل پڑیں گے، ان کی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ رہے گی۔“ یعنی سب کے سب ظاہر اور نمایاں ہوں گے، کوئی چیز نہ ان کو چھپائے ہوگی، نہ ان پر سایہ کیے ہوگی اور نہ ان پر پردہ کیے ہوگی، یعنی سب یکساں طور پر اس کے علم میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯﴾ ”آج کے دن بادشاہت کس کے لیے ہے؟ اللہ کے لیے جو اکیلا، بڑا غالب ہے۔“ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے[5] جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا: [(أَنَا الْجَبَّارُ، أَنَا الْمُتَكَبِّرُ)، (أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟)، (أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟)] ”میں ہوں زبردست، میں ہوں بڑائی والا، میں ہوں بادشاہ، کہاں

---

① دیکھیے تفسیر ابن کثیر (مفصل)، المعارج، آیت:4 کے ذیل میں۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم :5/1497 و6/1925 و2005 وكتاب العظمة لأبي الشيخ الأصبهاني:2/631، حديث:247. ③ اس کی دلیل ہمیں نہیں ملی۔ ④ تفسیر الطبری :24/64.
⑤ دیکھیے الفرقان، آیات :25-29 کے تحت عنوان: ”قیامت کے دن کی سنگینیاں“

ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں سرکش؟ کہاں ہیں بڑائی والے؟''①

اور حدیث صور میں ہے کہ اللہ عزوجل جب اپنی تمام مخلوق کی روحوں کو قبض فرمالے گا اور اس وحدہ لاشریک لہ کے سوا اس وقت کوئی اور نہ بچے گا تو وہ فرمائے گا کہ آج کس کی بادشاہت ہے۔ تین بار فرمائے گا اور پھر اپنے آپ کو اس کا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ⑯ ﴾ ''اللہ کی جو اکیلا، بڑا غالب ہے۔''② یعنی وہ ذات پاک جو وحدہ لاشریک ہے، اس نے ہر چیز کو مقہور اور مغلوب کر دیا ہے، ﴿ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰ ﴾ ''آج ہر نفس کو اس (چیز) کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج (کسی کے حق میں) کوئی ظلم نہیں ہوگا، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے عدل کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں فرمائے گا بلکہ نیکی کا دس گنا اور برائی کا اس کے برابر ہی بدلہ دے گا، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ ﴾ ''آج (کسی کے حق میں) ظلم نہیں ہوگا۔'' جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے بارے میں بیان کیا کہ وہ فرماتا ہے: [يَاعِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا ...... يَاعِبَادِي! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ] ''اے میرے بندو! بے شک میں نے اپنے آپ پر ظلم حرام کر دیا اور اسے تمھارے درمیان بھی حرام قرار دے دیا ہے، لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ حتی کہ فرمایا۔ اے میرے بندو! یہ تمھارے اعمال ہیں جنھیں میں تمھارے لیے شمار کر رہا ہوں اور پھر تمھیں ان کا پورا پورا بدلہ بھی دوں گا، پس جو شخص خیر و بھلائی پائے تو اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد بیان کرنی چاہیے اور جو اس کے علاوہ کچھ اور پائے تو اسے اپنے آپ ہی کو ملامت کرنی چاہیے۔''③

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑰ ﴾ ''بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' وہ تمام مخلوقات کا اس طرح آسانی کے ساتھ حساب لے لے گا، گویا اس نے ایک ہی انسان سے حساب لیا ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ ﴾ (لقمٰن 28:31) ''تمھارا پیدا کرنا اور دوبارہ اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جلا اٹھانے) کی طرح ہی تو ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ○ ﴾ (القمر 50:54) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہی ہوتی ہے۔''

① پہلی قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 72/2 والسنن الكبرى للنسائي، النعوت، باب المتكبر: 402/4، حديث: 7696، دوسری قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تعالى: ﴿ مَلِكِ النَّاسِ ○ ﴾ (الناس 2:114)، حديث: 7382 و صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2787 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ تیسری قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2788 میں ہیں۔
② الأحاديث الطوال للطبراني، حديث الصور، ص: 104-114، حديث: 48. ③ صحيح مسلم، البر والصلة......، باب تحريم الظلم، حديث: 2577.

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ

اور آپ انھیں قریب آنے والے دن (قیامت) سے ڈرائیں جبکہ غم سے بھرے کلیجے حلقوں کو آرہے ہوں گے، ظالموں کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ

وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ﴿18﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿19﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ

کوئی سفارشی کہ جس کی بات مانی جائے﴿18﴾ وہ جانتا ہے خیانت کرنے والی آنکھوں کو، اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں﴿19﴾ اور اللہ ہی حق کے ساتھ فیصلہ

ع 2 11 7 وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿20﴾ ع

کرے گا، اور وہ اس کے سوا جنھیں پکارتے ہیں، وہ کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے، بلاشبہ اللہ ہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے﴿20﴾

تفسیر آیات :18-20

قیامت کے دن کا ڈر: ﴿ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ ﴾ ''قریب آنے والا دن'' قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس دن کے قریب ہونے کی وجہ سے اسے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۚ﴿57﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ؕ﴿58﴾ ﴾ (النجم 53 :58,57) ''قریب آنے والی (قیامت) قریب آگئی، اس (قیامت) کو اللہ کے سوا کوئی بھی ہٹانے والا نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ ﴾ (القمر 54: 1) ''قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ ﴾ (الأنبياء 21: 1) ''لوگوں کے لیے ان کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آگیا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ ﴾ (النحل 16: 1) ''اللہ کا حکم (عذاب) آہی پہنچا تو (کافرو) تم اسے جلدی طلب نہ کرو۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ (الملك 67: 27) ''سو جب وہ اسے قریب ہی دیکھ لیں گے تو جنھوں نے کفر کیا ان کے چہرے بگڑ جائیں گے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ ﴾ ''جب دل غم سے بھرے ہوئے گلوں کے قریب آرہے ہوں گے۔'' امام قتادہ نے کہا ہے کہ خوف کی وجہ سے دل گلوں میں اٹک جائیں گے، نہ باہر نکلیں گے اور نہ اپنی جگہوں پر واپس جا سکیں گے۔[1] عکرمہ، سدی اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[2] ﴿ كٰظِمِيْنَ ؕ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ خاموش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر کوئی کلام نہ کر سکے گا۔ ﴿ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ ﴾ (النبا 78: 38) ''اس دن روح (جبریل) اور سب فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو رحمان اجازت دے گا اور وہ بات بھی درست کہے گا۔'' ابن جریج کہتے ہیں کہ ﴿ كٰظِمِيْنَ ؕ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ رو رہے ہوں گے۔[3] ﴿ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ؕ﴿18﴾ ﴾ ''ظالموں کے لیے کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا ان کے لیے نہ تو کوئی قریبی رشتہ دار ہوگا جو انھیں نفع دے سکے اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جو ان کے بارے میں سفارش کر سکے، ان کے آپس کے ہر طرح کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿19﴾ ﴾ ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور (اس کو بھی)

[1] تفسیر الطبری :67/24. [2] تفسیر الطبری :67/24. [3] الدر المنثور :652/5.

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا

کیا وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں، پھر وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے؟ وہ ان سے قدرت وطاقت میں اور زمین میں

هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

(چھوڑی ہوئی) نشانیوں کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے، پھر اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انھیں پکڑ لیا، اور ان کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا ﴿21﴾ یہ

مِنْ وَّاقٍ ﴿21﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ

اس لیے کہ بے شک ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آتے تھے تو انھوں نے انکار کیا، لہٰذا اللہ نے انھیں پکڑ لیا، یقیناً اللہ بڑی قوت والا،

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿22﴾

سخت سزا دینے والا ہے ﴿22﴾

جو (باتیں ان کے) سینے چھپاتے ہیں۔'' اس میں اللہ عزوجل نے اپنے اس مکمل علم کے بارے میں خبر دی ہے جو جلیل وحقیر، صغیر و کبیر اور دقیق ولطیف تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو ڈرائے کہ اسے ان کے بارے میں سب کچھ معلوم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کریں جس طرح حیا کرنے کا حق ہے اور اس طرح تقویٰ اختیار کریں جس طرح اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور اس سے اس طرح معاملہ کریں جس طرح اس سے معاملہ کیا جاتا ہے جو جانتا ہو کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے کیونکہ اللہ عزوجل تو آنکھوں کی خیانت کو بھی جانتا ہے، گو وہ یہ ظاہر کریں کہ وہ امانت و دیانت سے کام لے رہی ہیں اور وہ دلوں کی دھڑکنوں اور ان میں مخفی تمام رازوں تک سے آگاہ ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ ﴿خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ﴾ سے مراد آنکھوں کے اشارے اور یہ کہنا ہے کہ میں نے دیکھا ہے، حالانکہ اس نے دیکھا نہ ہو یا یہ کہنا کہ میں نے نہیں دیکھا، حالانکہ اس نے دیکھا ہو۔[1] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ دیکھتے ہوئے آنکھ کا ارادہ خیانت کا ہے یا نہیں۔[2] مجاہد اور قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿19﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو بھی جانتا ہے کہ قدرت ہونے کی صورت میں تو زنا کرے گا یا نہیں۔[4] اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ سینوں میں پیدا ہونے والے وسوسے کو بھی جانتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ﴾ ''اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔'' یعنی وہ عدل کے ساتھ حکم فرماتا ہے۔ اعمش نے سعید بن جبیر سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی کے ساتھ اور برائی کا بدلہ برائی کے ساتھ دے۔[5] ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کریمہ کی یہ جو تفسیر بیان کی ہے اس کی تائید اس آیت کریمہ سے بھی ہوتی ہے: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ﴾ (النجم 53:31) ''تاکہ وہ ان لوگوں کو سزا دے جنھوں نے برائیاں کیں بہ سبب اس کے جو انھوں نے عمل کیے

① تفسير القرطبي :303/15. ② تفسير الطبري :68/24. ③ تفسير الطبري :69/24. ④ تفسير الطبري :68/24.
⑤ تفسير الطبري :68/24.

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿23﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا﴿23﴾ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف، تو انھوں نے کہا: (یہ تو) جادوگر ہے بڑا جھوٹا

سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿24﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْیُوْا

ہے﴿24﴾ پھر جب وہ ہماری طرف سے ان کے پاس حق لے کر آیا تو انھوں نے کہا: جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان

نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿25﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ

کی عورتوں (بیٹیوں) کو زندہ رکھو، اور کافروں کی چال تو سراسر ناکام ہی تھی﴿25﴾ اور فرعون نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں موسیٰ کو قتل کر دوں، اور (اسے) چاہیے کہ وہ

رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿26﴾ وَقَالَ مُوْسٰی

اپنے رب کو بلا لے، بلاشبہ میں تو ڈرتا ہوں کہ وہ تمھارے دین کو بدل ڈالے گا، یا یہ کہ وہ زمین میں فساد پھیلائے گا﴿26﴾ اور موسیٰ نے کہا: بے شک میں

ع 3 7 8 اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿27﴾ ع

اپنے اور تمھارے رب کی پناہ میں آچکا ہوں، ہر اس متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا﴿27﴾

اور جنھوں نے نیکیاں کیں ان کو اچھائی کے ساتھ بدلہ دے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ﴾ ''اور جن کو وہ (لوگ) اس (اللہ) کے سوا پکارتے ہیں۔'' یعنی بتوں اور شریکوں کو ﴿ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ؕ ﴾ ''وہ کسی بھی چیز کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔'' یعنی وہ نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ کسی چیز کا حکم دے سکتے ہیں۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ﴿20﴾ ﴾ ''بے شک اللہ ہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔'' وہ اپنی تمام مخلوق کی باتوں کو سنتا اور ان سب کو دیکھتا ہے، وہ ان میں سے جسے چاہتا ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا گمراہ کر دیتا ہے اور وہ اپنے ان تمام معاملات میں حاکم وعادل ہے۔

تفسیر آیات: 22,21

جھٹلانے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد (ﷺ!) آپ کی تکذیب کرنے والے یہ لوگ ﴿ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ﴾ ''کیا یہ زمین میں چلے پھرے نہیں؟'' کہ ﴿ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ ﴾ ''پس وہ دیکھتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔'' یعنی حضرات انبیائے کرام ﷺ کی تکذیب کرنے والی امتوں کو کہ ان پر کیسے کیسے ہولناک عذاب نازل ہوئے؟ حالانکہ وہ لوگ قوت وطاقت میں بھی ان سے کہیں بڑھ کر تھے، ﴿ وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ ﴾ ''اور زمین میں (چھوڑے ہوئے) نشانات کے لحاظ سے (بھی۔)'' یعنی انھوں نے زمین میں ایسی ایسی عظیم الشان عمارتیں، محلات اور قلعے بنائے تھے کہ یہ لوگ اس طرح کے نہیں بنا سکتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ ﴾ (الأحقاف 26:46) ''اور البتہ تحقیق ہم نے انھیں اس چیز کی قدرت دی جس کی قدرت ہم نے تمھیں نہیں دی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا ﴾ (الروم 9:30) ''اور انھوں نے زمین کو جوتا بویا اور اسے اس سے زیادہ آباد کیا جتنا انھوں نے اسے آباد کیا۔'' یعنی اس عظیم قوت اور زبردست طاقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا اور ان کا گناہ انبیائے کرام کے ساتھ کفر تھا، ﴿ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿21﴾ ﴾ ''اور انھیں اللہ (کے عذاب) سے کوئی بھی

بچانے والا نہ تھا۔'' یعنی کسی نے ان سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور نہ کیا اور نہ کسی نے انھیں بچایا، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ان کے مبتلائے عذاب ہونے کا سبب ان کے وہ گناہ اور جرائم تھے جن کا وہ ارتکاب کرتے تھے، ارشاد فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ''یہ اس لیے کہ بے شک ان کے پیغمبران کے پاس کھلی دلیلوں کے ساتھ آتے تھے۔'' اور واضح دلائل اور قاطع براہین پیش فرماتے تھے۔ ﴿ فَكَفَرُوْا ﴾ ''تو انھوں نے انکار کیا۔'' دلائل و براہین کے واضح اور روشن ہونے کے باوجود یہ لوگ کفر اور انکار کرتے تھے۔ ﴿ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ﴾ ''سو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔'' اور انھیں ہلاک کر دیا، ان پر تباہی و بربادی ڈال دی اور اسی طرح کا عذاب ان کافروں کو بھی ہوگا۔ ﴿ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿22﴾ ﴾ ''بلاشبہ وہ صاحب قوت، سخت سزا دینے والا ہے۔'' وہ عظیم قوت کا مالک ہے، اس کی پکڑ بہت شدید اور اس کا عذاب بہت دردناک ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

تفسیر آیات :23-27

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: قوم کے جھٹلانے پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو تسلی اور یہ بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی اور فتح و نصرت آپ ہی کو حاصل ہوگی جیسا کہ موسیٰ بن عمران کو حاصل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں روشن نشانیوں اور واضح دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿23﴾ ﴾ ''اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ۔'' سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ ﴿ اِلٰى فِرْعَوْنَ ﴾ ''فرعون کی طرف'' جو مصر میں قبطیوں کا بادشاہ تھا۔ ﴿ وَهَامٰنَ ﴾ ''اور ہامان کی طرف'' جو مملکت میں اس کا وزیر تھا۔ ﴿ وَقَارُوْنَ ﴾ ''اور قارون کی طرف'' جو اس زمانے کا سب سے بڑا مال دار شخص اور سب سے بڑا تاجر تھا۔ ﴿ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿24﴾ ﴾ ''تو انھوں نے کہا: یہ تو بڑا جھوٹا جادوگر ہے۔'' یعنی انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور انھیں جادوگر، مجنون، پاگل اور دعوائے نبوت میں جھوٹا قرار دیا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ مَاۤ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿ ﴾ (الذّٰریٰت 51:52,53) ''اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو بھی پیغمبر آیا تو انھوں نے کہا: یہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی (بات) کی وصیت کرتے آئے ہیں (نہیں!) بلکہ وہ سارے سرکش لوگ ہی ہیں۔''

﴿ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا ﴾ ''پس جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر آیا۔'' یعنی ایسی برہان قاطع کے ساتھ جو اس بات کی دلیل تھی کہ واقعی اللہ عزوجل نے انھیں ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے، ﴿ قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ﴾ ''تو انھوں نے کہا: جو لوگ اس کے ساتھ (اللہ پر) ایمان لائے ان کے بیٹوں کو قتل کر دو اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔'' بنی اسرائیل کے بیٹوں کے قتل کی بابت یہ فرعون کا دوسرا حکم تھا جبکہ اس بارے میں اس کا پہلا حکم موسیٰ علیہ السلام کے وجود سے بچنے کے لیے یا بنی اسرائیل کو ذلیل اور ان کی تعداد کو کم کرنے یا ان دونوں باتوں کی وجہ سے تھا اور یہ دوسرا حکم بنی اسرائیل کی تعداد کو کم کرنے اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے کی وجہ سے تھا، نیز اس لیے بھی تا کہ بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کو اپنے

لیے منحوس سمجھیں، اسی لیے توانھوں نے کہا تھا: ﴿ اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِیَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَكُمْ فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ۠ ﴾ (الأعراف 129:7) ”تمھارے آنے سے پہلے بھی ہم اذیتیں دیے گئے اوراس کے بعد بھی کہ تو ہمارے پاس آ گیا، اس (موسیٰ) نے کہا: امید ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور (اس کی جگہ) تمھیں زمین میں خلیفہ بنادے گا، پھر وہ دیکھے گا (کہ) تم کیسے عمل کرتے ہو۔“ قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک امر کے بعد دوسرا امر ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴾ ”اور کافروں کی چال بے کار ہی تھی۔“ یعنی ان کی یہ تدبیر اور یہ قصد وارادہ کہ بنی اسرائیل کی تعداد کو کم کر دیا جائے تاکہ وہ قبطیوں پر غالب نہ آ جائیں، ختم ہو کر رہ گیا اور پورا نہ ہو سکا۔ ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ ﴾ ”اور فرعون بولا: مجھے چھوڑو (تاکہ) میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کو بلا لائے۔“ اللہ تعالیٰ فرعون پر لعنت کرے، اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دے، اس نے اپنی قوم سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں تمھارے لیے اس کو قتل کر دوں، ﴿ وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ ﴾ ”اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کو بلا لائے۔“ کیونکہ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں، یہ انکار، سرکشی اور بغاوت کی انتہا تھی۔ ﴿ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴾ ”بے شک میں ڈرتا ہوں کہ (کہیں) وہ تمھارے دین کو (نہ) بدل دے یا زمین میں فساد (نہ) پھیلا دے۔“ فرعون ڈرتا تھا کہیں موسیٰ علیہ السلام لوگوں کو گمراہ نہ کر دیں اور ان کی رسوم وعادات میں تبدیلی نہ پیدا کر دیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے مثال کے طور پر کہا جاتا ہے: صَارَ فِرْعَوْنُ مُذَكِّرًا ”فرعون واعظ بن گیا ہے“ اور وہ لوگوں کے بارے میں ڈرتا ہے کہ موسیٰ انھیں گمراہ نہ کر دے۔ اکثر قراء نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [أَنْ یُّبَدِّلَ دِینَكُمْ وَأَنْ یُّظْهِرَ فِی الْأَرْضِ الْفَسَادَ] اور دیگر قراء نے اس طرح پڑھا ہے: ﴿ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴾ جبکہ بعض نے: [وَأَنْ یَّظْهَرَ فِی الْأَرْضِ الْفَسَادُ] یعنی (أَنْ یَّظْهَرَ کی ”یا“ کے فتحہ اور الفَسَادُ کی دال کے) ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔[2] ﴿ وَقَالَ مُوْسٰۤی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ ”اور موسیٰ نے کہا: بے شک میں ہر اس متکبر سے جو حساب کے دن (قیامت) پر ایمان نہیں لاتا، اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔“ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب انھیں فرعون کی یہ بات پہنچی: ﴿ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰی ﴾ ”مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔“ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس اور اس جیسے دوسرے لوگوں کے شر سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، ﴿ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ﴾ ”بے شک میں اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں۔“ اے مخاطب لوگو! ﴿ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ ﴾ ”ہر متکبر سے“ جو حق قبول کرنے سے تکبر کرنے والا مجرم ہے، ﴿ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴾ ”جو حساب کے دن (قیامت) پر ایمان نہیں لاتا۔“ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی قوم سے اندیشہ ہوتا تو یہ دعا فرماتے تھے: [اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ وَنَدْرَأُ بِكَ فِی نُحُورِهِمْ] ”اے اللہ! ہم ان کی شرارتوں سے تیری پناہ لیتے ہیں اور ہم تجھے ان

[1] تفسیر الطبری: 71/24. [2] تفسیر القرطبی: 305/15 وتفسیر الطبری: 72/24.

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ

اور آلِ فرعون میں سے ایک مردِ مومن، جو اپنا ایمان چھپاتا تھا، کہنے لگا: کیا تم ایک شخص کو اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے جبکہ

وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا

یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے کھلی نشانیاں لے کر آیا ہے، اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا (وبال) جھوٹ اسی پر ہے، اور اگر وہ سچا ہے تو

يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿28﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ

تمھیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ ملے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے، یقیناً اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے بڑھنے والا، بہت جھوٹا ہو ﴿28﴾ اے

الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ

میری قوم! آج تمھاری ہی حکومت ہے، زمین میں (تم ہی) غالب ہو، پھر اللہ کے عذاب کے مقابلے میں کون ہماری مدد کرے گا اگر اس نے ہمیں آلیا؟

فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿29﴾

فرعون نے کہا: میں تمھیں وہی (راہ) دکھاتا ہوں جو میں (خود) دیکھتا ہوں، اور میں خیر و بھلائی ہی کے راستے کی طرف تمھاری رہنمائی کرتا ہوں ﴿29﴾

کے مقابلے میں سپر بناتے ہیں۔''[1]

تفسیر آیات: 29,28

آلِ فرعون کے ایک مومن شخص کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کی تائید: مشہور بات یہ ہے کہ یہ مومن شخص آلِ فرعون میں سے تھا، یعنی ایک قبطی تھا۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ فرعون کے چچا کا بیٹا تھا۔[2] یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات پا گیا تھا۔[3] ابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آلِ فرعون میں سے فرعون کی بیوی اور اس شخص کے سوا کوئی اور ایمان نہیں لایا تھا جس نے یہ کہا تھا: ﴿يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ﴾ (القصص 20:28) ''اے موسیٰ! (شہر کے) رئیس بلاشبہ تمھارے خلاف مشورہ کر رہے ہیں تاکہ وہ تجھے مار ڈالیں۔'' اسے امام ابن ابوحاتم نے روایت کیا ہے۔[4] یہ شخص اپنی قوم قبط سے اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور اس نے اپنے ایمان کو صرف اس دن ظاہر کیا جب فرعون نے کہا تھا: ﴿ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ﴾ (المؤمن 26:40) ''مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور چاہیے کہ وہ اپنے پروردگار کو بلا لائے۔'' تو اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ آیا اور حدیث شریف سے یہ ثابت ہے: [أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ

① الفاظ کی اس ترتیب کے ساتھ یہ حدیث نہیں ملی، البتہ ابن اثیر نے النهاية في غريب الحديث والأثر: 109/2، مادة: درأ میں [اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَدْرَأُبِكَ فِي نُحُورِهِمْ] کے الفاظ ذکر کیے ہیں جبکہ اس بارے میں حسب ذیل حدیث حسن درجے کی ہے: [اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ، وَنَعُوذُبِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ] ''اے اللہ! بے شک ہم تجھے ان کے مقابلے میں سپر (ڈھال) بناتے ہیں اور ہم ان کی شرارتوں سے تیری پناہ لیتے ہیں۔'' دیکھیے سنن أبي داود، الوتر، باب مايقول الرجل إذا خاف قوما؟ حديث: 1537 و السنن الكبرى للنسائي، السير، باب الدعاء إذا خاف قوما: 188/5، حديث: 8631 و مسند أحمد: 415,414/4 و صحيح ابن حبان، السير، ذكر مايستعين المرء به ربه جل وعلا على قتال أعداء الله الكفرة......: 83,82/11، حديث: 4765.

② تفسير الطبري: 73/24. ③ تفسير الطبري: 73/24. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 3266/10 و تفسير القرطبي: 306/15.

عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ] ’’افضل جہاد جابر بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔‘‘ [1] اور فرعون کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ ﴾ ’’کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے؟‘‘ البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے یہ بتائیں کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ سخت معاملہ کیا کیا تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے صحن میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ عقبہ بن ابو مُعَیط آ گیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھے سے پکڑ لیا، کپڑا آپ کی گردن میں ڈال دیا اور بہت شدت کے ساتھ آپ کے گلے کو دبایا، پس اسی وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے، انھوں نے اسے کندھے سے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹا دیا اور قرآن مجید کی یہی آیت کریمہ پڑھی: ﴿ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ﴾ ’’کیا تم ایک شخص کو اس لیے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے جبکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔‘‘ اسے صرف امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ [2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ﴾ ’’جبکہ یقیناً وہ تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔‘‘ یعنی تم ایک ایسے شخص کو کیوں قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر تمھارے پاس وہ جو حق لے کر آیا ہے، اس کے حق وصدق پر اس نے برہان بھی قائم کر دی ہے! پھر اس نے ان سے گفتگو میں ذرا نرم انداز اختیار کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ﴾ ’’اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر ہے اور اگر وہ سچا ہے تو تمھیں اس (عذاب) کا کچھ حصہ ضرور پہنچے گا جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔‘‘ یعنی تمھارے پاس وہ جس پیغام کو لے کر آیا ہے اگر اس کا صحیح ہونا ظاہر نہ ہو تو عقل اور پختہ ومضبوط رائے کا تقاضا یہ ہے کہ تم اسے چھوڑ دو اور اسے ایذا نہ دو کیونکہ اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ خود اسے دنیا وآخرت میں اس کے جھوٹ کی سزا دے گا اور اگر وہ سچا ہوگا تو کوئی عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر آ واقع ہوگا کیونکہ وہ تم سے یہ بھی کہتا ہے کہ اگر تم نے اس کی مخالفت کی تو دنیا وآخرت میں عذاب کی لپیٹ میں آ جاؤ گے، لہٰذا تمھارے نزدیک وہ سچا بھی ہو سکتا ہے، اس لیے تمھیں چاہیے کہ اس کی مخالفت نہ کرو بلکہ اسے اور اس کی قوم کو چھوڑ دو کہ وہ اپنی قوم کو اپنے دین کی دعوت دیتا رہے اور اس کی قوم کے لوگ اس کی اتباع کرتے رہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے فرعون اور اس کی قوم سے مطالبہ کیا کہ وہ اسے چھوڑ دیں۔ ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

---

[1] سنن أبي داود، الملاحم، باب الأمر والنهي، حديث: 4344 و جامع الترمذي، الفتن، باب ماجاء أفضل الجهاد ......، حديث: 2174 و سنن النسائي، البيعة، باب فضل من تكلّم بالحق......، حديث: 4214 و سنن ابن ماجه، الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، حديث: 4011، امام نسائی کے علاوہ باقی تینوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جبکہ امام نسائی نے طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ [2] صحيح البخاري، التفسير، سورة المؤمن، حديث: 4815.

كَرِيْمٌ ۝ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَ اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۝ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ فَاعْتَزِلُوْنِ ۝ (الدخان 44: 17-21) ''اور البتہ تحقیق ان سے پہلے ہم نے قوم فرعون کی آزمائش کی اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے (جنھوں نے یہ کہا) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو، بلاشبہ میں تمھارے لیے امانت دار پیغمبر ہوں اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بے شک میں تمھارے پاس کھلی دلیل لایا ہوں اور بے شک میں اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو، اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔'' اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی قریش سے فرمایا تھا کہ وہ آپ کو چھوڑ دیں کہ آپ بندگان الٰہی کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیں، برا سلوک نہ کریں اور ایذا رسانی کو ترک کر کے میرے اور اپنے درمیان قرابت داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا معاملہ کریں۔ [1] ﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ﴾ (الشوریٰ 42:23) ''کہہ دیجیے: میں اس کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر قرابت داری کی محبت (ضرور چاہتا ہوں۔)'' یعنی میرے اور تمھارے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے مجھے ایذا نہ دو بلکہ مجھے اور لوگوں کو چھوڑ دو، حدیبیہ کے دن صلح بھی اسی بنیاد پر ہوئی تھی اور اسے فتح مبین قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝﴾ ''بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا بہت جھوٹا ہے۔'' یعنی اگر یہ شخص جھوٹا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے جیسا کہ تم اسے جھوٹا سمجھتے ہو تو اس کا معاملہ بالکل واضح ہوتا جو اس کے اقوال و افعال کی وجہ سے ہر ایک کے سامنے ظاہر ہو جاتا، نیز اس کا معاملہ حد درجہ اختلاف و اضطراب کا شکار ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا معاملہ تو بالکل سیدھا اور اس کا طریقہ مستقیم ہے، اگر یہ حد سے تجاوز کر جانے والا اور جھوٹے لوگوں میں سے ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے اس رشد و ہدایت سے سرفراز نہ فرماتا جس کی جھلک تمھیں اس کی ایک ایک ادا سے نظر آ رہی ہے، پھر اس مرد مومن نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے کہا کہ اگر تم اپنی اس روش سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تم سے چھن جائیں گی اور عذاب الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے، ﴿يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اے میری قوم! آج تمھاری ہی بادشاہت ہے (اور تم ہی) زمین میں غالب ہو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں بادشاہت، قوت و اقتدار کے ساتھ زمین میں غلبہ اور عظیم جاہ و منصب کی نعمتوں سے نوازا ہے تو اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر بجا لاؤ، اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرو اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، ﴿فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ﴾ ''پھر اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ گیا تو اس کے مقابلے میں ہماری مدد کون کرے گا؟'' یہ فوجیں اور یہ لشکر تمھارے کچھ کام نہ آ سکیں گے اور اگر اللہ ہمیں عذاب دینا چاہے تو یہ ہم سے عذاب الٰہی کو ٹال نہیں سکیں گے۔ یہ اس مرد مومن، نیکوکار اور بھلے شخص نے کہا جو فرعون کی نسبت

[1] ماخوذ از صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ﴾ (الشوریٰ 42:23)، حدیث: 4818 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مختصرًا.

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿30﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ

اور جو شخص ایمان لایا تھا اس نے کہا: اے میری قوم! بلاشبہ مجھے تمھاری نسبت (دوسرے) گروہوں (سابقہ امتوں) کے دن کے مانند (عذاب) کا ڈر ہے ﴿30﴾ قوم

وَّ ثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿31﴾ وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ

نوح اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کے حال کے مانند جو ان کے بعد ہوئے، اور اللہ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا ﴿31﴾ اور اے میری قوم! بے شک

یَوْمَ التَّنَادِ ﴿32﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

مجھے تم پر باہمی پکار کے دن (قیامت) کا ڈر ہے ﴿32﴾ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے، تو کوئی تمھیں اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوگا۔ اور جسے اللہ

مِنْ هَادٍ ﴿33﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ

گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ﴿33﴾ اور بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے یوسف بھی تمھارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تھا، پھر تم ہمیشہ اس کے

حَتّٰٓی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ

متعلق شک میں رہے جو وہ تمھارے پاس لایا، حتی کہ جب وہ فوت ہو گیا، تو تم نے کہا: اس کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا، اللہ اس شخص کو اسی

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿34﴾ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا

طرح گمراہ کرتا ہے جو حد سے بڑھنے والا، شک کرنے والا ہو ﴿34﴾ جو لوگ اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان کے پاس آئی ہو، (یہ رویہ)

عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿35﴾

اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے بڑی ناراضی و بیزاری کا باعث ہے، اللہ ہر متکبر، سرکش کے دل پر اسی طرح مہر لگا دیتا ہے ﴿35﴾

بادشاہت کا کہیں زیادہ حق دار تھا۔ فرعون اس کی تردید کرتے ہوئے اپنی قوم سے کہنے لگا: ﴿ مَآ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی ﴾ ''میں تمھیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں۔'' یعنی میں تم سے بھی وہی بات کہتا ہوں جسے میں اپنے لیے دیکھتا ہوں، فرعون یہ بات جھوٹ کہہ رہا تھا کیونکہ اس کے نزدیک یہ بات ثابت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام اپنے نبوت و رسالت کے دعوے میں سچے ہیں جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:102) ''انھوں نے کہا: بلاشبہ یقیناً تو یہ جانتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا انھیں کسی نے نازل نہیں کیا اس حال میں کہ روشن دلائل ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا ؕ ﴾ (النمل 27:14) ''اور انھوں نے بے انصافی اور غرور کی وجہ سے ان کا انکار کیا، حالانکہ ان کے دل انھیں اچھی طرح مان چکے تھے۔'' فرعون نے یہ بات: ﴿ مَآ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی ﴾ ''میں تمھیں وہی دکھاتا ہوں جو میں دیکھتا ہوں۔'' از راہ کذب و افترا کہی اور اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی رعیت کی خیانت کی اور ان کی ہمدردی و خیر خواہی نہ کی، اسی طرح اس نے یہ بھی غلط کہا: ﴿ وَمَآ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿29﴾ ﴾ ''اور میں تو بھلائی ہی کے راستے کی طرف تمھاری رہنمائی کرتا ہوں۔'' یعنی میں تمھیں حق، سچ اور خیر و بھلائی کے رستے کی دعوت دیتا ہوں، گو اس کی قوم نے اس کی اطاعت اور اتباع کی مگر وہ اپنی قوم سے جھوٹ بول رہا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ۝ ﴾ (ہود 11: 97) ''تو انھوں نے

فرعون ہی کے حکم کی پیروی کی اور فرعون کا حکم کوئی بھلائی والا نہیں تھا۔‘‘ اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 79:20) ’’اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھے رستے پر نہ ڈالا۔‘‘ اور حدیث میں ہے کہ جو امام فوت ہو جس دن بھی فوت ہو اس حال میں کہ وہ اپنی رعایا سے دھوکا کرنے والا ہو تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا، حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے بھی آ رہی ہوگی۔[1] وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات:30-35

آلِ فرعون میں سے ایمان لانے کے بعد قوم کا درد رکھنے والا شخص: اللہ عزوجل نے آل فرعون کے اس صالح اور مومن مرد کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو دنیا و آخرت میں عذاب الٰہی سے ڈرایا اور فرمایا: ﴿ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ۝ ﴾ ’’اے میری قوم! بلاشبہ میں تم پر گروہوں کے دن کی طرح سے ڈرتا ہوں۔‘‘ یعنی ان امتوں کے دن کی طرح سے جنھوں نے ماضی میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی تکذیب کی، مثلاً: قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور ان کے بعد انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی امتیں کہ ان پر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو کوئی اسے ٹال نہ سکا۔ ﴿ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ۝ ﴾ ’’اور اللہ تو بندوں پر ظلم کرنا ہی نہیں چاہتا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے گناہوں، اللہ کے پیغمبروں کی تکذیب اور اس کے حکم کی مخالفت کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان کے بارے میں اپنی تقدیر کو نافذ فرما دیا تھا، پھر اس مرد مومن نے کہا: ﴿ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝ ﴾ ’’اور اے میری قوم! بلاشبہ میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔‘‘ یعنی قیامت کے دن سے ﴿ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ﴾ ’’جس دن تم پیٹھ پھیر کر (قیامت کے میدان سے) بھاگو گے۔‘‘ یعنی بھاگ جانے کی کوشش کرو گے۔ ﴿ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ِالْمُسْتَقَرُّ ۝ ﴾ (القیٰمۃ 12,11:75) ’’ہرگز نہیں، (وہاں) کوئی پناہ گاہ نہیں ہے، اس روز آپ کے پروردگار ہی کی طرف ٹھکانا ہوگا۔‘‘ اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ﴾ ’’تمھارے لیے کوئی اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوگا۔‘‘ یعنی اس دن ایسا کوئی نہیں ہوگا جو تمھیں اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بچا سکے۔ ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ ﴾ ’’اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔‘‘ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے، اسے اس کے سوا اور کوئی ہدایت عطا نہیں کر سکتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ ﴾ ’’اور البتہ تحقیق اس سے پہلے یوسف بھی تمھارے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تھے۔‘‘ یعنی اہل مصر کے پاس اور اللہ تعالیٰ نے انھیں موسیٰ علیہ السلام سے پہلے رسول بنا کر مبعوث فرمایا تھا، یوسف سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو عزیز اہل مصر تھے، اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی امت کو عدل و انصاف کی دعوت دینے کے لیے مبعوث فرمایا تھا، قوم نے ان کی اطاعت تو کی مگر محض ان کی وزارت اور دنیوی جاہ و منصب کی وجہ سے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ ﴾ ’’پھر تم ہمیشہ اس سے شک میں رہے جو وہ تمھارے پاس لایا، یہاں تک کہ جب وہ فوت

[1] صحيح البخاري، الأحكام، باب من استرعى رعية فلم ينصح، حديث: 7152,7151 عن معقل رضی اللہ عنہ بالفاظ دیگر۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿36﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ

اور فرعون نے کہا: اے ہامان! تو میرے لیے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں راستوں تک پہنچوں﴿36﴾ (یعنی) آسمانوں کے راستوں تک، پھر میں موسیٰ کے

اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ

معبود کی طرف جھانکوں، اور بے شک میں تو اسے جھوٹا خیال کرتا ہوں، اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل پر کشش بنا دیا گیا، اور اسے (سیدھے)

4 ع 10 9 وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿37﴾ ع

راستے سے روک دیا گیا، اور فرعون کی چال تو بس تباہ و برباد ہو کر رہی﴿37﴾

ہو گیا تو تم نے کہا: اللہ اس کے بعد کبھی کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا‘‘ یعنی تم نے ناامید ہو کر اور کفر و تکذیب کی وجہ سے یہ کہا کہ اب اللہ تعالیٰ کبھی کوئی اور پیغمبر نہیں بھیجے گا۔ ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿34﴾ ﴾ ’’اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کر دیتا ہے جو حد سے نکل جانے والا، شک کرنے والا ہو۔‘‘ یعنی تمہارے حال ہی کے مانند اس شخص کا حال ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ افعال میں حد سے نکل جانے اور دل کی تشکیک کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے گمراہ کر دے، پھر فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ ﴾ ’’جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو، اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں‘‘ یعنی حق کو باطل کے ساتھ دور کرتے ہیں اور دلائل کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ کسی دلیل و حجت کے بغیر جھگڑتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے شدید ناراض ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ ﴾ ’’اللہ کے نزدیک اور ان لوگوں کے نزدیک جو ایمان لائے (جھگڑا) بڑی ناراضی کا باعث ہے۔‘‘ یعنی جس کا یہ حال ہو مومن بھی اسے ناپسند کرتے ہیں۔ ایسی کیفیت والے کے دل پر اللہ تعالیٰ مہر لگا دیتا ہے اور اس کے بعد وہ نیکی کو نیکی اور برائی کو برائی نہیں سمجھتا، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿35﴾ ﴾ ’’اسی طرح اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔‘‘ یعنی ان لوگوں کے دلوں پر جو اتباع حق سے تکبر کریں اور سرکشی اختیار کریں، ابو عمران جونی اور قتادہ فرماتے ہیں کہ سرکشوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ ناحق قتل کرتے ہیں۔[1] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات :37,36

فرعون کا ربِ کائنات سے استہزا: اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بغاوت و سرکشی اور اس کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب و افترا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان کو یہ حکم دیا کہ وہ ایک بہت بلند و بالا محل بنائے اور اسے پختہ اینٹوں سے تعمیر کرے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا ﴾ (القصص 28 :38) ’’تو اے ہامان! میرے لیے مٹی کو آگ لگا (کر اینٹیں پکا دے)، پھر میرے لیے ایک اونچا محل بنا دے۔‘‘ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿36﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ ﴾ ’’تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمانوں کے رستوں پر۔‘‘ ﴿ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ ﴾ سے مراد قتادہ اور سدی کے نزدیک دروازے ہیں جبکہ ابو صالح کہتے ہیں کہ اس سے مراد آسمانوں کے

---

[1] الدر المنثور: 234/5 و تفسیر ابن أبي حاتم: 2959/9.

وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿38﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا

اور جو شخص ایمان لایا تھا، اس نے کہا: اے میری قوم! تم میری پیروی کرو میں تمھیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا﴿38﴾ اے میری قوم! یہ دنیاوی

مَتَاعٌ ز وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿39﴾ مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ج وَمَنْ

زندگی تو بس (تھوڑا سا) فائدہ اٹھانا ہے، اور بے شک آخرت ہی (ہمیشہ) رہنے کا گھر ہے﴿39﴾ جس نے کوئی برائی کی تو اسے بس اس کے برابر

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا

ہی بدلہ دیا جائے گا، اور جس نے کوئی نیک کام کیا (وہ) مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ مومن ہو، تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہاں انھیں

بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿40﴾

بے حساب رزق دیا جائے گا﴿40﴾

راستے ہیں۔ ① ﴿فَاَطَّلِعَ اِلٰٓی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ط﴾ ''پھر موسیٰ کے الٰہ کی طرف جھانک کر دیکھ لوں اور میں تو یقیناً اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔'' یہ اس کا کفر اور اس کی سرکشی تھی کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ط﴾ ''اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کے اعمالِ بد مزین کر دیے گئے اور وہ (سیدھے) رستے سے روک دیا گیا۔'' یعنی اپنے اس کرتوت کی وجہ سے اس نے یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنی رعیت کو اس وہم میں مبتلا کر دے کہ وہ کوئی ایسا کام کر رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب ممکن ہو جائے گی، اس لیے فرمایا: ﴿وَمَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴿37﴾﴾ ''اور فرعون کی تدبیر تو تباہی میں تھی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد فرماتے ہیں کہ خسارے میں تھی۔ ②

تفسیر آیات:38-40

مومن آلِ فرعون کے خطاب کی چند اور باتیں: اس مردِ مومن نے اپنی اس قوم سے کہا جس نے بغاوت اور سرکشی کو اختیار کیا، دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی اور رب جبار اعلیٰ کو بھول گئی: ﴿یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿38﴾﴾ ''اے میری قوم! میری اتباع کرو میں تمھیں بھلائی کا رستہ بتلاؤں گا۔'' یہ بات فرعون کی اس بات کی طرح نہیں جو اس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہی ہے: ﴿وَمَآ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ○﴾ (المؤمن 29:40) ''اور میں تمھیں بھلائی کی راہ ہی بتاتا ہوں۔'' پھر اس مردِ مومن نے انھیں اس دنیا سے بے رغبت ہوتے ہوئے کہا جسے انھوں نے آخرت پر ترجیح دے رکھی تھی اور اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق سے روک رکھا تھا: ﴿یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ ز﴾ ''اے میری قوم! یہ دنیا کی زندگی تو بس (تھوڑا سا) فائدہ ہے۔'' یہ قلیل، زوال پذیر اور فانی ہے، یہ عنقریب ختم ہو کر رہ جائے گی۔ ﴿وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿39﴾﴾ ''اور بلاشبہ آخرت ہی ٹھہرنے کا گھر ہے۔'' یعنی یہ ایسا گھر ہے جسے کبھی زوال نہیں ہے۔ جس سے کبھی نقل مکانی نہیں ہوگی جسے چھوڑ کر کہیں اور نہیں جانا ہوگا بلکہ آخرت میں تو یا جنت ہے یا جہنم، اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿مَنْ

① تفسیر القرطبی: 314/15 و تفسیر الطبری: 82/24. ② تفسیر الطبری: 84/24.

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿41﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ

اور اے میری قوم! مجھے کیا ہے کہ میں تو تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں، اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو (41) تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر

وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿42﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ

کروں، اور اس کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں، اور میں تمھیں نہایت غالب، خوب بخشنے والے کی طرف بلاتا

اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ

ہوں (42) یقینی بات ہے کہ تم مجھے جس کی طرف بلاتے ہو، وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں، اور بلاشبہ ہماری واپسی اللہ ہی

هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿43﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

کی طرف ہے، اور بلاشبہ حد سے بڑھنے والے ہی دوزخی ہیں (43) لہٰذا تم عنقریب (ان باتوں کو) یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿44﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿45﴾ ج

اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بلاشبہ اللہ بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے (44) پھر انھوں نے جو مکر و فریب کیا تھا، اللہ نے اس کی برائیوں سے اس (ایمان دار) کو بچا لیا

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ

اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا (45) (وہ دوزخ کی) آگ ہے جس پر انھیں صبح و شام پیش کیا جاتا ہے، اور جس دن قیامت قائم ہوگی (کہا جائے گا:)

اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿46﴾

آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو (46)

عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ﴾ ’’جس نے کوئی برائی کی تو اس کے مثل ہی وہ بدلہ دیا جائے گا۔‘‘ یعنی ایک برے کام کی وجہ سے اس کی طرح ایک ہی گناہ ہوگا۔ ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿40﴾﴾ ’’اور جس نے کوئی نیک کام کیا، مرد ہو یا عورت جبکہ وہ صاحب ایمان بھی ہو تو یہی لوگ بہشت میں داخل ہوں گے، وہ وہاں بے شمار رزق دیے جائیں گے۔‘‘ یعنی جزا محدود نہ ہوگی بلکہ اللہ عزوجل بے پایاں اجر و ثواب عطا فرمائے گا جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی الْمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ.

تفسیر آیات: 41-46

خطاب کا اختتام اور فریقین کا انجام: مرد مومن نے ان سے کہا کہ مجھے کیا ہے کہ میں تو تمھیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے اور اس کے اس رسول ﷺ کی تصدیق کی جائے جسے اس نے مبعوث فرمایا ہے: ﴿وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿41﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ﴾ ’’اور تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو، تم مجھے اس لیے بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس (چیز) کو اس کا شریک مقرر کروں جس کا مجھے کچھ بھی علم نہیں۔‘‘ یعنی میں یہ کام کسی دلیل کے بغیر محض جہالت کی بنیاد پر کروں۔ ﴿وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿42﴾﴾ ’’اور میں تمھیں نہایت غالب، خوب بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔‘‘ یعنی وہ اپنے غلبہ و کبریائی کے ساتھ توبہ کرنے والے

کے گناہ کو معاف فرما دیتا ہے، ﴿ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ﴾ ''(اس میں) کوئی شک نہیں کہ یقیناً جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو۔'' سدی اور ابن جریر فرماتے ہیں کہ ﴿ لَا جَرَمَ ﴾ کے معنی ہیں: سچ تو یہ ہے۔[1] ضحاک فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں: جھوٹ نہیں۔[2] اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں: کیوں نہیں،[3] جن بتوں اور شریکوں کی تم مجھے دعوت دیتے ہو، ﴿ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ ﴾ ''اس کے لیے نہ دنیا اور نہ آخرت میں پکار (قبول کرنے کا مقدور) ہے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بت کے اختیار میں کچھ نہیں۔[4] قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بت نفع ونقصان کا کوئی اختیار نہیں رکھتا۔[5] سدی کہتے ہیں کہ وہ دنیا وآخرت میں اپنے پکارنے والے کو کوئی جواب نہیں دے سکتا۔[6] یہ ایسے ہے جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ ﴾ (الأحقاف 6,5:46) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو روز قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے؟ جبکہ وہ ان کی پکار ہی سے غافل ہیں، اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کرنے والے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ ﴾ (فاطر 14:35) ''اگر تم انھیں پکارو تو وہ تمھاری پکار نہ سنیں گے اور اگر سن بھی لیں تو تمھیں جواب نہیں دیں گے۔''

﴿ وَاَنَّ مَرَدَّنَاۤ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ''اور بے شک ہمیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے'' یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جہاں وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝ ﴾ ''اور بلاشبہ حد سے نکل جانے والے ہی دوزخی ہیں۔'' جہاں وہ حد سے نکل جانے کی وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ حد سے نکلنے سے مراد ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ ﴿ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ ﴾ ''تو جو (بات) میں تم سے کہتا ہوں تم اسے عنقریب (آگے چل کر) یاد کیا کرو گے'' یعنی میں نے تمھیں جس بات کا حکم دیا جس سے منع کیا جو نصیحت کی اور جو وضاحت کی، اس کی سچائی تم عنقریب معلوم کر لو گے اور پھر تم اسے یاد کر کے ندامت کا اظہار کرو گے مگر اس وقت اظہار ندامت تمھارے کچھ کام نہ آئے گا۔

﴿ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اور میں اپنا معاملہ اللہ کو سونپتا ہوں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل کرتا ہوں، اسی سے مدد مانگتا ہوں اور تم سے قطع تعلق کر کے دوری اختیار کرتا ہوں، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ ﴾ ''بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے، جو ہدایت کا مستحق ہوا اسے وہ ہدایت عطا فرما دیتا ہے

---

[1] تفسير الطبري:87,86/24. [2] تفسير ابن أبي حاتم:2280/7 والدر المنثور:213/4. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 2280/7 والدر المنثور:213/4. [4] تفسير الطبري:86/24. [5] تفسير الطبري:87/24. [6] تفسير الطبري: 87/24.

اور جو گمراہی کا مستحق ہو تو اسے وہ گمراہ کر دیتا ہے، اسی کے لیے حجت بالغہ اور حکمت تامہ ہے اور اس کی بنائی ہوئی تقدیر نافذ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا﴾ ''پس اللہ نے اسے ان لوگوں کی تدبیروں کی برائیوں سے محفوظ رکھا۔'' یعنی دنیا و آخرت میں، دنیا میں تو اللہ تعالیٰ نے اسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات عطا فرمائی اور آخرت میں اسے جنت میں داخل فرما دیا۔

عذاب قبر کا ثبوت: ﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ﴿45﴾﴾ ''اور آل فرعون کو برے عذاب نے آ گھیرا۔'' اور وہ تھا پہلے دریا میں غرق کرنا اور پھر وہاں سے جہنم میں منتقل کر دینا، ان کی روحوں کو قیامت برپا ہونے تک صبح و شام آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو ان کے جسموں اور روحوں کو یکجا کر کے جہنم رسید کیا جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿46﴾﴾ ''اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔'' یعنی جو زیادہ درد اور تکلیف والا ہوگا۔ یہ آیت کریمہ اہل سنت کے اس استدلال کی بہت بڑی دلیل ہے کہ قبروں کے اندر برزخی زندگی میں عذاب ہوگا: ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ﴾ ''(وہ) آگ ہے، وہ (سب) صبح و شام اس پر پیش کیے جاتے ہیں۔''

لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور اس سے برزخ میں عذاب قبر پر استدلال کیا گیا ہے جبکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی عورت ان کی خدمت کیا کرتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب بھی اس سے کوئی نیکی کرتیں تو یہودن ان سے کہتی: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم!) کیا قیامت کے دن سے پہلے قبر میں بھی عذاب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا، وَعَمَّ ذَاكَ؟] ''نہیں، یہ کون کہتا ہے؟'' انھوں نے جواب دیا کہ اس یہودن سے میں جب بھی کوئی نیکی کرتی ہوں تو یہ کہتی ہے: اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [كَذَبَتْ يَهُودُ وَهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ أَكْذَبُ، لَا عَذَابَ دُونَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''یہودی جھوٹ کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ زیادہ ہی جھوٹ بولتے ہیں، قیامت کے دن کے علاوہ اور کوئی عذاب نہیں ہے۔''

پھر کچھ عرصے کے بعد ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصف النہار کے بعد تشریف لائے، آپ اپنے کپڑے کو لپیٹے ہوئے تھے، آپ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور آپ بلند آواز سے فرما رہے تھے: [أَيُّهَا النَّاسُ! أَظَلَّتْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، أَيُّهَا النَّاسُ! لَوْ تَعْلَمُونَ مَا أَعْلَمُ لَبَكَيْتُمْ كَثِيرًا وَّضَحِكْتُمْ قَلِيلًا، أَيُّهَا النَّاسُ! اِسْتَعِيذُوا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَإِنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ حَقٌّ] ''اے لوگو! فتنے تمھیں اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح ڈھانپ لیں گے، لوگو! اگر تم بھی جان لو جو میں جانتا ہوں تو تم زیادہ روؤ اور کم ہنسو، بنی نوع انسان! عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو، بے شک عذاب قبر حق ہے۔''[1] اس حدیث کی سند صحیح اور بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے لیکن انھوں نے اسے روایت نہیں کیا۔ سوال یہ ہے

[1] مسند أحمد :6/81.

کہ اس میں تطبیق کس طرح ہوگی کہ یہ آیت تو مکی ہے اور اس میں عذاب برزخ کی دلیل موجود ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ برزخ میں روحوں کو صبح وشام آگ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قبروں میں اس پیش کیے جانے کی وجہ سے جسموں کو بھی تکلیف ہوتی ہے کیونکہ اس میں بطور خاص صرف روحوں کے پیش کیے جانے کا ذکر ہے، جہاں تک برزخ میں جسموں کے مبتلائے الم ودرد ہونے کا تعلق ہے تو یہ ان صحیح احادیث سے ثابت ہے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اس آیت میں برزخ میں کفار کے عذاب کا ذکر ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مومن کو بھی اپنے گناہ کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوتا ہے، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کے پاس ایک یہودن بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کہہ رہی تھی: کیا تجھے معلوم ہے کہ تم قبروں میں فتنے میں مبتلا کیے جاؤ گے۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر کانپ اٹھے اور آپ نے فرمایا: [إِنَّمَا تُفْتَنُ يَهُودُ] ”صرف یہودی (قبروں میں) آزمائے جائیں گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ چند راتیں گزری تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَشَعَرْتِ أَنَّهُ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ؟] ”کیا تجھے معلوم ہے، یہ بات مجھے وحی کی گئی کہ یقیناً تم قبروں میں فتنے میں مبتلا کیے جاؤ گے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ عذاب قبر سے پناہ طلب کیا کرتے تھے۔[1] امام مسلم نے بھی اسے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ برزخ میں روحوں کو عذاب ہوتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر میں جسموں کو بھی عذاب ہوتا ہے۔ جب خاص طور پر اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی طرف وحی نازل فرمادی تو آپ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنا شروع کردی۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ۔ عذاب قبر کے بارے میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔

امام قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ کے معنی صبح وشام کے ہیں۔ جب تک دنیا باقی رہے گی ان سے کہا جائے گا کہ اے فرعونیو! یہ ہیں تمھارے گھر، یہ ان سے ازراہ سرزنش وسزا وتذلیل کہا جائے گا۔[3] اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ آج وہ قبروں میں ہیں اور انھیں قیامت تک صبح وشام آگ کی طرف لے جایا جائے گا۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا مَاتَ، عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ، إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ، فَيُقَالُ: هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ”بے شک تم میں سے کوئی ایک جب فوت ہوجاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانا اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت میں سے ہو تو اہل جنت کا ٹھکانا اسے

① مسند أحمد :248/6. ② صحيح مسلم، المساجد ومواضع الصلاة، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر.....، حديث :584 . ③ تفسير الطبري :90/24 .

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور جب وہ جہنم میں باہم جھگڑیں گے، تو جن لوگوں نے تکبر کیا تھا، ان سے کمزور لوگ کہیں گے: بلاشبہ ہم تو (دنیا میں) تمھارے تابع تھے، پھر کیا تم ہم

اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿47﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ

سے آگ کا کچھ حصہ ہٹاؤ گے؟﴿47﴾ جن لوگوں نے تکبر کیا تھا وہ کہیں گے: بے شک ہم سب ہی اس (آگ) میں ہیں، بلاشبہ اللہ نے تو بندوں کے درمیان

قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿48﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا

فیصلہ کر دیا ہے﴿48﴾ اور وہ (سب) لوگ، جو آگ میں ہوں گے، جہنم کے دربانوں سے کہیں گے: تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ایک دن تو ہم سے کچھ

مِّنَ الْعَذَابِ ﴿49﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ

عذاب ہلکا کر دے﴿49﴾ وہ کہیں گے: کیا تمھارے رسول تمھارے پاس کھلی نشانیاں لے کر نہیں آتے تھے؟ وہ (جواب میں) کہیں گے: کیوں نہیں!

ع 5 13 10 وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿50﴾

وہ (دربان) کہیں گے: پھر تم (خود ہی) دعا کرلو، اور کافروں کی دعا تو بے کار ہی جائے گی﴿50﴾

دکھایا جاتا ہے اور اگر وہ اہل جہنم میں سے ہو تو اہل جہنم کا ٹھکانا اسے دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانا حتی کہ اللہ عزوجل تجھے قیامت کے دن اس ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔''[1] اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیات :47 - 50

اہل دوزخ کا باہمی جھگڑا: اللہ تعالیٰ نے اہل دوزخ کے آپس میں لڑنے جھگڑنے کا ذکر فرمایا ہے اور فرعون اور اس کی قوم بھی انھی میں سے ہے۔ متکبرین کے پیروکار کمزور لوگ اپنے رئیسوں، سرداروں اور سربراہوں سے کہیں گے: ﴿اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾ ''یقیناً ہم تو تمھارے تابع تھے۔'' یعنی دنیا میں تم نے ہمیں جس کفر و ضلالت کی دعوت دی ہم نے اس میں تمھاری اطاعت کی۔ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿47﴾﴾ ''تو کیا تم آگ (کے عذاب) کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو؟'' یعنی کیا ہمارے عذاب کا کوئی حصہ تم اٹھا سکتے ہو؟ ﴿قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ﴾ ''جو غرور کرتے تھے وہ لوگ کہیں گے: بے شک ہم سب ہی اس میں ہیں۔'' یعنی ہم تمھارے عذاب کا کوئی حصہ نہیں اٹھائیں گے، ہمارے لیے وہی سزا اور عذاب کافی ہے جس میں ہم مبتلا ہیں، ﴿اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿48﴾﴾ ''بے شک اللہ نے تو بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے۔'' یعنی ہم میں سے ہر ایک جس عذاب کا مستحق ہے وہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے مابین تقسیم فرما دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○﴾ (الأعراف 38:7) ''(اللہ) فرمائے گا: (تم میں سے) ہر ایک کے لیے دگنا (عذاب) ہے مگر تم نہیں جانتے۔''

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿49﴾﴾ ''اور جو لوگ آگ میں (جل رہے)

---

[1] مسند أحمد: 113/2. [2] صحيح البخاري، الجنائز، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي، حديث: 1379 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه......، حديث: 2866.

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿51﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ

بلاشبہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد دنیاوی زندگی میں بھی ضرور کرتے ہیں اور اس دن بھی (کریں گے) جب گواہ کھڑے ہوں گے ﴿51﴾ اس دن

الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿52﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى

ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی، اور ان کے لیے لعنت ہے، اور ان کے لیے برا گھر ہے ﴿52﴾ اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی، اور ہم

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿53﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿54﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ

نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا ﴿53﴾ عقل مندوں کی ہدایت اور نصیحت کے لیے ﴿54﴾ لہٰذا (اے نبی!) آپ صبر کیجیے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور

اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿55﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اپنے گناہ کی معافی مانگیے، اور شام کو اور صبح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے ﴿55﴾ بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ

کے پاس آئی ہو، ان کے سینوں میں صرف بڑائی (کا خبط) ہے، وہ اس تک کبھی پہنچ نہیں سکیں گے، لہٰذا آپ (ان کے شر سے) اللہ کی پناہ مانگیے، بلاشبہ وہی

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿56﴾

خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے ﴿56﴾

ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے: اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔'' یہ بات وہ اس وجہ سے کہیں گے کہ انھیں معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول نہیں کرے گا اور اسے قطعاً نہیں سنے گا بلکہ وہ فرمائے گا: ﴿ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 108:23) ''اسی میں ذلیل وخوار پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' تو وہ دوزخ کے داروغوں سے سوال کریں گے اور وہ جہنمیوں کے لیے ایسے ہوں گے جیسے جیل کے جیلر ہوتے ہیں کہ وہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ کافروں سے عذاب میں تخفیف کر دے، خواہ ایک دن ہی کے لیے سہی تو جہنم کے داروغے ان کی اسی بات کا جواب دیتے ہوئے کہیں گے: ﴿ اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ ﴾ ''کیا تمھارے پاس تمھارے پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آیا کرتے تھے؟'' یعنی کیا پیغمبروں کی زبانی تمھارے خلاف، دنیا میں دلائل و براہین قائم نہیں ہو چکے تھے؟ ﴿ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ ﴾ ''وہ کہیں گے: کیوں نہیں! تو وہ (فرشتے) کہیں گے کہ پھر تم (خود ہی) دعا کرو'' یعنی تم خود ہی اپنے لیے دعا کرو، ہم تمھارے لیے دعا کریں گے نہ تمھاری کوئی بات سنیں گے اور نہ ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ تمھیں جہنم سے نجات ملے، ہم تم سے بری ہیں، پھر ہم تمھیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ تم دعا کرو یا نہ کرو برابر ہے، تمھاری دعا قبول نہیں ہوگی اور نہ تم سے عذاب میں کوئی تخفیف ہی کی جائے گی، اس لیے وہ کہیں گے: ﴿ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿50﴾ ﴾ ''اور کافروں کی دعا (اس روز) بے کار ہی ہوگی۔'' یعنی تمھاری دعا ضائع ہوگی اور اسے قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا۔

تفسیر آیات: 51-56

رسولوں اور مومنوں کی مدد۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''بے شک ہم

اپنے پیغمبروں کی اور جولوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں۔'' سدی کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے کبھی کسی قوم کی طرف رسول نہیں بھیجا کہ انھوں نے اسے شہید کر دیا ہو یا مومنوں کی کسی ایسی قوم کو نہیں بھیجا جو حق کی دعوت دیتے ہوں اور انھیں شہید کر دیا گیا ہو مگر ایک صدی کے ختم ہونے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا فرما دیتا ہے جو ان کی مدد کرتے اور ان لوگوں سے ان کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں جنھوں نے ان کا ناحق خون بہایا ہوتا ہے، اس لیے انبیاء اور مومنوں کو گو دنیا میں قتل کیا جاتا ہے مگر ان کی مدد ضرور کی جاتی ہے۔ ①

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے اصحاب کی ان لوگوں کے خلاف مدد کی جنھوں نے ان کی مخالفت، عداوت اور تکذیب کی، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمے کو سربلندی اور اپنے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمایا اور حکم دے دیا تھا کہ اپنی قوم سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے جائیں۔ ② اور وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کے انصار و اعوان پیدا فرما دیے، پھر اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے موقع پر مشرکین کے خلاف آپ کو فتح و نصرت سے نوازا، مشرکین کو ذلیل و رسوا کیا، ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے اور جو بچ رہے ان میں سے بہت سے قیدی بن گئے تھے ③ جنھیں آپ زنجیروں میں جکڑ کر لے گئے تھے اور پھر آپ نے ان پر احسان فرمایا اور فدیہ لے کر انھیں رہا کر دیا۔ ④ اور تھوڑا عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرنے کی توفیق عطا فرما دی جس کی وجہ سے اپنے شہر حرام و مُحرَّم و مُعظَّم و مُشرَّف میں آنے سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوئی اور آپ کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس شہر مکہ کو کفر و شرک سے پاک فرما دیا۔

اسی طرح یمن بھی فتح ہو گیا اور سارا جزیرۃ العرب آپ کے زیر فرمان ہو گیا اور لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہونا شروع ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مزید اکرام و اعزاز سے سرفراز فرمانے کے لیے اپنے پاس بلا لیا اور آپ کے صحابۂ کرام کو خلفاء بنا کر آپ کے بعد کھڑا کر دیا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہنچایا، بندگان الٰہی کو دعوت الی اللہ دی اور انھوں نے شہروں، ملکوں، قصبوں اور دیہاتوں بلکہ دلوں کی دنیا تک کو فتح کر لیا حتی کہ محمدی دعوت زمین میں مشرق سے لے کر مغرب تک پھیل گئی اور پھر یہ دین قیامت تک قائم، منصور اور غالب رہے گا، اسی لیے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ ﴾ ''بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں بھی ضرور مدد کرتے ہیں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے دن انھیں زیادہ بڑی اور زیادہ عظیم الشان فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ مجاہد فرماتے ہیں: ﴿ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ ﴾ سے مراد

① تفسیر ابن أبی حاتم : 3267/10 وتفسیر الطبری : 94/24. ② دیکھیے صحیح البخاری، مناقب الأنصار، باب هجرة النبی ﷺ وأصحابه إلی المدینة، حدیث:3902 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 756,755/3 وتفسیر الطبری :113/4، نیز بدر کے دن مرنے والے مشرکوں اور قیدیوں کی تعداد دیکھیے صحیح البخاری، المغازی، باب: 10، حدیث: 3986. ④ تفصیل دیکھیے جامع الترمذی، السیر، باب ماجاء فی قتل الأساری والفداء، حدیث :1567 ودلائل النبوة للبیهقی، باب مافعل رسول اللہ ﷺ بالغنائم والأساری......:3/135-144 وتفسیر الطبری :57,56/10.

فرشتے ہیں۔①

﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ مَعْذِرَتُهُمْ﴾ ”جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی۔“ یہ ﴿وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾﴾ سے بدل ہے، بعض نے یوم کو مرفوع بھی پڑھا ہے، گویا اس طرح انھوں نے ﴿وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾﴾ کی ﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظّٰلِمِیْنَ﴾ کو تفسیر قرار دیا ہے اور ظالموں سے مراد مشرکین ہیں اور معذرت سے مراد یہ ہے کہ اس دن ان کا کوئی عذر یا کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، ﴿وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ﴾ ”اور ان کے لیے لعنت ہے۔“ یعنی دوری اور رحمت الٰہی سے دھتکار ہے۔ ﴿وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾﴾ ”اور ان کے لیے برا گھر ہے۔“ یعنی آتش دوزخ جیسا کہ سدی نے کہا ہے، پس وہ ان کے لیے بدترین ٹھکانا اور بہت بری آرام گاہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کی کامیابی کی طرف اشارہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْهُدٰی﴾ ”اور البتہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی۔“ یہ اس ہدایت اور نور کی طرف اشارہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ ﴿وَاَوْرَثْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾﴾ ”اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔“ یعنی انجام ان کا اچھا ہوا اور ہم نے انھیں فرعون کے شہروں، مالوں، جائیدادوں اور زمین کا وارث بنا دیا کیونکہ انھوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول موسیٰ علیہ السلام کی اتباع پر صبر کیا تھا اور اس کتاب میں جس کا انھیں وارث بنایا گیا، یعنی تورات میں، ﴿هُدًی وَّ ذِكْرٰی لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾﴾ ”عقل والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے۔“ عقل والوں سے مراد صحیح اور سلیم عقل والے ہیں۔ ﴿فَاصْبِرْ﴾ ”لہٰذا آپ صبر کریں“ اے محمد (ﷺ!) ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ ”بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔“ اور ہم نے آپ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ ہم آپ کے کلمے کو بلند کر دیں گے اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو فتح و نصرت سے سرفراز کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا اور ہم نے آپ کو جو یہ خبر دی ہے، یہ بلا شک وشبہ بالکل سچی خبر ہے۔ ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ ”اور اپنے گناہ کی معافی مانگیں۔“ یہ درحقیقت آپ کو استغفار کا شوق دلایا گیا ہے۔ ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾﴾ ”اور آپ صبح و شام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیں۔“ ﴿بِالْعَشِیِّ﴾ سے مراد دن کے آخری اور رات کے ابتدائی اوقات ہیں اور ﴿الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾﴾ سے مراد دن کے ابتدائی اور رات کے آخری لمحات ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ﴾ ”بے شک جو لوگ بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔“ یعنی جو لوگ حق کا باطل کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں اور صحیح دلائل و براہین کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حجت و برہان کے بغیر محض فاسد و باطل شکوک و شبہات پیش کرتے ہیں۔ ﴿اِنْ فِیْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِیْهِ ۚ﴾ ”ان کے سینوں میں بڑائی (کا خبط) ہی تو ہے، وہ اس تک پہنچنے والے بھی تو نہیں ہیں۔“ یعنی ان کے

① تفسیر الطبری: 95/24.

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿57﴾ وَمَا يَسْتَوِي

یقیناً آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا لوگوں کو پیدا کرنے سے کہیں زیادہ بڑا (کام) ہے، اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿57﴾ اور اندھا اور دیکھنے والا

الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿58﴾

برابر نہیں، اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور نہ برائی کرنے والا (برابر ہیں) تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو ﴿58﴾ بلاشبہ قیامت

اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿59﴾

یقیناً آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿59﴾

دلوں میں صرف تکبر ہے جس کی وجہ سے وہ حق کی اتباع نہیں کرتے بلکہ حق لانے والوں کو بھی حقیر سمجھتے ہیں، حالانکہ حق کو مٹا دینے اور باطل کو بلند کر دینے کا ان کا ارادہ کبھی بھی پورا نہیں ہوگا کیونکہ حق تو سربلند ہو کر رہے گا اور ان کی بات اور ان کا قصد و ارادہ نیست و نابود ہو کر رہ جائے گا۔ ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ﴾ ’’پس آپ اللہ سے پناہ مانگیں۔‘‘ ان جیسے لوگوں کے حال یا شر سے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿56﴾﴾ ’’بے شک وہی نہایت سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔‘‘

تفسیر آیات: 57-59

موت کے بعد زندگی: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ وہ قیامت کے دن تمام مخلوقات کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے کیونکہ اس نے تو آسمانوں اور زمین کو بھی پیدا فرمایا ہے اور ان دونوں کا پیدا کرنا لوگوں کے پہلی بار اور دوسری بار پیدا کرنے سے زیادہ بڑی بات ہے، لہٰذا جو اس پر قادر ہے وہ اس سے چھوٹی بات پر بالاولیٰ قادر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾ (الأحقاف 46 : 33) ’’کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں، وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے۔ کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔‘‘ اور یہاں فرمایا: ﴿ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿57﴾﴾ ’’یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا (کام) ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘ اس لیے یہ لوگ اس حجت پر تدبر اور اس دلیل پر غور و فکر نہیں کرتے جیسا کہ بہت سے عرب بھی یہ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ہے، اس کے باوجود وہ کفر و عناد کی وجہ سے آخرت کا انکار کرتے اور اسے بعید از قیاس سمجھتے تھے، اس طرح انھوں نے نسبتاً بڑی بات کا تو اعتراف کر لیا اور اس سے کم تر بات کا انکار کر دیا، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿58﴾﴾ ’’اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں اور نہ ایمان لانے والے نیکوکار اور نہ بدکار (برابر ہیں، حقیقت یہ ہے کہ) تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔‘‘ یعنی جس طرح وہ نابینا جو کچھ نہیں دیکھ سکتا اور وہ بینا جو منتہائے بصر تک سب کچھ دیکھ سکتا ہو برابر نہیں ہو سکتے بلکہ دونوں میں بہت زیادہ فرق ہے، اسی طرح مومن نیکوکار اور کافر بدکار بھی برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان دونوں میں بھی

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ

اور تمھارے رب نے کہا ہے : تم مجھے پکارو ، میں تمھاری دعائیں قبول کروں گا ، بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں ، وہ عنقریب

جَهَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ ۞ ع 60

6 10 11

ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے 60

بہت بڑا فرق ہے۔ ﴿ قَلِیۡلًا مَّا تَتَذَكَّرُوۡنَ ۞ 58 ﴾ ’’تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔‘‘ یعنی بہت سے لوگ ہیں جو بہت کم غور کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡهَا وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۞ 59 ﴾ ’’بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔‘‘ یعنی قیامت تو ہر صورت آنے اور وقوع پذیر ہونے والی ہے لیکن اکثر لوگ اس کی تصدیق نہیں کرتے بلکہ اس کے وجود کی تکذیب کرتے ہیں۔

تفسیر آیت: 60

دعا کا حکم: یہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو دعا کا حکم دیا اور پھر اس کی قبولیت کا ذمہ لیا جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کہا کرتے تھے: ’’اے وہ ذات پاک! جسے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اسی سے مانگے اور کثرت سے مانگے اور اے وہ ذات پاک! جسے اپنے بندوں میں سب سے زیادہ ناپسند وہ ہے جو اس سے نہ مانگے اور اے رب! تیرے سوا ایسا اور کوئی نہیں جو بے نیاز ہو اور نہ مانگے۔‘‘ امام ثوری کے اس قول کو ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے اور اسی مفہوم کو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:

اَللّٰهُ یَغۡضَبُ إِنۡ تَرَكۡتَ سُؤَالَهُ ۔۔۔ وَبُنَیُّ آدَمَ حِینَ یُسۡأَلُ یَغۡضَبُ

’’اگر تو اللہ تعالیٰ سے مانگنا چھوڑ دے گا تو وہ ناراض ہوتا ہے، جبکہ آدم کے بیٹے سے جب مانگا جائے تو وہ ناراض ہوتا ہے۔‘‘ قتادہ کہتے ہیں کہ کعب احبار نے کہا ہے کہ اس امت کو تین ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو اس سے پہلے نبی کے علاوہ کسی امت کو عطا نہیں کی گئی تھیں: (1) اللہ تعالیٰ جب کسی نبی کو مبعوث فرماتا تو اس سے یہ فرماتا کہ تم اپنی امت کے بارے میں گواہ ہو اور تمھیں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں پر گواہ بنا دیا ہے۔ (2) نبی سے کہا جاتا تھا کہ دین کے بارے میں تم پر کوئی تنگی نہیں ہے اور اس امت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَیۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ؕ ﴾ (الحج 78:22) ’’اور تم پر دین (کی کسی بات) میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔‘‘ (3) نبی سے کہا جاتا تھا کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعا کو قبول کروں گا اور اس (اللہ) نے اس امت سے فرمایا: ﴿ ادۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ ؕ ﴾ ’’تم مجھے پکارو، میں تمھاری دعا قبول کروں گا۔‘‘ اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔[1]

امام احمد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الۡعِبَادَةُ]

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 269,3268/10 وتفسیر عبدالرزاق: 411/2، رقم: 1950 وتفسیر الطبری: 273,272/17 وتفسیر القرطبی: 327/15.

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے رات (تاریک) بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو دکھلانے والا (روشن) بنایا، بلاشبہ اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿61﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫

وقف لازم

ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ﴿61﴾ یہی اللہ تمھارا رب ہے، ہر شے کا پیدا کرنے والا، اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکائے جاتے

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿62﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿63﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ

ہو؟ ﴿62﴾ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے ﴿63﴾ اللہ وہ ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے قرار گاہ اور

لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

آسمان کو چھت بنایا، اور اس نے تمھاری صورتیں بنائیں تو بہت اچھی صورتیں بنائیں، اور اس نے تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، یہی اللہ تمھارا

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿64﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

رب ہے، سو اللہ رب العالمین بہت بابرکت ہے ﴿64﴾ وہ زندہ ہے، اس کے سوا کوئی برحق معبود نہیں، لہٰذا تم اس کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے

لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿65﴾

اسی کو پکارو، سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہیں ﴿65﴾

”یقیناً دعا ہی تو عبادت ہے۔“ پھر آپ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿60﴾ ﴾ ”تم مجھے پکارو میں تمھاری دعا قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، وہ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ [1] اور اسی طرح اسے اصحاب السنن سے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا، نیز ابن جریر اور ابن ابو حاتم نے بھی بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ [2] اور اسے امام ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن جریر نے دوسرے طریق سے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ ﴾ ”بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔“ یعنی مجھ سے دعا کرنے اور میری توحید سے کتراتے ہیں، ﴿ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿60﴾ ﴾ ”عنقریب وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ ﴿ دٰخِرِيْنَ ﴿60﴾ ﴾ کے معنی ذلیل و رسوا اور حقیر کے ہیں جیسا کہ امام احمد نے عمرو بن شعیب سے، انھوں نے ان کے باپ سے اور انھوں نے ان کے دادا سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ، فِي صُوَرِ النَّاسِ، يَعْلُوهُمْ كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الصَّغَارِ، حَتّٰى يَدْخُلُوا سِجْنًا فِي جَهَنَّمَ، يُقَالُ لَهُ:

① مسند أحمد: 271/4. ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2969 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة غافر: 450/6، حديث: 11464 و سنن ابن ماجه، الدعاء، باب فضل الدعاء، حديث: 3828 و تفسير الطبري: 99/24 و تفسير ابن أبي حاتم: 3269/10. ③ سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حديث: 1479 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة البقرة، حديث: 2969 و السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة غافر: 450/6، حديث: 11464 و تفسير الطبري: 99/24.

بُولَسُ، فَتَعۡلُوهُمۡ نَارُ الۡأَنۡيَارِ، يُسۡقَوۡنَ مِنۡ طِينَةِ الۡخَبَالِ، عُصَارَةِ أَهۡلِ النَّارِ] ''تکبر کرنے والوں کو قیامت کے دن انسانوں کی صورتوں میں چیونٹیوں کی طرح اٹھایا جائے گا، جن پر ہر قسم کی ذلت ورسوائی چھائی ہوگی حتی کہ وہ جہنم کی ایک جیل میں داخل ہوں گے جسے بولس کہا جائے گا، پس آگوں کی آگ ان پر چھائی ہوگی (اور) انھیں پینے کے لیے دوزخیوں کا لہو اور پیپ دی جائے گی۔''①

تفسیر آیات: 61-65

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور توحید کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر احسان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے رات بنائی جس میں وہ سکون حاصل کرتے اور دن کے وقت سامان معیشت کے حصول کے لیے دوڑ دھوپ کے بعد آرام کرتے ہیں اور اس نے ان کے لیے دن کو روشن بنادیا ہے تاکہ سفر کرسکیں، ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں آجاسکیں اور کام کاج کرسکیں، ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿61﴾ ﴾ ''بے شک اللہ لوگوں پر بڑے فضل والا ہے اور لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے وہ ان کا شکرادا نہیں کرتے، پھر فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ ﴾ ''یہی اللہ تمھارا پروردگار ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' یعنی جس ذات نے یہ چیزیں پیدا فرمائی ہیں وہ اللہ واحد ویکتا ہے جو تمام اشیاء کا خالق ہے جس کے سوا کوئی معبود اور پروردگار نہیں۔ ﴿ فَاَنّٰى تُؤۡفَكُوۡنَ ﴿62﴾ ﴾ ''پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟'' یعنی تم ان بتوں کی کیوں پوجا کرتے ہو جو کسی چیز کو بھی پیدا نہیں کرسکتے بلکہ یہ خود پیدا کیے گئے اور بنائے گئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذٰلِكَ يُؤۡفَكُ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ﴿63﴾ ﴾ ''اسی طرح وہ لوگ پھیرے جاتے تھے جو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے۔'' یعنی جس طرح غیر اللہ کی عبادت کرکے یہ گمراہ ہوگئے ہیں اسی طرح ان سے پہلے لوگ بھی گمراہ ہوگئے تھے اور انھوں نے کسی دلیل و برہان کے بغیر محض جہالت ونفسانی خواہش سے غیر اللہ کی پوجا کی اور اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ آیات و براہین کا انکار کردیا تھا۔

اور ارشاد گرامی ہے: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِىۡ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ قَرَارًا ﴾ ''اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے رہنے کی جگہ بنایا۔'' یعنی اس نے زمین کو تمھارے لیے قرارگاہ، بساط اور بچھونا بنادیا ہے تاکہ تم اس میں زندگی بسر کرو، اس میں تصرف کرو، اور اس کے رستوں میں چلو پھرو اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا تاکہ زمین حرکت نہ کرے۔ ﴿ وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ﴾ ''اور آسمان کو چھت (بنایا۔)'' یعنی آسمان کو اس نے جہان کے لیے ایک مضبوط چھت بنادیا ہے۔ ﴿ وَّصَوَّرَكُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ ﴾ ''اور تمھاری صورت بنائی، پس تمھاری صورتیں اچھی بنائیں۔'' اس نے تمھیں اچھی شکلوں میں پیدا فرمایا، اکمل صورتیں عطا کیں اور احسن تقویم بخشی۔ ﴿ وَّرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ﴾ ''اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔'' یعنی اس

① مسند أحمد: 179/2.

نے تمھیں دنیا میں کھانے پینے کی اچھی اچھی چیزیں عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ وہ دنیا کو، اس کے رہنے والوں کو اور کھانے پینے کی چیزوں کو پیدا فرمانے والا ہے، یعنی خالق بھی وہی ہے اور رازق بھی وہی جیسا کہ سورۂ بقرہ میں اس نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة 2:21،22) ''اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمھیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ، وہ جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر اس سے تمھارے کھانے کے لیے انواع واقسام کے پھل نکالے، پس تم اللہ کے لیے کسی قسم کے ہمسر نہ بناؤ، حالانکہ تم جانتے (بھی) ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کے پیدا کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۖۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝64 ﴾ ''یہی اللہ تو تمھارا پروردگار ہے، پس اللہ تمام جہانوں کا پروردگار بہت ہی بابرکت ہے۔'' یعنی اللہ پروردگار عالم ہی بلند و بالا، ارفع و اعلیٰ اور مقدس ومنزہ ہے، پھر فرمایا: ﴿ هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' یعنی ازل سے لے کر ابد تک اسی کی ذات پاک زندہ ہے، وہ ہمیشہ ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ ہمیشہ تک زندہ رہے گا، وہی اول وآخر اور ظاہر و باطن ہے۔ ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ﴾ ''اس کے سوا کوئی الٰہ (عبادت کے لائق) نہیں۔'' اور نہ کوئی اس کا نظیر اور نہ کوئی اس جیسا ہے۔ ﴿ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ ﴾ ''تو اسی کے لیے بندگی کو خالص کرتے ہوئے اسے پکارو۔'' اس کی توحید کا اقرار کرتے ہوئے اور اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔ امام احمد نے ابوزبیر سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات کہا کرتے تھے: [لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، وَلَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ] ''اللہ کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، ساری بادشاہت اس کے لیے ہے اور اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، کسی کام کی بھی طاقت وقوت اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہم اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے، اسی کی عطا فرمائی ہوئی سب نعمتیں ہیں، اسی کا ہم پر فضل وکرم ہے اور اسی کے لیے ہی سب اچھی اچھی تعریفیں ہیں، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (ہم تو پورے) اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت کرتے ہیں، خواہ کافروں کو برا لگے۔'' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھا کرتے تھے۔ [1] اور اسے امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] مسند أحمد: 4/4. [2] صحيح مسلم، المساجد......، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث: 594 و سنن أبي داود، الوتر، باب مايقول الرجل إذا سلم، حديث: 1506،1507 و سنن النسائي، السهو، باب عدد التهليل والذكر بعد التسليم، حديث: 1341.

قُلۡ اِنِّیۡ نُهِیۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الۡبَیِّنٰتُ مِنۡ رَّبِّیۡ ۫

آپ کہہ دیجیے: بے شک مجھے اس سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جنھیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی

وَ اُمِرۡتُ اَنۡ اُسۡلِمَ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿66﴾ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ

طرف سے واضح نشانیاں آگئیں، اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کا فرماں بردار رہوں ﴿66﴾ وہی ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر

مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخۡرِجُکُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّکُمۡ ثُمَّ لِتَکُوۡنُوۡا شُیُوۡخًا ۚ وَ مِنۡکُمۡ

نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمھیں بچے کی صورت میں نکالتا ہے، پھر تاکہ تم اپنی جوانی (کی قوتوں) کو پہنچو، پھر تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ، اور تم

مَّنۡ یُّتَوَفّٰی مِنۡ قَبۡلُ وَ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿67﴾ هُوَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۚ

میں سے کچھ وہ ہیں جو اس سے پہلے ہی فوت کر دیے جاتے ہیں اور تاکہ تم ایک مقررہ مدت کو پہنچو، اور تاکہ تم سمجھو ﴿67﴾ وہی تو ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا

ع 7/8 12 فَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿68﴾ ع

ہے، پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ بس اسے کہتا ہے: ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے ﴿68﴾

تفسیر آیات :66 - 68

شرک کی ممانعت اور توحید کا حکم: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) آپ ان مشرکین سے کہہ دیں کہ اللہ عزوجل نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی بھی بت یا شریک کی پوجا کی جائے کیونکہ اس ذات پاک نے اس بات کو واضح طور پر بیان فرما دیا ہے کہ اس کے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ مِنۡ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخۡرِجُکُمۡ طِفۡلًا ثُمَّ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَشُدَّکُمۡ ثُمَّ لِتَکُوۡنُوۡا شُیُوۡخًا ۚ﴾ ''وہی تو ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمھیں بچہ بنا کر نکالتا ہے، پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔'' یعنی وہی ذات پاک ہے جو تمھیں زندگی کے ان مختلف اطوار سے گزارتی ہے اور یہ سب کچھ اسی وحدہ لاشریک کے امر و تدبیر اور تقدیر سے ہو رہا ہے۔ ﴿وَ مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی مِنۡ قَبۡلُ﴾ ''اور تم میں سے کچھ وہ ہیں جو اس سے پہلے ہی فوت کر دیے جاتے ہیں۔'' یعنی اس عالم میں وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کی ماں اسے ساقط کر دیتی ہے اور کچھ بچپن میں، کچھ جوانی میں اور کچھ بڑھاپے سے قبل کہولت ہی کی عمر میں فوت ہو جاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿لِّنُبَیِّنَ لَکُمۡ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الۡاَرۡحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ (الحج 22:5) ''تاکہ ہم تمھارے لیے (اپنی خالقیت) واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔'' اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَ لِتَبۡلُغُوۡۤا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿67﴾﴾ ''اور تاکہ تم (موت کے) ایک وقت مقرر تک پہنچو اور تاکہ تم سمجھو۔'' ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تم موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کو یاد کرو۔ پھر فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَ یُمِیۡتُ ۚ﴾ ''وہی تو ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔'' یعنی موت و حیات بھی صرف اور صرف اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا اور کسی کو اس کی قطعاً قدرت نہیں ہے۔ ﴿فَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿68﴾﴾ ''پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اس سے کہہ دیتا ہے: ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔''

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ⁽⁶⁹⁾ ڔ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیات میں جھگڑتے ہیں؟ وہ کہاں پھرے جا رہے ہیں؟⁽⁶⁹⁾ جنھوں نے کتاب (قرآن)

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڐ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ⁽⁷⁰⁾ ۙ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ

کو جھٹلایا اور ان (تعلیمات) کو بھی جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا، تو وہ عنقریب جان لیں گے⁽⁷⁰⁾ جب ان کی گردنوں میں

يُسْحَبُوْنَ ⁽⁷¹⁾ ۙ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ⁽⁷²⁾ ج ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

طوق اور بیڑیاں ہوں گی (جن میں جکڑ کر) وہ گھسیٹے جائیں گے⁽⁷¹⁾ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے⁽⁷²⁾

تُشْرِكُوْنَ ⁽⁷³⁾ ۙ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـــًٔا ۭ

پھر ان سے کہا جائے گا: کہاں ہیں وہ جنھیں تم شریک ٹھہراتے تھے⁽⁷³⁾ اللہ کے سوا؟ وہ کہیں گے: وہ تو ہم سے گم ہوگئے، بلکہ ہم تو اس سے

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ⁽⁷⁴⁾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

پہلے کسی کو بھی نہ پکارتے تھے۔ اللہ اسی طرح کافروں کو گمراہ کرتا ہے⁽⁷⁴⁾ (کہا جائے گا:) تمھارا یہ (انجام) اس لیے ہوا کہ تم زمین میں ناحق

وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ⁽⁷⁵⁾ ج اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى

اتراتے تھے، اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے⁽⁷⁵⁾ (اب) تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، (تم) اس میں ہمیشہ رہو گے، چنانچہ تکبر کرنے

الْمُتَكَبِّرِيْنَ ⁽⁷⁶⁾

والوں کا ٹھکانا بہت برا ہے⁽⁷⁶⁾

نہ کوئی اس کی مخالفت کر سکتا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلے سے منع کر سکتا ہے بلکہ وہ جو چاہے وہ ہر صورت میں ہو کر رہتا ہے۔

تفسیر آیات: 69 - 76

انکار اور تکذیب کرنے والوں کا انجام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) کیا آپ کو ان لوگوں پر تعجب نہیں جو اللہ کی آیات کی تکذیب کرتے اور حق کے بارے میں باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ ان کی عقلیں کس طرح انھیں ہدایت کے بجائے ضلالت کی طرف لے جا رہی ہیں۔ ﴿الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ڐ﴾ ”وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا اس کو جھٹلایا۔“ یعنی انھوں نے ہدایت اور بیان کو جھٹلایا، ﴿فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ⁽⁷⁰⁾ ۙ﴾ ”پس وہ عنقریب جان لیں گے۔“ یہ اللہ جل جلالہ کی طرف سے ان تکذیب کرنے والے لوگوں کے لیے شدید سرزنش اور سخت وعید ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝﴾ (المرسلت 15:77) ”اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ﴾ ”جبکہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی۔“ یعنی موکلان دوزخ کے ہاتھوں ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور وہ انھیں چہروں کے بل گھسیٹ رہے ہوں گے، کبھی کھولتے ہوئے گرم پانی کی طرف اور کبھی آتش دوزخ کی طرف، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿يُسْحَبُوْنَ ⁽⁷¹⁾ ۙ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ⁽⁷²⁾﴾ ”وہ کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائیں گے، پھر وہ آگ میں

جلائے جائیں گے۔'' جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ ۝ ﴾ (الرحمٰن 55:43,44) ''یہی وہ جہنم ہے جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے، وہ اس (دوزخ) کے اور کھولتے ہوئے سخت گرم پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔''

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے تھوہر کے درخت سے کھانے اور گرم پینے کے ذکر کے بعد فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِالَى الْجَحِیْمِ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:68) ''پھر بے شک ان کا دوزخ کی طرف البتہ لوٹنا ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَاۤ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِیْمٍ ۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِیْنَ ۝ وَكَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ۝ وَكَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۙ اَىِٕذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَیُّهَا الضَّاۤلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِــُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ ۝ ﴾ (الواقعة 56:41 - 56) ''اور بائیں ہاتھ والے (افسوس!) بائیں ہاتھ والے کیا (ہی عذاب میں) ہیں (دوزخ کی پیپ اور) کھولتے ہوئے پانی اور سخت گرم ہوا میں ہوں گے اور سیاہ ترین دھوئیں کے سائے میں (ہوں گے جو) نہ ٹھنڈا ہے اور نہ فرحت بخش، بلاشبہ وہ اس سے پہلے خوشحال تھے اور وہ بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کرتے تھے اور وہ کہتے تھے: کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر البتہ دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ کیا (ہم) اور ہمارے پہلے باپ دادا بھی، آپ کہہ دیجیے: بلاشبہ پہلے بھی اور پچھلے بھی، ایک معلوم دن کے مقرر وقت پر ضرور جمع کیے جائیں گے، پھر یقیناً تم اے جھٹلانے والے گمراہو! البتہ تھوہر کے درخت سے کھانے والے ہوگے، پھر اسی سے پیٹ بھرنے والے ہوگے اور اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیاسے اونٹوں کے پینے کے مانند پیو گے، جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ۝ كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ۝ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ۝ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۝ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ۝ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ۝ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ۝ ﴾ (الدخان 44:43 - 50) ''بلاشبہ تھوہر کا درخت، گناہ گار کا کھانا ہے، جیسے پگھلا ہوا تانبا، وہ پیٹوں میں (اس طرح) کھولے گا جس طرح گرم پانی کھولتا ہے (حکم دیا جائے گا کہ) اس کو پکڑلو اور کھینچتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ لے جاؤ، پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو کہ (اب مزہ) چکھ، بے شک تو (اپنے خیال میں) بڑی عزت والا، بڑا مقتدر تھا۔ بلاشبہ یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔'' یعنی یہ بات انھیں ڈانٹ ڈپٹ، سرزنش، تحقیر، تذلیل اور استہزا کے طور پر کہی جائے گی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝73 مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ ''پھر ان سے کہا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جنھیں تم اللہ کے سوا شریک ٹھہراتے تھے۔'' یعنی ان سے کہا جائے گا کہ آج کہاں ہیں وہ بت جن کی تم اللہ کے سوا

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ

لہٰذا (اے نبی!) آپ صبر کیجیے۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ پھر اگر ہم (چاہیں تو) آپ کو اس (عذاب) میں سے کچھ دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ

نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿77﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ

کرتے ہیں یا ہم آپ کو (اس سے پہلے ہی) فوت کر دیں، بالآخر وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿77﴾ اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے کئی رسول

مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

بھیجے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان کر دیا، اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ اور

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ

کسی رسول کو یہ (اختیار) نہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے سوا کوئی نشانی لے آئے، پھر جب اللہ کا حکم آ گیا تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور اس موقع پر

8 ع 10 13 هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿78﴾ ع

اہل باطل (جھوٹے لوگوں) نے خسارہ اٹھایا ﴿78﴾

پوجا کرتے تھے؟ کیا وہ آج تمھاری کوئی مدد کریں گے تو ﴿ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا ﴾ ”کہیں گے: وہ تو ہم سے گم ہو گئے۔“ یعنی وہ چلے گئے ہیں اور انھوں نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔ ﴿ بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ ﴾ ”بلکہ ہم تو اس سے پہلے کسی چیز کو پکارتے ہی نہیں تھے۔“ یعنی وہ بتوں کی عبادت کا انکار کر دیں گے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 23:6) ”پھر ان کی (شرک سے) اس کے سوا کوئی معذرت نہ ہوگی یہ کہ وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہمارے پروردگار! ہم شرک کرنے والے نہیں تھے۔“ اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿74﴾ ﴾ ”اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿75﴾ ﴾ ”یہ اس سبب سے ہے کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اتراتے تھے۔“ یہ فرشتے ان سے کہیں گے، آج تم جس حالت میں ہو، یہ تمھارے دنیا میں ناحق خوش ہونے، اترانے اور فخر و غرور کرنے کی سزا ہے، ﴿ اُدْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿76﴾ ﴾ ”(اب) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ (اس حال میں کہ) ہمیشہ اسی میں رہنے والے (ہو گے)، پس متکبروں کا برا ٹھکانا ہے۔“ ان کا برا ٹھکانا اور نہایت بری آرام گاہ ہے جس میں ان لوگوں کے لیے ذلت و رسوائی اور شدید عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے دلائل و براہین کو قبول کرنے کے بجائے تکبر کا اظہار کیا کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 78,77

صبر کا حکم اور فتح کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ اپنی قوم کے تکذیب کرنے والے لوگوں کی تکذیب پر صبر کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کی فتح و نصرت کا جو وعدہ کیا ہے وہ اسے ضرور پورا فرمائے گا اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کو دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا، ﴿ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿79﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا

اللہ وہ ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو، اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو﴿79﴾ اور تمھارے لیے ان

مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿80﴾

میں (اور بھی) بہت سے فائدے ہیں، اور تاکہ تم ان پر (سوار ہو کر اپنی) اس حاجت (منزل مقصود) کو پہنچو جو تمھارے دلوں میں ہو، اور تم ان پر اور کشتیوں پر

وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿81﴾

(بھی) سوار کیے جاتے ہو﴿80﴾ اور وہ (اللہ) تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے؟﴿81﴾

﴿بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ﴾ ''پھر اگر ہم آپ کو اس میں سے دکھا دیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں۔'' یعنی اگر دنیا ہی میں دکھا دیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے دکھا بھی دیا اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اور آپ کی اتباع کرنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان اس طرح فراہم کیا کہ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو غزوۂ بدر میں ہلاک کر دیا اور پھر آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں نہ صرف مکہ مکرمہ پر بلکہ سارے جزیرۂ عرب پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا تھا، ﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿77﴾﴾ ''یا ہم آپ کو فوت کر دیں تو وہ ہماری ہی طرف لوٹ کر آئیں گے۔'' یعنی آخرت میں ہم انھیں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے، ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات آپ سے ہم نے بیان کر دیے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء[1] میں بھی بیان فرمایا ہے کہ کچھ پیغمبروں کے حالات اور قوموں کے ساتھ ان کے واقعات کو بیان کیا ہے کہ کس طرح قوموں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی لیکن بالآخر فتح و نصرت سے حضرات انبیائے کرام ہی سرفراز ہوئے تھے۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ﴾ ''اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ سے بیان نہیں کیے۔'' اور ان کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے جیسا کہ سورۂ نساء میں اس طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ﴾ ''اور کسی پیغمبر کے لیے (اختیار) نہیں ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے۔'' یعنی کوئی پیغمبر اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اپنی قوم کے سامنے معجزات اور خرق عادت واقعات پیش نہیں کر سکتا اور جب اللہ تعالیٰ حکم دیں تو وہ ایسے واقعات و معجزات پیش کر سکتا ہے جو اس کی نبوت و رسالت کی صداقت کی دلیل ہوتے ہیں۔ ﴿فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ﴾ ''پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا۔'' یعنی اس کا وہ عذاب جس نے تکذیب کرنے والوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ ﴿قُضِيَ بِالْحَقِّ﴾ ''تو حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا۔'' یعنی مومنوں کو نجات عطا کر دی گئی اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿78﴾﴾ ''اور اہل باطل نے وہاں خسارہ اٹھایا۔''

[1] دیکھیے النسآء، آیت: 164 کے ذیل میں۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ

کیا پھر وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔ وہ (تعداد میں) ان سے زیادہ اور قوت اور زمین میں

مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿82﴾ فَلَمَّا

(چھوڑے ہوئے) آثار کے لحاظ سے کہیں بڑھ کر تھے، پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ان کے کسی کام نہ آیا﴿82﴾ پھر جب ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر ان

جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

کے پاس آئے تو وہ اس (جھوٹے) علم پر اتراتے رہے جو ان کے پاس تھا، اور انھیں اس (عذاب) نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے﴿83﴾ چنانچہ

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿83﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ

جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا: ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور ہم نے ان چیزوں کا انکار کیا جنھیں ہم اس (اللہ) کے ساتھ شریک ٹھہراتے

مُشْرِكِيْنَ ﴿84﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ

تھے﴿84﴾ پھر یہ نہ تھا کہ جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، تو انھیں ان کا ایمان (لانا) نفع دیتا، یہی اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزرا، اور

9 ع 7 14 عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿85﴾ ع

اس (عذاب کے) موقع پر کافروں نے خسارہ اٹھایا﴿85﴾

تفسیر آیات: 79-81

چار پائے بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات و آیات میں سے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے چوپائے، یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں پیدا فرمائے کہ ان میں سے کچھ ان کی سواری کے کام آتے ہیں اور کچھ کو کھا لیتے ہیں، اونٹ پر سواری کی جاتی ہے، اس کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے، اس کا دودھ پیا جاتا ہے اور دور دراز کے علاقوں کے سفر میں اس سے بار برداری کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ گائے کے گوشت کو کھایا، اس کے دودھ کو پیا جاتا ہے اور ان سب کی اون، پشم اور بالوں سے ساز وسامان، کپڑے اور مختلف اشیاء تیار کی جاتی ہیں جیسا کہ سورۂ انعام،[1] سورۂ نحل[2] اور دیگر کئی مقامات پر اس کا ذکر گزر چکا ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿79﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿80﴾ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ڰ﴾ ''اللہ ہی وہ ذات ہے جس نے تمھارے لیے چوپائے بنائے تاکہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو اور تمھارے لیے ان میں (اور بھی) بہت فائدے ہیں اور اس لیے بھی کہ (کہیں جانے کی) جو تمھارے دلوں میں حاجت ہو ان پر (چڑھ کر وہاں) پہنچ جاؤ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔'' یعنی آفاق و انفس کے دلائل و براہین۔ ﴿فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿81﴾﴾ ''تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے؟'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کسی بھی چیز کے انکار کی قدرت نہیں رکھتے الا یہ کہ تم

---

[1] دیکھیے الأنعام، آیات: 141-144 کے ذیل میں۔ [2] دیکھیے النحل، آیات: 5-8 کے ذیل میں۔

عناد اور ہٹ دھرمی سے کام لو۔

تفسیر آیات:82-85

سابقہ لوگوں کے حال سے عبرت: اللہ تعالیٰ نے زمانۂ قدیم میں پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی امتوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھیں کس طرح عذاب شدید نے اپنی گرفت میں لیا، حالانکہ ان کی قوتیں بہت شدید تھیں، زمین میں نشانات بنانے کے اعتبار سے بہت بڑھ کر تھے اور انھوں نے بہت سے اموال بھی جمع کر رکھے تھے مگر ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام نہ آئی اور نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ان سے کچھ بھی ٹال سکی، اس لیے کہ جب انبیائے کرام نے ان کے سامنے روشن دلائل اور قطعی براہین پیش کیے تو انھوں نے ان کی طرف التفات تک نہ کیا اور ان میں سے کسی دلیل کو بھی قبول نہ کیا اور بزعم خود اپنے علم ہی کو کافی سمجھا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ انھوں نے کہا تھا کہ ہم انبیاء سے زیادہ جانتے ہیں، ہمیں معلوم ہے کہ ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے اور نہ ہمیں کوئی عذاب ہوگا۔ [1] اور سدی نے کہا ہے کہ از راہ جہالت وہ اپنے ہی علم پر شاداں و فرحاں تھے۔ [2] انھیں اللہ تعالیٰ کے عذاب نے آلیا جس کے مقابلے کی ان میں تاب نہ تھی۔ ﴿ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴾ ''اور جس کا تمسخر کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا۔'' یعنی جس چیز کی وہ تکذیب کرتے اور جس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے تھے وہ آواقع ہوئی۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ﴾ ''پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔'' یعنی انھوں نے جب عذاب الٰہی کا خود مشاہدہ کر لیا۔ ﴿ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴾ ''تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے، اس سے ہم نے انکار کر دیا۔'' یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور بتوں کے ساتھ کفر کا اقرار تو کر لیا لیکن اس وقت جب لغزشیں معاف اور معذرتیں قبول نہیں ہوتیں جیسا کہ فرعون نے بھی غرق ہوتے وقت کہا تھا: ﴿ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 90:10) ''میں ایمان لایا کہ جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔'' تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 91:10) ''کیا اب (ایمان لاتا ہے؟) حالانکہ یقیناً تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسدوں میں سے تھا؟'' اللہ تعالیٰ نے اس وقت فرعون کے ایمان لانے کو قبول نہ کیا کیونکہ اس نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرما لیا تھا: ﴿ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (یونس 88:10) ''اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ﴾ ''لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اس وقت) ان کے ایمان نے ان کو (کچھ بھی) فائدہ نہ دیا (یہ) اللہ کی عادت ہے جو اس کے بندوں (کے بارے) میں پہلے سے چلی آئی ہے۔'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے

---

[1] تفسیر الطبری: 111/24. [2] تفسیر الطبری: 111/24.

ان سب لوگوں کے بارے میں جو عذاب دیکھ کر ایمان لائیں کہ اس وقت ان کا ایمان قبول نہیں، اسی لیے حدیث میں بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ] ''بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو اس وقت تک قبول فرماتا ہے جب تک غرغرے کی آواز شروع نہ ہو۔''[1] اور جب غرغرے کی آواز شروع ہو جائے، روح حلق تک پہنچ جائے اور انسان ملک الموت کو دیکھ لے تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی، اسی لیے فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴾ ''اور وہاں کافروں نے خسارہ اٹھایا۔''

سورۂ مومن کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

① جامع الترمذی، الدعوات، باب: [إن اللّٰه يقبل توبة العبد مالم يغرغر]، حديث :3537 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر التوبة، حديث:4253 عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللہ عنہ ومسند أحمد :132/2 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. ملحوظہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا ہے لیکن علامہ مزی نے تحفة الأشراف :55,54/5، حديث: 6674 کے ذیل میں لکھا ہے کہ امام ابن ماجہ کو وہم ہوا ہے، بہر صورت یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے۔ وَاللّٰه أعلم.

تفسیر سُوْرَۃُ حٰمٓ سَجْدَہ

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ② كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ

حٰمٓ ① (یہ قرآن) بڑے مہربان، نہایت رحم کرنے والے کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے② (یہ) ایسی کتاب ہے جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی

يَّعْلَمُوْنَ ③ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ④ وَقَالُوْا

ہیں، درآں حالیکہ (یہ) قرآن عربی ہے، ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں③ جو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے، پھر ان میں سے اکثر نے (اس

قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

سے) اعراض کر لیا، تو وہ سنتے ہی نہیں④ اور انھوں نے کہا: جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں، اور ہمارے کانوں میں

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤

ڈاٹ ہیں، اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک پردہ ہے، لہٰذا تو (اپنا) کام کر، بلاشبہ ہم (اپنا) کام کرنے والے ہیں⑤

الثلاثة

تفسیر آیات: 1-5

قرآن مجید کی شان اور اعراض کرنے والوں کے اقوال: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حٰمٓ ① تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ② ﴾ ''حٰمٓ، (یہ اللہ) رحمان ورحیم کی طرف سے اتاری ہوئی ہے''یعنی قرآن مجید اللہ رحمان ورحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ﴾ (النحل 102:16) ''کہہ دیں کہ اسے روح القدس آپ کے پروردگار کی طرف سے سچائی کے ساتھ لے کر نازل ہوئے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:192-194) ''اور یہ (قرآن اللہ) پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے، اسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے (اس نے) آپ کے دل پر (القاء کیا ہے) تا کہ آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں میں سے ہوں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ﴾ ''ایسی کتاب جس کی آیتیں کھول کر بیان کی گئی ہیں۔'' یعنی اس کے معانی واضح اور اس کے احکام مستحکم ہیں۔ ﴿ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا ﴾ ''(یعنی) قرآن عربی۔'' یعنی یہ قرآن بیّن اور واضح عربی زبان میں ہے، اس کے معانی مفصل اور اس کے الفاظ واضح ہیں اور مشکل نہیں ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ

کہہ دیجیے: بس میں تو تمھارے جیسا ہی ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے، یہ کہ تمھارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے،

وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ⑥ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

لہٰذا اسی کی طرف سیدھے رہو اور اسی سے بخشش مانگو، اور مشرکین کے لیے ہلاکت ہے ⑥ جو زکاۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت

كٰفِرُوْنَ ⑦ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧ ع 1/8 15

کے بھی منکر ہیں ⑦ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر وثواب ہے ⑧

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴾ (ھود 11:1) ''یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتیں مستحکم ہیں اور اللہ حکیم وخبیر کی طرف سے تفصیل کے ساتھ بیان کردی گئی ہیں۔'' یعنی لفظ اور معنی دونوں کے اعتبار سے یہ کتاب ایک معجزہ ہے۔ ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 41:42) ''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے اور نہ پیچھے سے (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔'' ﴿ لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ③ ﴾ ''اس قوم کے لیے جو علم رکھتی ہے۔'' یعنی اس بیان اور وضاحت کو راسخ علماء ہی جانتے ہیں۔ ﴿ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ ﴾ ''خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔'' یعنی کبھی مومنوں کو بشارت سناتا ہے اور کبھی کافروں کو خوف دلاتا ہے۔ ﴿ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ④ ﴾ ''پس ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا سو وہ سنتے ہی نہیں۔'' یعنی قرآن مجید کے بین اور واضح ہونے کے باوجود اکثر قریش اسے قطعاً نہیں سمجھتے۔ ﴿ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ ﴾ ''اور کہنے لگے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں'' یعنی ایسے پردوں میں ہیں جنھوں نے انھیں ڈھانپ رکھا ہے۔ ﴿ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ ﴾ ''اس سے جس کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں (پردوں میں ہیں) اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے'' یعنی جو چیز آپ ہمارے پاس لائے ہیں اسے سننے سے ہمارے کان بہرے ہیں۔ ﴿ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ ﴾ ''اور ہمارے اور آپ کے درمیان پردہ ہے۔'' لہٰذا جو بات آپ کہتے ہیں، وہ ہم تک نہیں پہنچتی۔ ﴿ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ⑤ ﴾ ''تو آپ (اپنا) کام کریں بلاشبہ ہم (اپنا) کام کرتے ہیں۔'' یعنی آپ اپنے طریقے کے مطابق کام کریں ہم اپنے طریقے کے مطابق کام کریں گے اور آپ کی اتباع نہیں کریں گے۔

تفسیر آیات :6-8

دعوتِ توحید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلْ ﴾ ''کہہ دیں۔'' اے محمد! (ﷺ) تکذیب کرنے والے ان مشرکین سے۔ ﴿ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾ ''بے شک میں تمھارے جیسا آدمی ہی ہوں (ہاں!) مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تمھارا معبود ایک ہی معبود (اللہ) ہے۔'' جن بتوں، شریکوں اور متفرق خداؤں کی تم پوجا کرتے ہو یہ معبود نہیں بلکہ معبود تو اللہ واحد ہے۔ ﴿ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ ﴾ ''تو سیدھے اسی کی طرف متوجہ رہو'' یعنی اس طریقے کے مطابق جس کا پیغمبروں کی زبانی اس نے تمھیں حکم دیا ہے، اخلاص کے ساتھ اسی کی عبادت بجا لاؤ۔ ﴿ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ ﴾ ''اور اسی سے مغفرت مانگو۔'' اپنے سابقہ گناہوں کی۔ ﴿ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ⑥ ﴾ ''اور مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے۔'' یعنی تباہی و بربادی اور ہلاکت

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ

آپ کہہ دیجیے: کیا تم واقعی اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا، اور تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو؟ وہ تو جہانوں کا

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ ⑨ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ

رب ہے ⑨ اور اس نے اس (زمین) میں اس کے اوپر مضبوط پہاڑ بنائے، اور اس میں برکتیں رکھیں، اور اس میں (رہنے والوں کے لیے) اس کی

اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ

غذاؤں کا (ٹھیک) اندازہ کیا، محتاجوں کے لیے یکساں طور پر (یہ سارا کام) چار دنوں میں (مکمل ہوا) ⑩ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جبکہ وہ دھواں تھا،

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪ فَقَضٰىهُنَّ

تب اللہ نے اس سے اور زمین سے کہا: تم دونوں خوشی یا ناخوشی سے آؤ، تو ان دونوں نے کہا: ہم دونوں خوشی خوشی حاضر ہیں ⑪ پھر (اللہ نے) انھیں دو

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

دنوں میں سات آسمان بنا دیا، اور ہر آسمان میں اس کا کام الہام کر دیا، اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے زینت دی، اور (اس کی خوب)

بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫

حفاظت کی، یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے کی تدبیر ہے ⑫

ان کا مقدر ہے۔ ﴿اَلَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ﴾ ''وہ لوگ جو زکاۃ نہیں دیتے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتے۔[1] عکرمہ کا بھی یہی قول ہے۔[2] یہ آیت اس طرح ہے جیسا کہ یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾ (الشمس 91:9,10) ''جس نے اس (اپنے نفس) کا تزکیہ کیا وہ یقیناً مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ یقیناً خسارے میں رہا۔'' اور فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝﴾ (الأعلٰى 87:14,15) ''بے شک وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے نماز پڑھی۔'' اور فرمایا: ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝﴾ (النّٰزعٰت 79:18) ''پھر (اس سے) کہہ دے: کیا تو چاہتا ہے کہ پاک ہو جائے۔''

یہاں زکاۃ سے مراد نفس کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرنا ہے اور اس کی اہم صورت نفس کو شرک سے پاک کرنا ہے۔ اور مال کی زکاۃ کو زکاۃ کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا ہے کہ یہ مال کو حرام سے پاک کر دیتی ہے اور مال میں اضافہ، برکت کثرت نفع اور نیکی کے کاموں میں استعمال کی توفیق کا سبب بنتی ہے۔ امام قتادہ فرماتے ہیں: اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے مالوں کی زکاۃ ادا نہیں کرتے تھے۔[3] دیگر بہت سے مفسرین نے بھی اس سے یہی معنی مراد لیے ہیں اور امام ابن جریر نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے۔[4] لیکن یہ معنی مراد لینا محل نظر ہے کیونکہ جیسا کہ بہت سے اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ زکاۃ 2 ہجری میں واجب ہوئی تھی اور یہ آیت مکی ہے، البتہ اس سلسلے میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ صدقہ و زکاۃ کا اصل حکم تو ابتدائے بعثت ہی

① تفسیر الطبری : 117/24. ② تفسیر الطبری : 117/24. ③ تفسیر الطبری : 117/24. ④ تفسیر الطبری : 117/24.

سے تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ﴾ (الأنعام 6:141) ”اور جس دن فصل کاٹو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔“ اور جہاں تک اس کے نصاب اور مقدار کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل مدینہ منورہ میں بیان ہوئی تھی، اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق دی جاسکتی ہے جیسے کہ طلوعِ آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے نماز تو ابتدائے بعثت ہی سے واجب تھی، البتہ ہجرت سے ڈیڑھ سال قبل جب شب معراج اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر پانچ نمازوں کو فرض قرار دیا تو اس کے بعد آہستہ آہستہ اس کی شروط، اس کے ارکان اور اس سے متعلق دیگر مسائل کو بھی بیان کر دیا گیا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اس کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“ امام مجاہد وغیرہ نے فرمایا ہے کہ ﴿ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴾ کے معنی ہیں: ایسا ثواب جو کبھی ختم ہی نہ ہو اور جو منقطع نہ ہو جیسا کہ فرمایا: ﴿ مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ﴾ (الکھف 18:3) ”جس میں وہ ابدالآباد رہیں گے۔“ اور فرمایا: ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ (ھود 11:108) ”یہ اللہ کی عطا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔“

تفسیر آیات: 9-12

تخلیقِ کائنات کی بعض تفصیلات: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے اللہ کے ساتھ غیر کی پوجا کی، حالانکہ ہر چیز کا خالق وہی ہے، ہر چیز پر غالب اور مقتدر بھی اسی کی ذات پاک ہے، پس اس نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ﴾ ”آپ کہہ دیں: کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دنوں میں پیدا کیا اور تم (بتوں کو) اس کے لیے شریک بناتے ہو۔“ یعنی اس کی نظیر اور ہم مثل قرار دے کر اس کے ساتھ تم ان کی بھی پوجا کرتے ہو۔ ﴿ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ”وہ سارے جہانوں کا رب ہے۔“ یعنی وہ جو تمام اشیاء کا خالق ہے وہی تمام مخلوقات کا پروردگار ہے، اس جگہ آیت کریمہ: ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ﴾ (الحدید 57:4) ”اس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔“ کی تفصیل ہے، یہاں آسمانوں اور زمین سے متعلق الگ الگ تفصیل دی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے پہلے زمین کو پیدا فرمایا کیونکہ وہ گویا اس کائنات کی بنیاد کی طرح ہے اور عمارت کو پہلے بنیاد ہی سے شروع کیا جاتا اور پھر اسے چھت تک پہنچایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ﴾ (البقرة 2:29) ”وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمھارے لیے پیدا کیں، پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا، تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنادیا۔“ اور جہاں تک ان آیات کریمہ کا تعلق ہے: ﴿ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۭ بَنٰىهَا ۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 79:27-33) ”بھلا تمھارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اسے بنایا، اس کی چھت کو اونچا کیا، پھر اسے برابر کر دیا اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا، اسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اگایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا، (یہ سب کچھ) تمھارے اور تمھارے

چار پایوں کے فائدے کے لیے (کیا۔)''

ان آیات کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو آسمان کی تخلیق کے بعد پھیلایا گیا لیکن نصِ قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو آسمانوں سے پہلے پیدا کیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب یہ دیا ہے، جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی کہ میں قرآن مجید میں کچھ ایسی اشیاء پاتا ہوں جن میں اختلاف ہے، مثلاً: ایک آیت میں یہ ذکر ہے: ﴿فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ۝﴾ (المؤمنون 23:101) ''تو اس دن نہ ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔'' اور دوسری آیت میں ہے: ﴿وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ۝﴾ (الصّٰفّٰت 37:27) ''اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال (وجواب) کریں گے۔'' اسی طرح ایک آیت میں ہے: ﴿وَلَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا۝﴾ (النسآء 4:42) ''اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔'' اور دوسری آیت میں ہے: ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ۝﴾ (الأنعام 6:23) ''اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے! ہم شریک نہیں بناتے تھے۔'' اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے شرک کو اللہ تعالیٰ سے چھپائیں گے۔ اسی طرح ایک مقام پر ہے: ﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰىهَا۝ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا۝ وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا۝ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا۝ؕ﴾ (النّٰزعٰت 79:27-30) ''بھلا تمھارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اس نے اسے بنایا، اس کی چھت کو اونچا کیا، پھر اسے برابر کر دیا اور اسی نے رات تاریک بنائی اور (دن کو) دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کو زمین سے پہلے پھیلایا گیا ہے جبکہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قُلْ اَىِٕنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ۝﴿١٠﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ۝﴿١١﴾﴾ ''کہہ دیجیے: کیا تم اس ذات کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور تم (بتوں کو) اس کے لیے شریک بناتے ہو، وہی تو سارے جہانوں کا رب ہے اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی اور اس میں (رہنے والوں کے لیے) اس کی غذاؤں کا (ٹھیک) اندازہ کیا محتاجوں کے لیے یکساں طور پر (یہ سارا کام) چار دنوں میں (مکمل ہوا)، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ (خواہ) خوشی سے، خواہ ناخوشی سے، انھوں نے کہا: ہم خوشی سے آئے ہیں۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کو آسمانوں سے پہلے پیدا کیا گیا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے: ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۝﴾ (النسآء 4:96) ﴿عَزِیْزًا حَكِیْمًا۝﴾ (النسآء 4:56) ﴿سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا۝﴾ (النسآء 4:58) گویا اللہ تعالیٰ پہلے ان صفات سے متصف تھا بعد میں وہ صفات نہ رہیں؟ اس شخص کے جواب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىِٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ۝﴾ (المؤمنون 23:101) کا تعلق

نفخۂ اولیٰ سے ہے، پھر جب صور میں پھونکا جائے گا: ﴿ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ﴾ (الزمر 68:39) ''تو جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جسے اللہ چاہے۔'' اس وقت نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے اور پھر جب آخری نفخہ ہوگا تو ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے سوال و جواب کریں گے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ وہ اپنے شرک کو چھپائیں گے اور دوسری آیت کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپا نہیں سکیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اہل توحید کے گناہوں کو معاف فرما دے گا تو مشرکین کہیں گے کہ آؤ ہم بھی کہیں کہ ہم شرک نہیں کرتے تھے مگر اس وقت ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے ہاتھ بولیں گے تو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کو چھپایا نہیں جا سکتا اور اس وقت ﴿ يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ ﴾ (النسآء 42:4) ''کافر اور پیغمبر کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش! انھیں زمین کے ساتھ برابر کر دیا جاتا۔ اور وہ اللہ سے کوئی (بھی) بات چھپا نہیں سکیں گے۔''

اسی طرح آسمان و زمین کی تخلیق کے بارے میں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا، پھر بعد والے دو دن میں آسمان کو پیدا فرما کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور انھیں برابر کر دیا۔ پھر اس نے زمین کو پھیلا دیا۔ اور زمین کو پھیلا دینے کے معنی یہ ہیں کہ اس نے زمین سے پانی اور چارا نکالا اور پہاڑوں، صحراؤں، جمادات، ٹیلوں اور آسمان و زمین کے درمیان کی تمام چیزوں کو دو دن میں پیدا فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ﴾ ''زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔'' کے معنی یہ ہیں کہ اس نے دو دن میں زمین کو اور دو دن میں اس میں موجود تمام اشیاء کو سب کو چار دن میں پیدا فرمایا۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 96:4) ''بے شک اللہ بڑا بخشنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو خود ان ناموں سے موسوم فرمایا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ان صفات سے متصف ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا بھی ارادہ فرمائے اسے کر گزرتا ہے، لہٰذا قرآن مجید میں اختلاف نہ سمجھو، اس لیے کہ سارا قرآن اللہ عزوجل ہی کی طرف سے ہے۔[1] ﴿ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ﴾ ''زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔'' یعنی اتوار اور سوموار کے دن۔ ﴿ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا ﴾ ''اور اسی نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی'' یعنی اس نے زمین کو بابرکت اور خیر، بیج اور کاشت کے قابل بنا دیا اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا۔ اور اس میں معیشت اور رزق کے وہ سب سامان رکھ دیے جن کی اہل زمین کو ضرورت ہے اور اس میں ایسے مقامات رکھ دیے جن میں زراعت اور کاشت کی جاتی ہے۔ اور یہ منگل اور بدھ کے دن کیا اور اس طرح سابقہ دو دنوں کے ساتھ مل کر یہ کل چار دن ہو گئے، اس لیے فرمایا: ﴿ فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝ ﴾ ''سب چار دن میں اور تمام سوال کرنے والوں کے لیے یکساں۔'' یعنی ان سب کے لیے جو معلوم کرنے کے لیے اس کے بارے میں سوال کرنا چاہے۔

عکرمہ اور مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا ﴾ ''اور اس میں (رہنے والوں کے لیے) اس کی غذاؤں

[1] صحیح البخاری، التفسیر، سورۃ حٰمٓ السجدۃ، قبل الحدیث: 4816.

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ⑬ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ

پھر اگر وہ اعراض کریں تو کہہ دیجیے: میں نے تمھیں ایسی چیخ (آسمانی عذاب) سے ڈرا دیا ہے جو عاد اور ثمود کی چیخ (عذاب) کے مانند

مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا

ہوگی ⑬ جب رسول ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے (یہ کہتے ہوئے) آئے کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو، (تو) انھوں

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ⑭ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي

نے کہا: اگر ہمارا رب چاہتا تو ضرور فرشتے نازل کرتا، لہٰذا جو کچھ دے کر تمھیں بھیجا گیا ہے ہم تو یقیناً اس کے منکر ہیں ⑭ پھر جو عاد تھے

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

تو انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے: قوت میں ہم سے زیادہ سخت کون ہے۔ کیا انھوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ جس

خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ⑮ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا

نے انھیں پیدا کیا وہ قوت میں ان سے زیادہ سخت ہے۔ اور وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے ⑮ چنانچہ ہم نے ان پر منحوس (ثابت ہونے

صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ

والے) دنوں میں طوفانی ہوا بھیجی تاکہ ہم انھیں دنیاوی زندگی ہی میں ذلت و رسوائی کے عذاب (کا مزہ) چکھائیں، اور بلاشبہ آخرت کا

الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ⑯ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى

عذاب سب سے زیادہ رسوا کن ہے، اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی ⑯ اور جو ثمود تھے، تو ہم نے ان کی رہنمائی کی تو انھوں نے ہدایت

الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑰ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ

پر اندھے پن کو پسند کیا، پھر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے انھیں رسوا کن عذاب کی چیخ نے آلیا ⑰ اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو

اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ⑱ ع 2 10 16

ایمان لائے اور وہ تقویٰ اختیار کرتے تھے ⑱

کا (ٹھیک) اندازہ کیا۔'' کے بارے میں کہا ہے کہ ہر زمین میں کچھ ایسا سامانِ معیشت رکھ دیا ہے جو کسی دوسرے حصے میں موزوں نہیں، مثلاً: (خاص قسم کی) چادریں مُلکِ یمن میں، عمدہ باریک (سابوری) کپڑا سابور شہر میں اور سیاہ شالیں رے کے علاقے میں ہیں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور سدی نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩ ﴾ ''تمام مانگنے والوں کے لیے یکساں۔'' کے بارے میں کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے لیے جو اس کے متعلق سوال کرنا چاہیں۔ ② اور ابن زید نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ یہ اس کی مراد کے موافق ہے جسے رزق کی ضرورت ہو، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے وہ سب کچھ زمین میں رکھ دیا ہے جس کی اسے ضرورت ہو۔ ③ یہ قول اس کے مشابہ ہے جو مفسرین نے حسب ذیل آیت کریمہ کے بارے میں ذکر کیا ہے: ﴿ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ ﴾ (ابراهيم 34:14) ''اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا۔'' وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

① تفسير الطبرى : 121/24. ② تفسير الطبرى : 123,122/24. ③ تفسير الطبرى : 123/24.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ ﴾ ”پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔“ دھویں سے مراد پانی سے اٹھنے والے وہ بخارات ہیں جو زمین کی تخلیق کے وقت اس سے اٹھے تھے۔ ﴿ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ﴾ ”تو اس نے اس (آسمان) سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں خوشی یا ناخوشی سے آؤ۔“ یعنی میرے حکم پر لبیک کہو اور خوشی یا ناخوشی سے میرے کام کو تسلیم کرو۔ ﴿ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىِٕعِیْنَ ﴿۱۱﴾ ﴾ ”ان دونوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔“ یعنی ہم خوشی سے آپ کے حکم پر لبیک کہتے ہیں ساتھ ان کے جو ہم میں ہیں، جن کی تخلیق کا تو ارادہ رکھتا ہے۔ فرشتوں، جنوں اور انسانوں میں سے، ہم سب تیرے مطیع ہیں۔ ﴿ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ ﴾ ”پھر دو دنوں میں سات آسمان بنائے۔“ دو دنوں میں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنا دیے، یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن۔ ﴿ وَ اَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ﴾ ”اور ہر آسمان میں اس کا کام الہام کر دیا۔“ یعنی ہر آسمان میں فرشتوں اور ان تمام اشیاء کو، جن کی اسے حاجت تھی، مرتب اور مقرر فرما دیا جنھیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ﴿ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ﴾ ”اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے مزین کیا۔“ یعنی ایسے منور اور روشن ستاروں کے ساتھ جو اہل زمین کو نظر آتے ہیں۔ ﴿ وَحِفْظًا ﴾ ”اور (اس کی) خوب حفاظت کی۔“ یعنی اسے شیطانوں سے محفوظ کر دیا تاکہ وہ ملاء اعلیٰ کی بات کو نہ سن سکیں۔ ﴿ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ﴿۱۲﴾ ﴾ ”یہ نہایت غالب، خوب جاننے والے کی تدبیر ہے۔“ یعنی اس زبردست ذات کی جو غالب ہے اور جس نے ہر چیز کو مغلوب و مقہور کر رکھا ہے اور وہ اس قدر باخبر ہے کہ مخلوقات کی تمام حرکات و سکنات سے آگاہ ہے۔

تفسیر آیات :13-18

تکذیب کرنے والوں کو سرزنش: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ! ان تکذیب کرنے والے مشرکین سے کہہ دیں جن کے پاس آپ حق لائے ہیں کہ اگر تم اس حق سے اعراض کرو جو میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے پاس لایا ہوں تو میں تمھیں تم پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کے نازل ہونے سے ڈراتا ہوں جس طرح پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں پر نازل ہوا تھا۔ ﴿ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ ﴾ ”ایسی چیخ سے (ڈرایا ہے) جو عاد اور ثمود کی چیخ کے مانند ہوگی۔“ یعنی اور وہ لوگ جو ان (عاد وثمود) کے مشابہ تھے، جن کے اعمال و افعال انھی لوگوں کی طرح تھے۔ ﴿ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ ﴾ ”جب ان کے پاس پیغمبران کے آگے اور پیچھے سے آئے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ اذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖۤ ﴾ (الأحقاف 21:46) ”اور (قوم) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو کہ جب انھوں نے اپنی قوم کو سرزمین احقاف میں ڈرایا اور یقیناً اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں۔“ یعنی ان کے علاقوں کے ساتھ متصل بستیوں میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجا جو انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیتے، جنت کی خوش خبری سناتے اور دوزخ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ اور انھوں نے وہ دیکھ لیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں پر عذاب کو نازل کیا اور اپنے دوستوں کو طرح طرح کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، اس کے باوجود انھوں نے ایمان و تصدیق کو اختیار نہ کیا بلکہ تکذیب اور انکار ہی کرتے رہے اور کہنے لگے: ﴿ لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ

﴿ مَلٰٓىِٕكَةً ﴾ ”اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو ضرور فرشتے اتار دیتا۔“ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیجنا ہوتا تو وہ فرشتوں کو بھیجتا۔ ﴿ فَاِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ ﴾ ”پس بے شک ہم، جو تم دے کر بھیجے گئے ہو۔“ یعنی اے رسالت کا دعویٰ کرنے والے انسانو! ﴿ كٰفِرُوْنَ۝۱۴ ﴾ ”انکار کرنے والے ہیں۔“ یعنی ہم تمھاری اتباع نہیں کریں گے کیونکہ تم تو ہمارے ہی جیسے انسان ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ﴾ ”تو جو عاد تھے وہ ناحق زمین میں غرور کرنے لگے۔“ یعنی انھوں نے بغاوت، سرکشی اور نافرمانی کو اختیار کیا۔ ﴿ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ ﴾ ”اور کہنے لگے کہ ہم سے قوت میں بڑھ کر کون ہے؟“ انھوں نے اپنی جسمانی مضبوطی اور قوت پر غرور کیا اور خیال کیا کہ وہ اپنی اس جسمانی طاقت وقوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے۔ ﴿ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ ﴾ ”کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے۔“ یعنی کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ دشمنی کے لیے کس کو مقابلے کا چیلنج دے رہے ہیں! وہ تو وہ عظیم الشان ذات ہے جس نے اشیاء کو پیدا کیا، ان میں ان طاقتوں اور قوتوں کو پیدا فرمایا جن کے وہ حامل ہیں اور اس کی پکڑ بہت شدید ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۝ ﴾ (الذّٰریٰت 51:47) ”اور آسمانوں کو ہم ہی نے اپنی طاقت سے بنایا اور یقیناً ہم البتہ وسعت دینے والے ہیں۔“ تو انھوں نے اللہ رب جبار کو دشمنی کے لیے مقابلے کا چیلنج دیا، اس کی آیات کا انکار کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی، پس اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا ﴾ ”چنانچہ ہم نے ان پر سخت ہوا چلائی۔“

بعض نے کہا ہے کہ ریح صرصر تیز چلنے والی آندھی کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شدید ٹھنڈی ہوا کو، بعض نے کہا ہے کہ ایسی ہوا کو جس میں آواز ہو اور حق بات یہ ہے کہ باد صرصر میں یہ ساری چیزیں موجود ہوتی ہیں کہ وہ بہت شدید بھی ہوتی ہے اور تیز بھی تاکہ ان کی سزا اسی چیز کی جنس سے ہو جس پر انھیں غرور تھا، یعنی طاقت وقوت۔ بلاشبہ وہ باد صرصر شدید ترین ٹھنڈی بھی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿ بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ۝ ﴾ (الحآقّۃ 69:6) ”یخ بستہ نہایت تیز آندھی۔“ یعنی شدید ٹھنڈی ہوا جس میں بہت خوفناک آواز بھی تھی۔ بلاد مشرق کی ایک مشہور نہر کا نام بھی صرصر اسی لیے ہے کہ اس میں پانی کے چلنے کی آواز بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ﴿ فِیْۤ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ ﴾ ”منحوس دنوں میں۔“ جو مسلسل اور متواتر تھے۔ ﴿ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ﴾ (الحآقّۃ 69:7) ”سات رات اور آٹھ دن (ان پر چلائے رکھا ان کی) جڑ کاٹ دینے کے لیے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ۝ ﴾ (القمر 54:19) ”دائمی نحوست والے دن میں۔“ یعنی منحوس دن میں ان پر عذاب کا آغاز ہوا اور پھر یہ نحوست ان پر سات رات اور آٹھ دن تک جاری وساری رہی حتی کہ ان سب کو ہلاک کر دیا۔ اور ان کی دنیا کی یہ ذلت ورسوائی آخرت کے عذاب کے ساتھ مل گئی، اسی لیے فرمایا: ﴿ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰی ﴾ ”تاکہ ہم انھیں دنیاوی زندگی میں ذلت کے عذاب (کا مزہ) چکھائیں اور آخرت کا عذاب تو بہت زیادہ رسوا کرنے والا ہے۔“ یعنی عذاب آخرت ان کے لیے زیادہ شدید ذلت ورسوائی کا سبب ہوگا۔ ﴿ وَهُمْ لَا یُنْصَرُوْنَ۝۱۶ ﴾ ”اور وہ مدد بھی نہیں کیے جائیں گے۔“ یعنی آخرت میں ان کو کوئی مدد نہ ملے گی جیسا کہ دنیا میں بھی ان کی کوئی مدد نہ کی گئی اور ان

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑲ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ

اور جس دن اللہ کے دشمن (ہانک کر) آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، تو ان کی درجہ بندی کی جائے گی⑲ حتی کہ جب وہ اس (دوزخ) کے پاس

سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑳ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ

پہنچیں گے تو ان کے خلاف ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی جلدیں ان عملوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے⑳ اور وہ اپنی جلدوں سے

عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ

کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گی: ہمیں اسی اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو بلوایا، اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا، اور تم

تُرْجَعُوْنَ ㉑ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ

اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے㉑ اور تم (گناہ کرتے وقت یہ سوچ کر) چھپتے نہیں تھے کہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے چمڑے تمھارے خلاف

وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ㉒ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ

گواہی دیں گے، بلکہ تم سمجھتے تھے کہ بے شک اللہ تمھارے بہت سے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے㉒ اور تمھارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ

بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کیا، چنانچہ تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے㉓ پھر اگر وہ صبر کریں تو بھی آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے، اور اگر وہ

وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ㉔

معافی مانگیں گے تو وہ معاف کیے گئے (لوگوں) میں سے نہ ہوں گے㉔

کے لیے کوئی بچانے والا بھی نہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انھیں بچا سکے یا سزا کو ان سے ٹال سکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ ﴾ ''اور جو ثمود تھے تو ہم نے انھیں سیدھا رستہ دکھایا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوالعالیہ، سعید بن جبیر، قتادہ، سدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے لیے ہدایت کو واضح کر دیا تھا۔[1] اور ثوری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے انھیں ہدایت کی طرف دعوت دی۔ ﴿ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى ﴾ ''تو انھوں نے ہدایت پر اندھے پن کو پسند کیا۔'' یعنی ہم نے ان کے لیے ان کے نبی صالح علیہ السلام کی زبانی حق کو واضح طور پر صاف صاف بیان کر دیا مگر انھوں نے ان کی مخالفت کی، تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کی اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی علیہ السلام کی صداقت کی نشانی اور علامت قرار دیا تھا۔ ﴿ فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ ﴾ ''تو رسواکن عذاب کی کڑک نے انھیں آ پکڑا۔'' اللہ تعالیٰ نے ان پر چنگھاڑ، زلزلہ، ذلت و رسوائی اور عبرت ناک سزا اور عذاب کو نازل فرما دیا تھا۔ ﴿ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۷ ﴾ ''اس کے بدلے جو وہ کماتے تھے۔'' یعنی جو وہ تکذیب اور انکار کرتے تھے۔ ﴿ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے انھیں ہم نے بچا لیا۔'' ان کے درمیان میں سے اہل ایمان کو ہم نے بچا لیا، انھیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور نہ اس سے انھیں کوئی نقصان ہوا بلکہ تقویٰ اختیار کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے نبی صالح علیہ السلام کے

① تفسیر الطبری: 131,130/24 و تفسیر ابن أبي حاتم: 3270/10.

ساتھ نجات عطا فرمادی تھی۔

تفسیر آیات :19-24

حشر کے دن مجرموں کے اعضاء گواہی دیں گے :ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۝ ﴾ ’’اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف (لے جانے کے لیے) اکٹھے کیے جائیں گے، تو ان کی درجہ بندی کی جائے گی۔‘‘ یعنی ان مشرکین کو یاد دلاؤ جب انھیں جہنم کی آگ کی طرف لے جایا جائے گا اور زبانیہ فرشتے (موکلانِ دوزخ) اول سے آخر تک ان سب کو ترتیب کے ساتھ جمع کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا۝ ﴾ (مریم 86:19) ’’اور ہم گناہ گاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے ہانک لے جائیں گے۔‘‘ ﴿ وِرْدًا ﴾ کے معنی ہیں پیاسے۔ ﴿ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا ﴾ ’’یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے‘‘ یعنی جہنم پر آ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ ﴿ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ ﴾ ’’تو ان کے کان اور آنکھیں اور چمڑے (دوسرے اعضاء ان کے خلاف) ان عملوں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔‘‘ یعنی ان کے ان سب اعمال کی گواہی دیں گے جنھیں انھوں نے آگے بھیجا یا پیچھے چھوڑا اور ان میں سے ایک حرف کو بھی چھپایا نہیں جا سکے گا۔ ﴿ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ﴾ ’’اور وہ اپنے چمڑوں (اعضاء) سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟‘‘ یعنی وہ اپنے اعضاء اور اپنے چمڑوں کو ملامت کریں گے جب وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ تو ان کے اعضاء انھیں جواب دیں گے : ﴿ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ﴾ ’’وہ کہیں گے : ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا‘‘ یعنی اس کے حکم کی مخالفت نہیں کی جا سکتی اور نہ اسے ٹالا جا سکتا ہے، اسی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

حافظ ابوبکر بزار رحمہ اللہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور تبسم فرمانے لگے، پھر آپ نے فرمایا : [أَلَا تَسْأَلُونِي مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتُ؟] ’’کیا تم مجھ سے پوچھو گے نہیں کہ میں کس وجہ سے ہنس رہا ہوں؟‘‘ صحابۂ کرام نے عرض کی : اے اللہ کے رسول! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا : [عَجِبْتُ مِنْ مُّجَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ : يَارَبِّ! أَلَيْسَ وَعَدْتَّنِي أَلَّا تَظْلِمَنِي؟ قَالَ : بَلٰى، (فَيَقُولُ) : فَإِنِّي لَا أَقْبَلُ عَلَيَّ (شَاهِدًا) إِلَّا مِنْ نَّفْسِي، (فَيَقُولُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى) : أَوَلَيْسَ كَفٰى بِهِ شَهِيدًا وَّبِالْمَلَائِكَةِ الْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ؟ قَالَ : فَيُرَدِّدُ هٰذَا الْكَلَامَ (مِرَارًا، قَالَ :) فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيهِ وَتَتَكَلَّمُ أَرْكَانُهُ بِمَا كَانَ يَعْمَلُ، فَيَقُولُ : (بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا عَنْكُنَّ كُنْتُ أُجَادِلُ)] ’’میں روز قیامت بندے کے اپنے رب سے جھگڑے پر تعجب کر رہا ہوں، بندہ کہے گا کہ اے اللہ! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ تو مجھ پر ظلم نہیں کرے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا : کیوں نہیں! تو بندہ کہے گا : پھر میں اپنے نفس کے سوا اور کسی چیز کو اپنے خلاف بطور گواہ قبول نہیں کرتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا : کیا میں اور میرے معزز لکھنے والے فرشتے بطور گواہ کافی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ یہ بات کئی بار ارشاد فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء اس کے اعمال کے بارے میں بات کریں گے۔ بندہ

اپنے اعضاء سے کہے گا: تمھارے لیے دوری اور پھٹکار ہو، تمھارے لیے تو میں جھگڑا کر رہا تھا۔‘‘① اسے ابوبکر بزار، ابن ابو حاتم، نیز امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔②

امام ابن ابو حاتم رحمہ اللہ نے ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کافر اور منافق کو حساب کے لیے بلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اس کے عمل کو پیش فرمائے گا تو وہ انکار کر دے گا اور کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے تیری عزت کی قسم! اس فرشتے نے میرے ذمے ایسے عمل لکھ دیے ہیں جو میں نے کیے ہی نہیں۔ فرشتہ کہے گا: کیا تو نے فلاں دن، فلاں جگہ، فلاں عمل نہیں کیا تھا؟ بندہ جواب دے گا کہ اے اللہ! مجھے تیری عزت کی قسم! میں نے یہ عمل نہیں کیا تھا۔ جب وہ یہ بات کہے گا تو اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے خیال میں اس کے اعضاء میں سے سب سے پہلے اس کی دائیں ران بات کرے گی۔③ ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ ﴾ ’’اور تم اس (بات کے خوف) سے تو چھپتے نہیں تھے کہ تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور تمھارے چمڑے تمھارے خلاف شہادت دیں گے۔‘‘ یعنی جب وہ گواہی دینے پر ملامت کریں گے تو ان کے اعضاء اور ان کے چمڑے ان سے کہیں گے کہ جو عمل تم کرتے تھے، انھیں ہم سے چھپاتے تو نہیں تھے بلکہ تم علی الاعلان اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ کفر اور اس کی نافرمانی کرتے تھے اور بزعم خود تمھیں اس بات کی کوئی پروا نہ تھی، اس لیے کہ تم یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے تمام افعال کو جانتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ ﴾ ’’بلکہ تم سمجھتے تھے کہ اللہ تمھارے ان بہت سارے اعمال کو نہیں جانتا جو تم کرتے تھے اور تمھارا یہی گمان جو تم نے اپنے پروردگار کے بارے میں کیا، اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا۔‘‘ یعنی اس ظن فاسد نے جو تم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بہت سے اعمال کو جانتا ہی نہیں، تمھیں تمھارے رب کے پاس تباہ و برباد کر دیا۔ ﴿ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ﴾ ’’چنانچہ تم خسارہ پانے والوں میں سے ہو گئے۔‘‘ یعنی قیامت کے دن تم نے اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو خسارے میں ڈال دیا۔

امام احمد نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا کہ تین شخص آئے جن میں سے ایک قریشی اور دو اس کے ثقفی داماد تھے یا ان میں سے ایک ثقفی تھا اور دو قریشی اس کے داماد تھے، ان کے پیٹوں کی چربی تو بہت زیادہ تھی مگر دلوں کی سمجھ بوجھ بہت کم تھی۔ انھوں نے کچھ ایسی گفتگو کی جسے میں (پوری طرح) سن نہ سکا، ان میں سے ایک نے کہا: کیا خیال ہے کیا اللہ تعالیٰ ہماری یہ گفتگو سن رہا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ اگر ہم بلند آواز سے گفتگو کریں گے تو وہ سن

① امام بزار رحمہ اللہ سے یہ روایت ہمیں نہیں ملی، البتہ یہ المستدرك للحاكم، الأهوال: 601/4، حديث: 8778 میں موجود ہے، البتہ پہلی اور تیسری قوسین والے الفاظ تفسير ابن أبي حاتم کے آمدہ حوالے کے اور باقی قوسوں والے الفاظ مسند أبي يعلى: 55/7، حدیث: 3975 کے مطابق ہیں۔ ② تفسير ابن أبي حاتم: 3271/10 وصحيح مسلم، الزهد......، باب: [الدنيا سجن للمؤمن......]، حديث: 2969 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الانفطار: 508/6، حديث: 11653.
③ تفسير ابن أبي حاتم: 3271/10.

وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

اور ہم نے ان کے کچھ (برے) ہم نشین مقرر کر دیے تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے (تمام) اعمال خوش نما بنا کر ان کو دکھائے، آخر کار ان پر بھی

ع 3 7 17 فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿25﴾ ع

(اللہ کے عذاب کی) وہ بات پوری ہوئی جو ان سے پہلے گزرنے والے جنوں اور انسانوں پر (پوری ہو چکی تھی کہ) بلاشبہ وہ خسارہ پانے والوں میں سے

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿26﴾

تھے ﴿25﴾ اور کافروں نے (ایک دوسرے سے) کہا: تم اس قرآن کو مت سنو، اور (جب پڑھا جائے تو) شور وغل کرو تاکہ تم غالب آجاؤ ﴿26﴾ چنانچہ جن لوگوں

فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿27﴾

نے کفر کیا، ہم انھیں ضرور سخت عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے، اور جو بدترین عمل وہ کرتے رہے ہیں، ہم انھیں ان کا بدلہ ضرور دیں گے ﴿27﴾ یہ آگ ہی

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے، ان کے لیے اسی میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ یہ سزا ہے اس (جرم) کی کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے ﴿28﴾ اور جن

يَجْحَدُوْنَ ﴿28﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا

لوگوں نے کفر کیا، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں جنوں اور انسانوں میں سے وہ دونوں (فریق) دکھا جنھوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ہم انھیں

تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿29﴾

اپنے پاؤں تلے کریں، تاکہ وہ انتہائی پست لوگوں میں سے ہوں ﴿29﴾

لے گا اور اگر آہستہ کریں گے تو نہیں سنے گا، تیسرے نے کہا اگر وہ کچھ گفتگو سن سکتا ہے تو پھر ساری سن سکتا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کا نبی ﷺ کی خدمت میں ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ﴿ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿22﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿23﴾ ﴾ تک آیات نازل فرما دیں۔ [1] اسی طرح امام ترمذی نے بھی بیان کیا ہے۔ [2] نیز اسے امام احمد، مسلم اور ترمذی نے سفیان، از اعمش، از عمارہ، از وہب بن ربیعہ بیان کیا ہے۔ [3] مزید امام بخاری و مسلم نے سفیان از منصور، از مجاہد، از ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ، از ابن مسعود روایت کیا ہے۔ [4] ﴿ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿24﴾ ﴾ ”سو اگر وہ صبر کریں گے تو بھی ان کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے اور اگر وہ معافی مانگیں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں میں سے نہ ہوں گے“ یعنی خواہ وہ صبر کریں یا نہ کریں، ان کا ٹھکانا بہر حال دوزخ ہی ہے جس

① مسند أحمد :381/1 و 408. ② جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة حٰمٓ السجدة، حديث: 3249.
③ مسند أحمد :408/1 و صحيح مسلم، كتاب وباب صفات المنافقين وأحكامهم، حديث: 2775 و جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة حٰمٓ السجدة، حديث: 3249. ④ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:23)، حديث: 4817 وصحيح مسلم، كتاب و باب صفات المنافقين وأحكامهم، حديث: 2775.

سے وہ کبھی بھی نکل نہ سکیں گے اور اگر وہ چاہیں کہ توبہ کریں اور عذر پیش کریں تو ان کے پاس عذر نہیں ہوں گے اور نہ ان کے گناہوں کو معاف کیا جائے گا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ ﴿ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جانے کا سوال کریں تو اس کا انھیں کوئی جواب نہیں ملے گا جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں مطلع کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ○ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ○ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 23:106-108) ”وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری کم بختی غالب ہوگئی اور ہم ہی گمراہ لوگ تھے، اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں اس سے نکال دے، پھر اگر ہم دوبارہ (ایسے کام) کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔ وہ (اللہ) فرمائے گا کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔“[1]

تفسیر آیات:25-29

مشرکین کے ہم نشین انھیں برے اعمال خوشنما بنا کر دکھاتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اسی نے مشرکین کو گمراہ کیا ہے اور یہ اس کی مشیت، تکوین اور قدرت کے مطابق ہے اور وہ اپنے افعال میں حکیم ہے کہ اس نے اپنی حکمت کے تحت شیاطینِ انس وجن کو ان مشرکین کا قرین اور ہم نشین مقرر فرما دیا ہے۔ ﴿ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ ”تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے اعمال انھیں خوشنما بنا کر دکھائے۔“ یعنی ان ہم نشین شیطانوں نے انھیں ان کے سابقہ وآیندہ اعمال اچھے کر کے دکھائے تو یہ اپنے آپ کو محسن اور اچھے اعمال سرانجام دینے والے ہی سمجھتے رہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 43:36,37) ”اور جو کوئی رحمٰن کے ذکر سے (اعراض کر کے) اندھا بن جائے تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور بلاشبہ وہ (شیاطین) انھیں رستے سے روکتے رہتے ہیں جبکہ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴾ ”اور ان پر بھی (اللہ کے عذاب کی) وہ بات پوری ہوگئی“ یعنی ان پر بھی عذاب الٰہی کا وعدہ اسی طرح پورا ہوگیا جیسا کہ ان جیسے افعال کرنے والے ان سے پہلے کے جنوں اور انسانوں پر پورا ہوگیا تھا۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ ”بے شک یہ نقصان اٹھانے والے ہیں“ یعنی خسارہ اٹھانے اور تباہی وبربادی سے دوچار ہونے میں یہ اور وہ برابر ہیں۔

کفار کی قرآن نہ سننے کے بارے میں ایک دوسرے کو وصیت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ ﴾ ”اور کافر کہنے لگے کہ تم اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو“ یعنی انھوں نے ایک دوسرے کو وصیت کی کہ نہ قرآن کو سنو اور نہ اس کے احکام کی اطاعت وفرماں برداری کرو۔ ﴿ وَالْغَوْا فِيْهِ ﴾ ”اور اس میں شور مچا دیا کرو۔“ جب اس کی تلاوت ہو رہی ہو تو اسے مت سنو جیسا کہ مجاہد نے کہا ہے کہ ﴿ وَالْغَوْا فِيْهِ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ قرآن پڑھنے لگیں تو سیٹیاں اور تالیاں بجا کر شور مچا دیا کرو جیسا کہ قریش کیا کرتے تھے۔[2] ﴿ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴾ ”تاکہ تم غالب ہو

---

[1] تفسیر الطبری: 138/24. [2] تفسیر الطبری: 140/24.

جاؤ۔'' جاہل کفار اور ان کے مسلک پر چلنے والے لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ قرآن سننے کے بجائے شور مچا دیا کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف یہ حکم دیا ہے: ﴿ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ (الأعراف 204:7) ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن کا بدلہ لیتے ہوئے اور قرآن کے دشمنوں اور کافروں سے انتقام لیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ﴾ ''سو البتہ ضرور ہم کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکھائیں گے۔'' یعنی قرآن سننے کے بجائے انھوں نے جو روش اختیار کی اس کی وجہ سے انھیں عذاب شدید میں مبتلا کر دیں گے۔ ﴿ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ''اور ان کے ان برے عملوں کی البتہ ضرور سزا دیں گے جو وہ کرتے تھے۔'' یعنی ان کے بدترین اعمال اور قبیح ترین افعال کے سبب (ان کو یہ سزا ہوگی۔) ﴿ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴾ ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴾ ''یہی آگ اللہ کے دشمنوں کی جزا ہے، ان کے لیے اسی میں ہمیشہ کا گھر ہے۔ یہ اس کی سزا ہے کہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔ اور کافر کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! جنوں اور انسانوں میں سے جن لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، وہ ہمیں دکھا کہ ہم انھیں اپنے پاؤں تلے (روند) ڈالیں تاکہ وہ نہایت ذلیل ہوں۔''

سفیان نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ﴿ الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد ابلیس اور آدم علیہ السلام کا وہ بیٹا ہے جس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔ [1] اور سُدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر مشرک ابلیس کو بلوائے گا اور اسے حاضر کرنے کا کہے گا جبکہ ہر صاحب کبیرہ (بڑے گناہوں کا مرتکب) ابن آدم کو طلب کرے گا۔ ہر شر خواہ وہ شرک ہو یا اس سے کم تر کوئی اور گناہ، اس کی طرف دعوت دینے والا ابلیس ہے۔ [2] اور جہاں تک آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں حدیث سے ثابت ہے: [لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا إِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ آدَمَ الْأُوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا، لِأَنَّهُ أَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ] ''جس انسان کو بھی ظلم کے ساتھ قتل کیا جائے گا تو اس کے خون (ناحق) میں آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے کا حصہ بھی ہوگا کیونکہ سب سے پہلے قتل کو اسی نے ایجاد کیا تھا۔'' [3]

﴿ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا ﴾ ''ہم انھیں اپنے پاؤں تلے (روند) ڈالیں۔'' یعنی انھیں عذاب کے لیے ہم سے نیچے رکھ تاکہ انھیں ہماری نسبت شدید عذاب ہو۔ ﴿ لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴾ ''تاکہ وہ نہایت ذلیل ہوں۔'' یعنی جہنم کے نچلے طبقہ میں ہوں جیسا کہ قبل ازیں سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے کہ پیروکار اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں گے کہ وہ ان کے قائدین کو ان کی نسبت دُگنا عذاب دے۔ ﴿ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴾ (الأعراف 38:7) ''اللہ فرمائے گا کہ تم سب کو

[1] تفسير الطبري: 142/24. [2] تفسير الطبري: 142/24. [3] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب خلق آدم وذريته، حديث: 3335 و صحيح مسلم، القسامة والمحاربين ......، باب بيان إثم من سنّ القتل، حديث: 1677 عن ابن مسعود رضي الله عنه.

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَٰئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا

بلاشبہ جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں: نہ تم ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور اس جنت سے خوش

وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿30﴾ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَوٰةِ

ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا﴿30﴾ ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (رفیق ہیں)، اور اس میں تمھارے لیے وہ

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ﴿31﴾ نُزُلًا

(سب کچھ) ہے جو تمھارے جی چاہیں گے اور اس میں تمھارے لیے وہ (سب کچھ) ہے جو تم مانگو گے ﴿31﴾ (یہ) بڑے بخشن ہار، نہایت رحم کرنے والے کی

4 ع 7 ر 18 مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ﴿32﴾

طرف سے مہمان نوازی ہوگی ﴿32﴾

دُگنا عذاب دیا جائے گا مگر تم نہیں جانتے۔''[1] یعنی ان میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ وہ عذاب اور وہ سزا دے گا جس کا اپنے عمل اور اپنے فساد برپا کرنے کے اعتبار سے وہ مستحق ہوگا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 16:88) ''جن لوگوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کے رستے سے روکا، ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے، اس لیے کہ وہ فساد کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات:30-32

استقامت سے سرشار موحدین کے لیے خوشخبری: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ ''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اسی پر) قائم رہے''، یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کو خالص کیا اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا تھا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالاتے ہوئے انھوں نے اسی طرح عمل کیا۔ ابن جریر نے سعید بن عمران سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس آیت کریمہ کو پڑھا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ تو انھوں نے فرمایا کہ ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے کسی بھی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنایا۔[2] پھر ابن جریر نے بروایت اسود بن ہلال بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس آیت: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ﴾ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ گناہوں سے رکے رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اس آیت کریمہ کو صحیح جگہ پر محمول نہیں کیا، لوگوں نے کہا کہ پھر اس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر انھوں نے اس ذات پاک کے سوا کسی اور معبود کی طرف التفات نہ کیا۔[3] مجاہد، عکرمہ، سدی اور کئی ایک اہل علم نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[4]

امام احمد نے سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے ایک ایسی بات

① دیکھیے الأعراف، آیت : 38 کے ذیل میں۔ ② تفسير الطبری : 143/24. ③ تفسير الطبری : 143/24. ④ تفسير الطبری : 144/24.

بیان فرمادیں جسے میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ ﷺ نے فرمایا:[قُلۡ: آمَنۡتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسۡتَقِمۡ] ''تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اسی پر قائم رہو۔'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کو میرے بارے میں زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان کے کنارے کو پکڑا اور فرمایا: [هٰذَا] ''اس کا۔''① اسی طرح اسے امام ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔② امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام نسائی نے بھی سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) اسلام کے بارے میں مجھے آپ ایک ایسی بات ارشاد فرمادیں کہ آپ کے بعد میں کسی اور سے نہ پوچھوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[قُلۡ: آمَنۡتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسۡتَقِمۡ] ''تم یہ کہو کہ میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اسی پر قائم رہو۔'' پھر انھوں نے باقی ساری حدیث بھی بیان کی۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ﴾ ''ان پر فرشتے اترتے ہیں۔'' مجاہد، سدی، زید بن اسلم اور ان کے بیٹے (عبدالرحمٰن) نے فرمایا ہے کہ مراد یہ ہے کہ موت کے وقت اتریں گے اور وہ کہیں گے: ﴿ اَلَّا تَخَافُوۡا ﴾ ''کہ تم خوف نہ کرو۔''④ مجاہد، عکرمہ اور زید بن اسلم کہتے ہیں کہ آخرت کے اس معاملے کا کچھ خوف نہ کرو جس سے تم دوچار ہونے والے ہو۔⑤ ﴿ وَلَا تَحۡزَنُوۡا ﴾ ''اور تم غم نہ کھاؤ'' اس اولاد، اہل و مال اور قرض کی وجہ سے جسے تم دنیا میں چھوڑ آئے ہو کیونکہ اس میں تمھارے نائب ہم ہیں۔ ﴿ وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ۝۳۰ ﴾ ''اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوشی مناؤ۔'' یعنی فرشتے انھیں شر کے ختم ہوجانے اور خیر کے حاصل ہوجانے کی خوش خبری سناتے ہیں جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے:[اَلۡمَلَائِكَةُ.........قَالُوا: أُخۡرُجِي أَيَّتُهَا النَّفۡسُ الطَّيِّبَةُ! كَانَتۡ فِي الۡجَسَدِ الطَّيِّبِ (كُنۡتِ تَعۡمُرِينَهٗ)، أُخۡرُجِي (إِلٰى رَوۡحٍ) وَّرَيۡحَانٍ وَّرَبٍّ غَيۡرِ غَضۡبَانَ] ''فرشتے مومن کی روح سے کہتے ہیں کہ اے پاک روح! جو پاک جسم میں تھی اور اسے آباد کیے ہوئے تھی، راحت و رحمت، رزق و خوشبو اور ایسے رب کی طرف نکل آ جو ناراض نہیں ہے۔''⑥ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان پر فرشتے اس وقت نازل ہوں گے جب یہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ زید بن اسلم نے کہا ہے کہ فرشتے اسے موت کے وقت اور قبر میں خوش خبری سناتے ہیں اور بعث کے وقت بھی خوش خبری

---

① مسند أحمد :413/3. ② جامع الترمذي ، الزهد، باب ماجاء في حفظ اللسان، حديث: 2410 وسنن ابن ماجه، الفتن، باب كف اللسان في الفتنة، حديث: 3972. ③ صحيح مسلم، الإيمان، باب جامع أوصاف الإسلام، حديث: (62)-38 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة الأحقاف : 458/6، حديث: 11489. ④ تفسير الطبري : 145/24 . ⑤ تفسير الطبري : 145/24. ⑥ مسند أبي داود الطيالسي: 114/2-119، حديث: 789 والمستدرك للحاكم: 37/1 ,38، حديث: 107 عن البراء ﷺ وسنن ابن ماجه، الزهد، باب ذكر الموت......، حديث: 4262 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ ۝ ﴾ (ص 38:58): 443/6، حديث: 11442 و مسند أحمد: 364/2 عن أبي هريرة ﷺ و اللفظ له جبکہ پہلی قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض مقعد الميت......، حديث: 2872 عن أبي هريرة ﷺ اور دوسری قوسین والے الفاظ المصنف لعبد الرزاق، باب الصبر......: 564/3-567، حديث: 6702 عن عبدالله بن عمرو ﷺ میں ہیں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿33﴾

اور اس شخص سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جس نے (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے اور کہا: بے شک میں تو فرماں برداروں

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ

میں سے ہوں ﴿33﴾ اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوسکتیں، آپ (برائی کو) ایسی بات سے ٹالیے جو احسن ہو، تو (آپ دیکھیں گے) یکایک وہ شخص کہ آپ

وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌ ﴿34﴾ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ

کے اور اس کے درمیان دشمنی ہے، (ایسا ہو جائے گا) جیسے گرم جوش جگری دوست ہو ﴿34﴾ اور یہ (خصلت) انھی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو صبر کرتے

اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿35﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

ہیں، اور یہ اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہو ﴿35﴾ اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ ابھارے، تو اللہ کی پناہ مانگیے، یقیناً وہ

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿36﴾

خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿36﴾

سنائیں گے۔ اسے امام ابن ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔ یہ قول بہت اچھا اور تمام اقوال کا جامع قول ہے اور امر واقع بھی یہی ہے کہ فرشتے ان لوگوں کو ان تینوں مقامات پر بشارت دیتے ہیں۔ ﴿ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ ﴾ ”ہم دنیاوی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمھارے رفیق ہیں۔)“ یعنی بوقت موت فرشتے مومنوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں تمھارے دوست تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم تمھیں راہ راست پر رکھتے، اچھے کاموں کی ترغیب دیتے اور تمھاری حفاظت کرتے تھے، اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمھارے ساتھ ہوں گے، قبروں اور نفخۂ صور کی وحشت کے وقت تمھیں مانوس رکھیں گے اور قبروں سے اٹھنے کے وقت ہم تمھیں پر امن رکھیں گے، تمھیں پل صراط عبور کرا دیں گے اور نعمتوں سے بھری جنتوں میں پہنچا دیں گے۔ ﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِىْٓ اَنْفُسُكُمْ ﴾ ”اور وہاں تمھارے لیے وہی ہے جو تمھارا جی چاہے گا“ یعنی جنت میں تمھیں وہ سب کچھ مل جائے گا جس کو تمھارے جی چاہیں گے اور جس سے تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ ﴿ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿31﴾ ﴾ ”اور اس میں تمھارے لیے وہ (سب کچھ) ہے جو تم طلب کرو گے“ یعنی جو چیز بھی طلب کرو گے وہ موجود ہوگی اور تمھاری طلب وخواہش کے مطابق تمھارے سامنے حاضر ہوگی۔ ﴿ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿32﴾ ﴾ ”یہ نہایت بخشنے والے، خوب مہربان کی طرف سے مہمانی ہے“ یعنی یہ اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے لیے ضیافت، عطیہ اور انعام ہے جو تمھارے گناہوں کو بخشنے والا، تم پر رحم فرمانے والا اور بخشش، ستر پوشی، رحمت اور لطف وکرم کے ساتھ تم پر شفقت فرمانے والا ہے۔

تفسیر آیات :33-36

دعوت الی اللہ کی فضیلت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ ﴾ ”اور اس شخص سے بات کے لحاظ سے زیادہ اچھا کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے“ یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کی طرف بلائے۔ ﴿ وَعَمِلَ صَالِحًا

﴿ وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ ''اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں مسلمانوں میں سے ہوں''یعنی وہ جو کہہ رہا ہو، اس کے مطابق خود بھی ہدایت یافتہ ہو، اس کا نفع اپنے لیے بھی ہو اور دوسروں کے لیے بھی، یعنی لازم اور متعدی دونوں ہو، اور وہ ان لوگوں میں سے نہ ہو جو دوسروں کو نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں لیکن خود نیک کام نہیں کرتے اور دوسروں کو تو برے کاموں سے منع کرتے ہیں اور خود ان کاموں سے باز نہیں رہتے بلکہ یہ ایسا ہوتا ہے کہ خود بھی نیکی کرتا اور برائی سے دور رہتا ہے اور مخلوق کو خالق تبارک وتعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے۔ یہ آیت کریمہ عام ہے اور ہر اس شخص کے بارے میں ہے جو نیکی کی طرف دعوت دیتا ہو اور خود بھی ہدایت یافتہ ہو لیکن اس کے سب سے بڑے مصداق خود رسول اللہ ﷺ ہیں جیسا کہ محمد بن سیرین، سدی اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے۔[1] یہ بھی کہا ہے کہ اس آیت سے مراد نیک مؤذن ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے: [اَلْمُؤَذِّنُونَ أَطْوَلُ النَّاسِ أَعْنَاقًا يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ''قیامت کے دن مؤذن سب لوگوں سے زیادہ لمبی گردنوں والے ہوں گے۔''[2] اور سنن میں مرفوع روایت ہے: [اَلْإِمَامُ ضَامِنٌ وَّالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ، فَأَرْشَدَ اللّٰهُ الْأَئِمَّةَ وَغَفَرَ لِلْمُؤَذِّنِينَ] ''امام ضامن ہے اور مؤذن امانت دار، اللہ تعالیٰ ائمہ کو رشد و بھلائی عطا فرمائے اور مؤذنوں کو بخش دے۔''[3]

صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام ہے اور مؤذن وغیر مؤذن سب کے لیے ہے کیونکہ اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت اذان بالکل مشروع نہ تھی کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور اذان ہجرت کے بعد مدینہ میں اس وقت شروع ہوئی تھی جب عبداللہ بن عبدربہ انصاری رضی اللہ عنہ کو خواب آیا اور انھوں نے اپنا خواب رسول اللہ ﷺ کو سنایا، پھر آپ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اذان کے کلمات بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دیں کیونکہ ان کی آواز بلند ہے جیسا کہ اپنے مقام پر اس کی تفصیل موجود ہے۔[4] تو معلوم ہوا کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے جیسا کہ عبدالرزاق نے معمر سے اور انھوں نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ اور فرمایا کہ یہ شخص تو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے، اللہ تعالیٰ کا ولی ہے، اللہ تعالیٰ کا منتخب شدہ ہے، اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے، روئے زمین کے تمام لوگوں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے، اس نے اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کیا اور اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی جس بات کو خود قبول کیا تھا لوگوں کو بھی اس کی طرف دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی بات کو قبول کرتے ہوئے نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں، یہ شخص تو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔[5]

دعوت و تبلیغ میں حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ﴾ ''اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو

① تفسیر الطبری: 147/24. ② صحیح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشیطان عندسماعه، حدیث: 387 عن معاویة بن أبی سفیان رضی اللہ عنہ. ③ سنن أبی داود، الصلاة، باب مایجب علی المؤذن...... ، حدیث: 517 وجامع الترمذی، الصلاة، باب ماجاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن، حدیث: 207 و مسند أحمد: 419/2 واللفظ له والسنن الكبرى للبیهقی، الصلاة، باب كراهیة الإمامة: 127/3عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ. ④ دیکھیے سنن أبی داود، الصلاة، باب كیف الأذان؟ حدیث: 499 وسنن ابن ماجه، الأذان والسنة فیها، باب بدء الأذان، حدیث: 706 و مسند أحمد: 43/4 عن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ. ⑤ تفسیر عبدالرزاق: 155/3، رقم: 2710.

سکتیں۔'' کیونکہ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ﴾ ''آپ (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دیں جو بہت اچھا ہو'' یعنی جو تمھارے ساتھ برا سلوک کرے تو تم اس کے جواب میں حسن سلوک کا معاملہ کرو جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو تمھارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تم اسے اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں دے سکتے کہ تم اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرو۔[1] ﴿ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴾ ''پس (ایسا کرنے سے تو دیکھے گا کہ) وہ شخص کہ تیرے اور اس کے درمیان دشمنی ہے (ایسا ہو گیا ہے) گویا کہ وہ گہرا دوست ہے۔'' یعنی وہ تمھارا دوست بن جائے گا کہ جب تم اس سے حسن سلوک کرو گے جو تم سے بدسلوکی کرتا ہے تو تمھارا یہ حسن سلوک اسے تمھاری دوستی، محبت اور شفقت کی طرف کھینچ لائے گا حتی کہ وہ اس طرح ہو جائے گا گویا تمھارا گرم جوش دوست ہو اور وہ تمھارے قریب ہو کر تمھارے ساتھ شفقت اور احسان کا معاملہ کرنے لگے گا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ﴾ ''اور یہ (بات) صرف انھی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں'' یعنی اس وصیت کو وہی قبول کرتا اور اس کے مطابق عمل کرتا ہے جو اس پر صبر کرتا ہے کیونکہ یہ نفوس پر بہت شاق ہے۔ ﴿ وَمَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ﴾ ''اور انھی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں'' یعنی جنھیں دنیا و آخرت کی سعادت و کامرانی سے بہر وافر نصیب ہوا ہو۔ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ غصے کے وقت صبر سے کام لیں، جہالت کے وقت حلم اور بردباری کا مظاہرہ کریں اور برے سلوک کے جواب میں عفو و درگزر کا ثبوت دیں اور جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انھیں شیطان سے بچالے گا اور ان کا دشمن ان کے لیے اس طرح ہو جائے گا جیسے گرم جوش دوست ہو۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ﴾ ''اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں'' یعنی انسانی شیطان تو احسان سے دھوکا کھا جاتا ہے مگر جنّی شیطان جب وسوسہ ڈالتا ہے تو سوائے اس کے اور کوئی حیلہ اس کے خلاف کارگر نہیں ہوتا کہ اس خالق کی پناہ مانگ لی جائے جس نے اسے تم پر مسلط کیا ہے، لہٰذا جب تم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو گے اور اس کا سہارا لے لو گے تو وہ اسے تم سے دور کر دے گا اور اس کے مکر و فریب کو تم سے ہٹا دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو پڑھتے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ، مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ] ''میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے، مردود شیطان سے، یعنی اس کے وسوسوں، اس کے تکبر اور اس کے پیدا کردہ بے ہودہ خیالات سے۔''[3] قبل ازیں ہم یہ بیان

[1] الدر المنثور: 471/5. [2] صحيح البخاري، التفسير، سورة حٰمٓ السجدة، قبل الحديث: 4816 و السنن الكبرى للبيهقي، النكاح، باب ما أمره الله تعالى به……: 45/7 و اللفظ له. [3] سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح……، حديث: 775 و جامع الترمذي، الصلاة، باب مايقول……، حديث: 242 و مسند أحمد: 50/3 عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه.

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ

اور اسی (اللہ) کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں۔ تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو، اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے

الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿37﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

ہو تو تم اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) کو پیدا کیا ہے ﴿37﴾ پھر اگر وہ تکبر کریں، تو (پروا نہیں کیونکہ) جو (فرشتے) آپ کے رب کے پاس ہیں، وہ اس

يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿38﴾ السجدة وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ

السجدۃ 12

کی رات دن تسبیح کرتے ہیں، اور وہ اکتاتے نہیں ﴿38﴾ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آپ زمین کو دبی ہوئی (خشک اور بنجر) دیکھتے ہیں، پھر جب ہم اس

خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ

پر پانی برساتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور ابھرنے (پھلنے پھولنے) لگتی ہے، بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے اس (زمین) کو زندہ کیا، وہ مردوں کو ضرور زندہ

اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿39﴾

کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے ﴿39﴾

کر چکے ہیں کہ اس مقام کی قرآن مجید میں ایک نظیر تو سورۂ اعراف کی یہ آیت ہے: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ ﴾ (الأعراف 7:199,200) ''(اے محمد ﷺ!) آپ عفو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کریں اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کے دل میں کسی طرح کا وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگیں، بے شک وہ نہایت سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' اور اس کی دوسری نظیر سورۂ مومنون کی یہ آیت ہے: ﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ○ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ○ ﴾ (المؤمنون 23:96-98) ''اور برائی کو اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہو، یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔ اور کہہ دیجیے: اے میرے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔''

تفسیر آیات: 37-39

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی عظیم الشان قدرت کے بارے میں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک بے نظیر ہستی ہے اور اسے ہر ایسے کام پر قدرت حاصل ہے جو وہ چاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ ﴾ ''اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں۔'' کہ اس نے رات کو اندھیرے کے ساتھ اور دن کو اجالے کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہ ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں کبھی نہیں اکتاتے، اسی طرح سورج کی روشنی اور اس کا طلوع ہونا، چاند کی چاندنی اور آسمان میں اس کی منزلوں کا اندازہ، پھر اپنے آسمان میں اس کی رفتار کا مختلف ہونا، تاکہ اس کی اور سورج کی رفتار کے اختلاف و وقوع سے رات، دن، جمعوں، مہینوں اور برسوں کی مقدار معلوم ہو، پھر اسی سے حقوق کے لازم ہونے اور عبادات و معاملات کے اوقات کا پتہ چلتا ہے۔ شمس و قمر عالم علوی و سفلی میں نظر آنے والے تمام

اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ

بلاشبہ جولوگ ہماری آیات میں کج روی وکفر کرتے ہیں، وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے۔ کیا پھر جو شخص آگ میں ڈالا جائے گا وہ بہتر ہے یا وہ جو روز قیامت

یَّاْتِیْۤ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿40﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ

امن کے ساتھ آئے گا؟ تم جو چاہو عمل کرو، تم جو کچھ کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب دیکھ رہا ہے ﴿40﴾ بے شک جن لوگوں نے ذکر (قرآن) کو نہ مانا جب

كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ﴿41﴾ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ

وہ ان کے پاس آیا (تو وہ اپنا انجام دیکھ لیں گے) حالانکہ بلاشبہ یہ تو ایک بہت بلند مرتبہ کتاب ہے ﴿41﴾ باطل اس کے پاس پھٹک بھی نہیں سکتا، اس کے آگے

وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ﴿42﴾ مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ

سے نہ اس کے پیچھے سے، یہ بڑی حکمت والے، تعریف کیے ہوئے کی طرف سے نازل کی گئی ہے ﴿42﴾ آپ سے بھی وہی کچھ کہا جا رہا ہے جو آپ سے

مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ﴿43﴾

پہلے رسولوں سے کہا گیا، بے شک آپ کا رب معاف کر دینے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی ﴿43﴾

اجرام سے زیادہ خوب صورت ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس طرف بھی ہماری توجہ مبذول کرائی ہے کہ یہ دونوں بھی مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے دو بندے ہیں جو اسی کی ذات پاک کے تسلط و تسخیر کے تحت ہیں، پس فرمایا: ﴿ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿37﴾ ﴾ ''تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے، اگر تم صرف اسی کی عبادت کرتے ہو۔'' یعنی تم اس کے ساتھ شرک نہ کرو کیونکہ اگر تم اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ غیر کی عبادت بھی کرو گے تو پھر اللہ کی عبادت بھی تمھارے کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ وہ اس بات کو ہرگز معاف نہیں فرماتا کہ اس کی ذات پاک کے ساتھ شرک کیا جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا ﴾ ''پھر اگر یہ لوگ سرکشی کریں۔'' اور صرف اور صرف اسی کی عبادت نہ کریں بلکہ اس کے ساتھ غیر کی بھی پوجا کریں ﴿ فَالَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ ﴾ ''تو جو آپ کے پروردگار کے پاس ہیں'' یعنی فرشتے ﴿ یُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا یَسْـَٔمُوْنَ ﴿38﴾ ﴾ ''وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ (کبھی) تھکتے ہی نہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 89:6) ''اگر یہ (کفار) انکار کریں تو ہم نے ان پر (ایمان لانے کے لیے) ایسے لوگ مقرر کر دیے ہیں کہ وہ ان سے کبھی انکار کرنے والے نہیں۔'' ﴿ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ ﴾ ''اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے'' یعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہونے کی نشانیوں میں سے ہے کہ ﴿ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً ﴾ ''بلاشبہ تو زمین کو دبی ہوئی (خشک) دیکھتا ہے۔'' یعنی زمین بے آب و گیاہ ہوتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے گویا یہ زمین مردہ ہے۔ ﴿ فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ ﴾ ''جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھولنے لگتی ہے۔'' اور رنگ رنگ کی فصلوں اور پھلوں کو پیدا کرنے لگتی ہے۔ ﴿ اِنَّ الَّذِیْۤ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿39﴾ ﴾ ''بے شک جس نے اس (زمین) کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ

اگر ہم اسے عجمی (زبان کا) قرآن بنا کر بھیجتے تو وہ ضرور کہتے: اس کی آیتیں (عربی میں) کھول کر بیان کیوں نہیں کی گئیں؟ کیا (کتاب) عجمی ہے اور (رسول)

هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ

عربی؟ کہہ دیجیے: وہ ان کے لیے، جو ایمان لائے، ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں

ع 5 12 19 عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿44﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

اندھا پن ہے، یہ لوگ (جو حق بات نہیں سنتے گویا) دور دراز جگہ سے پکارے جا رہے ہوں ﴿44﴾ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، پھر اس میں اختلاف کیا

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ

گیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ایک بات طے نہ ہو چکی ہوتی، تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور بلاشبہ وہ اس (قرآن) کے

مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿45﴾

متعلق بے چین کر دینے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں ﴿45﴾

تفسیر آیات: 40-43

کج روی کرنے والوں کی سزا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا ﴾ ’’بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ الحاد یہ ہے کہ کلام کو اس کے اپنے مقام کے بجائے غیر مقام پر رکھا جائے۔[1] امام قتادہ وغیرہ نے فرمایا ہے کہ الحاد سے مراد کفر اور عناد ہے۔[2] ﴿ لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ ﴾ ’’وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔‘‘ یہ شدید سرزنش اور زبردست وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی آیات، اسماء اور صفات میں الحاد سے کام لیتا ہے اور وہ اسے اس کی زبردست سزا دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ ﴾ ’’بھلا وہ شخص جو دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن و امان سے آئے۔‘‘ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ کبھی بھی برابر نہیں ہو سکتے، پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ ﴾ ’’(تو خیر) جو چاہو سو کرلو۔‘‘ مجاہد، ضحاک اور عطاء خراسانی نے کہا ہے کہ یہ وعید ہے۔[3] یعنی اچھا برا جو عمل بھی کرو گے وہ تمھارے حالات سے آگاہ اور تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿40﴾ ﴾ ’’تم جو کچھ بھی کرتے ہو، یقیناً وہ اسے دیکھ رہا ہے۔‘‘ پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ ﴾ ’’بے شک جن لوگوں نے ذکر کو نہ مانا جب وہ ان کے پاس آیا۔‘‘ ضحاک، سدی اور قتادہ نے کہا ہے کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔[4]

---

① تفسیر الطبری: 154/24. ② تفسیر الطبری: 154/24 یہ ابن زید کا قول ہے جبکہ اس حوالے میں قتادہ سے الحاد کے معنی تکذیب منقول ہیں، شاید تکذیب سے کفر مراد لیا گیا ہو۔ ③ تفسیر الطبری: 155/24 عن مجاهد. ④ تفسیر الطبری: 155/24 عن قتادة.

﴿ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ۝﴾ ''اور بے شک یہ تو ایک عالی رتبہ کتاب ہے۔'' یہ ایسی محفوظ ومصون کتاب ہے کہ کوئی اس جیسی کتاب پیش کرنے کا قصد نہیں کرسکتا۔ ﴿ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ ﴾ ''اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔'' یعنی باطل کو اس کی طرف کوئی رستہ نہیں ملتا کیونکہ یہ کتاب تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ ''خوب دانا، بڑی خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے'' یعنی اس ذات پاک کی طرف سے اتاری گئی ہے جو اپنے اقوال وافعال میں حکیم ہے اور اپنے تمام اوامر ونواہی میں قابل ستائش ہے اور اس کے تمام اوامر ونواہی کے اثرات ونتائج قابل تعریف ہیں، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ ﴾ ''آپ سے بھی وہی کچھ کہا جارہا ہے جو یقیناً آپ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا تھا۔'' قتادہ اور سدی وغیرہ نے کہا ہے کہ آپ کی تکذیب میں بھی وہی کچھ کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا تھا۔ جیسے آپ کی تکذیب کی جارہی ہے ان کی بھی تکذیب کی گئی تھی، لہٰذا جس طرح انھوں نے اپنی قوم کی طرف سے ایذا پر صبر کیا تھا آپ بھی اپنی قوم کی تکلیفوں پر صبر کریں۔[1] ﴿ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ ﴾ ''بے شک آپ کا پروردگار یقیناً بخشش دینے والا ہے'' اسے جو اس کے حضور توبہ کرے۔ ﴿ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ ''اور عذاب الیم دینے والا بھی ہے۔'' اسے جو اپنے کفر، سرکشی، عناد، اختلاف اور مخالفت پر ڈٹا رہے۔

تفسیر آیات: 45,44

قرآن کا انکار، عناد اور سرکشی ہے: جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت اور اس کے لفظ ومعنی کی مضبوطی واستحکام کو بیان فرمایا اور یہ بھی بیان فرمایا کہ اس کے باوجود مشرکین اس پر ایمان نہیں لائے تو اس طرف بھی متنبہ فرمادیا کہ ان کا کفر عناد اور سرکشی پر مبنی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۝ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (الشعرآء 26: 199,198) ''اور اگر ہم اسے عجمیوں میں سے کسی پر اتارتے، پھر وہ اسے ان (لوگوں) پر پڑھتا، (تو بھی) وہ اس پر ایمان نہ لاتے۔'' اسی طرح اگر سارے کا سارا قرآن کسی عجمی زبان میں نازل کردیا جاتا تو یہ سرکشی اور عناد کے طور پر کہتے: ﴿ لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ ﴾ ''اس کی آیتیں (ہماری زبان میں) کیوں کھول کر بیان نہیں کی گئیں؟ کیا (کتاب) عجمی اور (رسول) عربی ہے۔'' یعنی کہتے کہ اسے کھول کھول کر عربوں کی زبان میں کیوں نازل نہیں کیا گیا اور اس کا انکار کرتے ہوئے کہتے کہ عربی مخاطب پر ایسا عجمی کلام کیوں نازل کیا گیا ہے جسے وہ سمجھتا ہی نہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، سدی اور کئی دیگر مفسرین سے اس کے یہی معنی منقول ہیں۔[2]

پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ ﴾ ''کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے'' یعنی اے محمد! کہہ دیں کہ جو شخص ایمان لائے اس کے دل کے لیے یہ قرآن ہدایت اور اس کے سینے

---

[1] تفسیر الطبری: 157/24 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3273/10. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 3273/10 و تفسیر الطبری: 158,157/24.

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿46﴾

جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے، اور جس نے برا کیا تو (اس کا) وبال اسی پر ہے۔ اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ﴿46﴾

کے شکوک وشبہات کے لیے شفا ہے۔ ﴿ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ ﴾ ’’اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہراپن) ہے‘‘ یعنی جو اس میں ہے اسے نہیں سمجھتے۔ ﴿ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ ﴾ ’’اور یہ ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے۔‘‘ اس میں جو بیان ہے، وہ اس کی طرف ہدایت نہیں پاتے جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ ﴾ (بنی إسرآء یل 82:17) ’’اور ہم قرآن میں سے جو نازل کرتے ہیں وہ مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں کو خسارے ہی میں زیادہ کرتا ہے۔‘‘ ﴿ اُولٰٓىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿44﴾ ﴾ ’’یہ لوگ (گویا) دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔‘‘ مجاہد کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ سے جو ان کے دلوں سے دور ہے۔[1] ابن جریر کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا وہ شخص جو ان سے مخاطب ہے وہ انھیں کسی دور جگہ سے آواز دے رہا ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔[2] میں کہتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ اس طرح ہے، جیسے درج ذیل آیت ہے: ﴿ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة 171:2) ’’اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اس کو پکارتا ہے جو پکارنے اور چلانے کے سوا کچھ نہیں سنتا وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، پس وہ عقل نہیں رکھتے۔‘‘

موسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے تسلی دینا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ ﴾ ’’اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا۔‘‘ یعنی ان کی تکذیب کی گئی اور انھیں ایذا دی گئی۔ ﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ ﴾ (الأحقاف 35:46) ’’پس (اے محمد!) جس طرح عزم وہمت والے پیغمبر صبر کرتے رہے اسی طرح آپ بھی صبر کریں۔‘‘ ﴿ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ’’اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ٹھہر چکی ہوتی‘‘ ایک مقررہ وقت تک، حساب کو یوم معاد تک موخر کرکے ﴿ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ ﴾ ’’تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا‘‘ یعنی انھیں جلد عذاب دے دیا جاتا بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے کہ جب وہ آجائے گا تو اس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔ ﴿ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿45﴾ ﴾ ’’اور بے شک وہ البتہ اس (قرآن) کے متعلق اضطراب میں ڈالنے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں‘‘ یعنی ان کا قرآن کی تکذیب کرنا کسی بصیرت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں بھی انھیں شک ہے اور اپنی حالت کے بارے میں بھی انھیں یقین نہیں۔ ابن جریر نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں اور یہی معنی قرین صواب معلوم ہوتے ہیں۔[3]

تفسیر آیت :46

ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ﴾ ’’جو نیک کام

[1] تفسیر الطبری : 160/24. [2] تفسیر الطبری : 160/24. [3] تفسیر الطبری : 162/24.

اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى

قیامت (کے آنے) کا علم اللہ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اور جو بھی پھل اپنے شگوفوں سے نکلتے ہیں اور جو مادہ حمل سے ہوتی ہے اور بچہ جنتی ہے (سب کچھ) اللہ

وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ اَيۡنَ شُرَكَآءِىۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنۡ

کے علم میں ہے۔ اور جس دن وہ انھیں پکارے گا: میرے شریک کہاں ہیں؟ وہ کہیں گے: ہم آپ سے عرض کر چکے ہیں (کہ آج) ہم میں سے کوئی بھی (شرک

شَهِيۡدٍ ﴿47﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِيۡصٍ ﴿48﴾

کا) گواہ نہیں ﴿47﴾ اور ان سے وہ گم ہو جائیں گے جنھیں وہ اس سے پہلے پکارا کرتے تھے، اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان کے لیے کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں ﴿48﴾

کرے گا تو وہ اس کے اپنے ہی لیے ہے'' یعنی اس کے نیک عمل کا نفع اسی کے لیے ہوگا۔ ﴿ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ؕ ﴾ ''اور جس نے برا (کام) کیا تو (اس کا ضرر) اسی پر ہے'' یعنی برے اعمال کا وبال اسی پر لوٹے گا۔ ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِيۡدِ ﴿46﴾ ﴾ ''اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے'' یعنی وہ کسی کو گناہ کے بغیر سزا نہیں دیتا اور حجت قائم کرنے اور رسول کو بھیجنے کے بغیر کسی کو عذاب نہیں دیتا۔

تفسیر آیات: 48,47

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ ؕ ﴾ ''اسی (اللہ) کی طرف قیامت کا علم لوٹایا جاتا ہے'' یعنی اس کے سوا اسے اور کوئی نہیں جانتا جیسا کہ سید البشر حضرت محمد ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے، جو فرشتوں کے سرداروں میں سے ہے، اس وقت فرمایا تھا جب انھوں نے آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا کہ [مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ''اس کے بارے میں جس سے پوچھا گیا وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔''[1] اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اِلٰى رَبِّكَ مُنۡتَهٰهَا ﴿44﴾ ﴾ (النّٰزعٰت 79:44) '' آپ کے رب ہی کی طرف اس (کے علم) کی انتہا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ رَبِّىۡ ۚ لَا يُجَلِّيۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔؕ ﴾ (الأعراف 7:187) ''اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَكۡمَامِهَا وَمَا تَحۡمِلُ مِنۡ اُنۡثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِهٖ ؕ ﴾ ''اور نہ تو پھل اپنے غلافوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اسی کے علم سے'' یعنی سب کچھ اس کے علم میں ہے، آسمان اور زمین میں ذرہ بھر کوئی شے بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا ﴾ (الأنعام 6:59) ''اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اسے جانتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَمَا تَغِيۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ ؕ وَكُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ ﴿8﴾ ﴾ (الرعد 13:8) ''اللہ ہی اس سے واقف ہے جو ہر عورت (اپنے پیٹ میں) اٹھاتی ہے اور جو رحم کم کرتے ہیں اور جو اضافہ کرتے ہیں (اس سے بھی واقف ہے) اور ہر چیز کا اس کے ہاں ایک

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبي ﷺ......، حديث: 50 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ؗ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿49﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ

انسان بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ انتہائی مایوس، سخت ناامید ہو جاتا ہے ﴿49﴾ اور جو تکلیف اسے پہنچی ہے، اس کے بعد اگر

رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ

ہم اسے اپنی رحمت (کا مزہ) چکھائیں تو وہ یقیناً کہتا ہے: یہ تو میرے ہی لیے ہے، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے، اور اگر مجھے میرے رب کی

وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ؗ

طرف لوٹایا گیا تو بلاشبہ اس کے پاس میرے لیے بھلائی ہی ہو گی، چنانچہ ہم ان کافروں کو ضرور بتائیں گے جو کچھ وہ کرتے رہے، اور ہم انھیں سخت

وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿50﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ

عذاب (کا مزہ) ضرور چکھائیں گے ﴿50﴾ اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے، اور کنارہ کش ہو جاتا ہے، اور جب اسے تکلیف

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿51﴾

پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے ﴿51﴾

اندازہ مقرر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ﴾ ''اور نہ کسی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ اللہ کے لیے نہایت آسان ہے۔'' (فاطر 35:11) ﴿ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ ﴾ ''اور جس دن وہ انھیں پکارے گا (اور کہے گا) کہ میرے شریک کہاں ہیں؟'' یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے مشرکین سے کہے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کی میرے ساتھ تم پوجا کرتے تھے؟ ﴿ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿47﴾ ﴾ ''تو وہ کہیں گے کہ ہم تجھ سے عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی (شرک کا) گواہ نہیں'' یعنی ہم میں سے کوئی بھی آج اس بات کی گواہی نہیں دے گا کہ تیرا کوئی شریک ہے۔ ﴿ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''اور جنھیں پہلے وہ (اللہ کے سوا) پکارا کرتے تھے سب ان سے گم ہو جائیں گے۔'' وہ چلے جائیں گے اور ان کے کچھ کام نہ آئیں گے۔ ﴿ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿48﴾ ﴾ ''اور وہ یقین کر لیں گے کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' یعنی مشرکین روز قیامت یہ گمان کریں گے اور یہاں گمان کا لفظ یقین کے معنی میں ہے۔ ﴿ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿48﴾ ﴾ ''ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' یعنی آج اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ ﴾ (الکہف 18:53) ''اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے بچنے کا کوئی رستہ نہ پائیں گے۔''

تفسیر آیات:49-51

تنگ دستی کے بعد خوش حالی سے انسان میں تبدیلی: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسان اپنے رب سے مالی، جسمانی صحت اور خیر و بھلائی کے دیگر امور کے بارے میں دعا کرنے سے اکتاتا نہیں۔ اور جب اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے، خواہ وہ فقر کی

قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ اِنۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرۡتُمۡ بِهٖ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ هُوَ فِىۡ

آپ کہہ دیجیے: بھلا دیکھو تو! اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو، پھر تم اس کا انکار کرو تو اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہے جو (حق کی) مخالفت میں دور

شِقَاقٍۢ بَعِيۡدٍ ﴿52﴾ سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ

چلا جائے؟ ﴿52﴾ جلد ہم انھیں اپنی نشانیاں آفاق (دنیا) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی دکھائیں گے، حتی کہ ان کے لیے واضح ہو جائے گا کہ بے شک

الۡحَقُّ ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ﴿53﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ

یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ بے شک آپ کا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟ ﴿53﴾ خبردار! بے شک وہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں

ع 6 10 1 لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ ﴿54﴾ ع

ہیں۔ خبردار! بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے ﴿54﴾

صورت میں ہو یا کسی اور مصیبت کی شکل میں۔ ﴿ فَيَـُٔوۡسٌ قَنُوۡطٌ ﴿49﴾ ﴾ ''تو انتہائی مایوس، سخت ناامید ہو جاتا ہے۔'' اور اس کے ذہن میں یہ خیال آنے لگتا ہے کہ اس برائی کے بعد اسے کوئی خیر و بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔ ﴿ وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ ۙ ﴾ ''اور جو تکلیف اسے پہنچی ہے اس کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے ہی لیے ہے۔'' یعنی تکلیف کے بعد اگر اسے بھلائی اور رزق کی فراوانی حاصل ہو تو کہتا ہے کہ اپنے رب کے پاس میں اسی بات کا مستحق تھا۔ ﴿ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ ﴾ ''اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہوگی۔'' یعنی وہ قیامت کے برپا ہونے کا انکار کرتا ہے، تکبر، فخر اور کفر کرتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نعمتوں سے نوازا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَيَطۡغٰٓى ۙ اَنۡ رَّاٰهُ اسۡتَغۡنٰى ؕ ﴾ (العلق 7,6:96) ''ہرگز نہیں! انسان تو یقیناً سرکشی کرتا ہے۔ اس بنا پر کہ وہ خود کو بے پروا سمجھتا ہے۔'' ﴿ وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَلۡحُسۡنٰى ۚ ﴾ ''اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو میرے لیے اس کے ہاں بھلائی ہی ہوگی۔'' یعنی اگر قیامت برپا بھی ہوئی تو وہاں بھی میرا رب میرے ساتھ اچھا سلوک کرے گا جس طرح اس نے اس دنیا میں میرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، یعنی یہ شخص عمل برا کرتا ہے اور یقین نہیں رکھتا مگر اللہ تعالیٰ سے امیدیں لگائے بیٹھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا ۫ وَلَنُذِيۡقَنَّهُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ غَلِيۡظٍ ﴿50﴾ ﴾ ''پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم ضرور انھیں بتائیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔'' عذاب اور سزا کے بارے میں جس کا یہ عمل اور عقیدہ ہو اللہ تعالیٰ نے اسے سرزنش فرمائی ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَاۤ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ ﴾ ''اور جب ہم انسان پر احسان فرماتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کنارہ کش ہو جاتا ہے'' یعنی اطاعت سے اعراض کرتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرنے سے تکبر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَتَوَلّٰى بِرُكۡنِهٖ ﴾ (الذّٰریٰت 39:51) ''تو اس نے اپنی قوت (کے گھمنڈ) پر منہ موڑ لیا۔'' ﴿ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوۡ دُعَآءٍ عَرِيۡضٍ ﴿51﴾ ﴾ ''اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو لمبی لمبی دعائیں کرنے والا بن جاتا ہے۔'' ایک چیز کے بارے میں لمبے لمبے سوال کرنے لگتا ہے۔ کلام عریض اس کلام کو کہتے ہیں

جس کے الفاظ لمبے مگر معنی کم ہوں اور اس کے برعکس کلام وجیز اس کلام کو کہتے ہیں جو کم ہو اور مطلب واضح کرنے والا ہو۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا کَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ کَاَنۡ لَّمۡ یَدۡعُنَاۤ اِلٰی ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ﴾ (یونس 10:12) ”اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے پہلو پر (لیٹے ہوئے) یا بیٹھے یا کھڑے ہوئے (ہر حال میں) ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس کی تکلیف کو اس سے دور کر دیتے ہیں تو (بے لحاظ ہو جاتا اور اس طرح) گزر جاتا ہے کہ گویا کسی تکلیف پہنچنے پر اس نے کبھی ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔“

تفسیر آیات:52-54

قرآن مجید کی صداقت کے دلائل: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ ﴾ ”کہیں (اے محمد ﷺ!)“ قرآن مجید کی تکذیب کرنے والے ان مشرکین سے: ﴿ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ثُمَّ کَفَرۡتُمۡ بِهٖ ﴾ ”کہ بھلا دیکھو تو اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو، پھر تم اس کا انکار کرو۔“ تو پھر اس ذات پاک کے پاس تمھارا کیا حال ہوگا جس نے اپنے رسول پر اس قرآن کو نازل فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ مَنۡ اَضَلُّ مِمَّنۡ هُوَ فِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ ﴿52﴾ ﴾ ”تو اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو (حق کی) پرلے درجے کی مخالفت میں ہو“ یعنی اس نے کفر، عناد اور حق کی مخالفت کی روش کو اختیار کر کے ہدایت سے دور رستے کو اختیار کر لیا ہو، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا: ﴿ سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ﴾ ”ہم عنقریب انھیں اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے“ یعنی ہم ان کے سامنے ایسے خارجی دلائل و براہین کو ظاہر کر دیں گے جن سے یہ معلوم ہوگا کہ یہ قرآن حق ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔

﴿ فِی الۡاٰفَاقِ ﴾ ”اطراف عالم میں۔“ فتوحات اور تمام علاقوں اور تمام ادیان پر اسلام کے غلبے کی صورت میں۔ مجاہد، حسن اور سدی نے کہا ہے کہ خود ان کی ذات میں نشانیوں سے مراد واقعۂ بدر، فتح مکہ اور اس طرح کے دیگر واقعات ہیں جن کا انھیں سامنا کرنا پڑا اور جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام کو فتح و نصرت سے سرفراز فرمایا اور باطل اور اہل باطل کو ہزیمت و شکست سے دوچار کیا۔[1] اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ انسان غور کرے کہ اسے کس قسم کے مواد اور اخلاط سے مرکب کر کے کس طرح عجیب و غریب شکل و صورت میں پیدا کیا گیا ہے! جیسا کہ علم تشریح الابدان میں اس کی تفصیل موجود ہے اور یہ چیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح انسان میں اچھے اور برے مختلف قسم کے جو اخلاق رکھے گئے ہیں، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت و قدرت کی دلیل ہیں، نیز یہ کہ اس میں اللہ تعالیٰ ہی کی تقدیر متصرف ہے کہ اپنی طاقت و قوت اور حیلہ و تدبیر کے ساتھ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے سرِمو تجاوز نہیں کر سکتا۔

---

[1] تفسیر الطبری: 8,7/25 میں یہ بات سُدّی کے حوالے سے آئی ہے جبکہ مجاہد اور حسن بصری سے منقول یہ بات ہمیں نہیں ملی بلکہ الدر المنثور: 691/5 میں امام مجاہد سے ﴿ سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ ﴾ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ لوگ اپنے اسفار میں عاد و ثمود کے آثار دیکھتے تو کہتے: صَدَقَ مُحَمَّدٌ ”محمد ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔“ اور ﴿ فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد بیماریاں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ۝53 ﴾ ”یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ بے شک یہ (قرآن) حق ہے، (تمھیں) یہ کافی نہیں کہ بے شک آپ کا پروردگار ہر چیز کا شاہد ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے افعال واقوال پر بطور گواہ کافی ہے اور وہ اس بات کا بھی گواہ ہے کہ محمد ﷺ ان تمام امور میں سچے ہیں جو انھوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو بتائے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لٰـكِنِ اللّٰهُ يَشۡهَدُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكَ اَنۡزَلَهٗ بِعِلۡمِهٖ ۚ ﴾ (النسآء 4:166) ”لیکن اللہ نے جو کتاب آپ پر نازل کی ہے اس کی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے۔“ ﴿ اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ ﴾ ”خبردار! یہ لوگ اپنے پروردگار کی ملاقات سے شک میں ہیں“ یعنی قیامت کے برپا ہونے کے بارے میں انھیں شک ہے، اسی لیے اس کے بارے میں غور نہیں کرتے، نہ اس کے لیے عمل کرتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں بلکہ یہ لوگ قیامت کو تسلیم ہی نہیں کرتے اور نہ اسے کوئی اہمیت دیتے ہیں، حالانکہ وہ یقیناً برپا ہونے والی ہے۔ اور اس کے وقوع پذیر ہونے میں قطعاً کوئی شک وشبہ نہیں ہے، اور قیامت کا برپا کرنا اس کے لیے بہت آسان ہے، کچھ دشوار نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ ۝54 ﴾ ”خبردار! بے شک وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔“ تمام مخلوقات اس کے حکم کے تحت ہیں، سب پر اسی کا قبضہ ہے، سب کچھ اس کے علم میں ہے، تمام مخلوقات میں اس کا حکم اور تصرف کارفرما ہے، جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

سورۂ حٰمٓ سجدہ کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَلِلّٰهِ الۡحَمۡدُ وَالۡمِنَّةُ.

تفسیر
سُوْرَۂ شُوْرٰی

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ

حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② اللہ زبردست غالب وحکمت والا آپ کی طرف اور ان لوگوں کی طرف، جو آپ سے پہلے تھے، اسی طرح وحی کرتا

الْحَكِيْمُ ③ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ④ تَكَادُ

ہے ③ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور وہ بلند مرتبہ، بڑی عظمت والا ہے④ قریب ہے کہ آسمان

السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

(اللہ کی عظمت وجلال کے باعث) اپنے اوپر سے پھٹ جائیں، اور تمام فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور اہل زمین

لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑤ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ

کے لیے مغفرت مانگتے ہیں۔ خبردار! بلاشبہ اللہ ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ⑤ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا (دوسرے)

اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ⑥

کارساز بنا لیے ہیں، اللہ ان پر نگران ہے، اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں⑥

تفسیر آیات:1-6

وحی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت: حروف مقطعات کے بارے میں بحث آغاز میں ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ﴾ ”اللہ غالب و دانا اسی طرح آپ کی طرف (مضامین اور براہین) وحی کرتا ہے اور ان کی طرف جو آپ سے پہلے تھے (وحی بھیجتا رہا ہے۔)“ یعنی جس طرح اس نے تمھاری طرف قرآن مجید نازل کیا اسی طرح اس نے تم سے پہلے انبیاء کی طرف بھی کتابوں اور صحیفوں کو نازل کیا تھا۔ ﴿ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ ﴾ ”اللہ غالب ہے“ اپنا انتقام لینے میں۔ ﴿ الْحَكِيْمُ ③ ﴾ ”دانا ہے“ اپنے اقوال وافعال میں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کی طرف وحی کیسے آتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَحيَانًا يَّأْتِينِي مِثْلَ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ، وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ، فَيَفْصِمُ عَنِّي، وَقَدْ وَعَيْتُ عَنْهُ مَاقَالَ، وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ

رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِی، فَأَعِی مَایَقُولُ] ''کبھی تو میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور یہ کیفیت مجھ پر سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے، پھر وہ (فرشتہ) مجھ سے اس حال میں جدا ہوتا ہے کہ اس نے جو کچھ کہا ہوتا ہے میں نے اسے یاد کرلیا ہوتا ہے۔ اور کبھی فرشتہ میرے پاس ایک آدمی کی صورت میں آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو کچھ وہ کہتا ہے میں اسے یاد کرلیتا ہوں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ پر سخت سردی والے دن وحی نازل ہوتے ہوئے آپ کو دیکھا کہ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی۔[1] اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔'' یعنی سب اسی کے بندے، مملوک اور اسی کے غلبہ و تصرف کے تحت ہیں۔ ﴿ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ ﴾ ''وہ عالی رتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ ۝ ﴾ (الرعد 13:9) ''سب سے بزرگ اور عالی رتبہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ۝ ﴾ (سبا 34:23) ''اور وہی عالی رتبہ (اور) گرامی قدر ہے۔'' اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ ﴾ ''قریب ہے کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، ضحاک، قتادہ، سدی اور کعب احبار نے کہا ہے کہ اس کی عظمت کے خوف کی وجہ سے۔[3] ﴿ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ﴾ ''اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے اور جو لوگ زمین میں ہیں، ان کے لیے معافی مانگتے رہتے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا ﴾ (المؤمن 40:7) ''جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لیے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ ﴾ ''خبردار! بے شک اللہ ہی خوب بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' اس میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بیان فرمایا ہے کہ اس نے فرشتوں کی دعا کو قبول فرمالیا اور شرف پذیرائی سے نوازا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ﴾ ''اور جن لوگوں نے اس کے سوا کارساز بنا لیے ہیں۔'' یعنی مشرکین نے۔ ﴿ اللّٰهُ حَفِیْظٌ عَلَیْهِمْ ﴾ ''اللہ ان پر نگہبان ہے۔'' یعنی وہ ان کے اعمال کو جانتا ہے اور انھیں شمار

[1] الموطأ للإمام مالك، القرآن، باب ماجاء في القرآن : 69/1 ، حديث: 484. [2] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي......، حديث: 2 و صحيح مسلم، الفضائل، باب عرق النبي ﷺ في البرد حين يأتيه الوحي، حديث:(87)-2333. [3] تفسير الطبري: 1211/25 .

وَ کَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَ مَنۡ حَوۡلَہَا وَ تُنۡذِرَ یَوۡمَ

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف ایک عربی قرآن وحی کیا، تاکہ آپ اہل مکہ اور اس کے گرد و پیش والوں کو ڈرائیں، اور آپ

الۡجَمۡعِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ فَرِیۡقٌ فِی الۡجَنَّۃِ وَ فَرِیۡقٌ فِی السَّعِیۡرِ ⑦ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ

جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں کوئی شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا بھڑکنے والی آگ میں ⑦ اور اگر اللہ

لَجَعَلَہُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنۡ یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ فِیۡ رَحۡمَتِہٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوۡنَ مَا لَہُمۡ

چاہتا تو یقیناً ان (سب) کو ایک ہی امت کر دیتا، لیکن وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور ظالموں کے لیے نہ کوئی

مِّنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ⑧

دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ⑧

کر کے اور گن گن کر رکھتا ہے اور ان کا وہ پورا پورا بدلہ دے گا۔ ﴿ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ ⑥ ﴾ ”اور آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔“ یعنی آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کارساز ہے۔

تفسیر آیات :8,7

قرآن ڈرانے اور تنبیہ کرنے کے لیے نازل کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس طرح ہم نے پہلے انبیاء کی طرف وحی نازل کی تھی اسی طرح ﴿ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ قُرۡاٰنًا عَرَبِیًّا ﴾ ”ہم نے آپ کے پاس قرآنِ عربی بھیجا ہے۔“ جو واضح، جلی اور روشن ہے۔ ﴿ لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی ﴾ ”تاکہ آپ ڈرائیں ام القریٰ کے رہنے والوں کو۔“ اس سے مراد مکہ ہے، ﴿ وَمَنۡ حَوۡلَہَا ﴾ ”اور جو لوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں (ان کو بھی ڈرائیں۔)“ یعنی مشرق و مغرب کے تمام علاقوں کے لوگوں کو۔ مکہ کو ام القریٰ کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا کہ یہ تمام شہروں سے افضل ہے اور اس کی افضلیت کے بہت سے دلائل ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔ اس کی ایک مختصر مگر جامع دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد نے عبداللہ بن عدی بن حمراء زہری سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ مکہ کے بازار میں حزورہ کے مقام پر کھڑے تھے: [وَاللّٰهِ! إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللّٰهِ، وَأَحَبُّ أَرْضِ اللّٰهِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ، وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ] ”اللہ کی قسم! تو اللہ تعالیٰ کی بہترین زمین ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں سے اس کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہے اور اگر مجھے تجھ سے نکال نہ دیا گیا ہوتا تو میں کبھی بھی نہ نکلتا۔“ [1] ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں بھی اسی طرح ہے اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

﴿ وَتُنۡذِرَ یَوۡمَ الۡجَمۡعِ ﴾ ”اور تاکہ آپ (انھیں) جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں۔“ ”جمع ہونے کے دن“ سے مراد قیامت کا دن ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا۔ ﴿ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ؕ ﴾ ”جس میں

---

① مسند أحمد :305/4 . ② جامع الترمذي، المناقب، باب في فضل مكة، حديث :3925 والسنن الكبرٰى للنسائي، الحج، باب فضل مكة :479/2، حديث : 4252 و سنن ابن ماجه، المناسك، باب فضل مكة ، حديث:3108.

کچھ شک نہیں۔" یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی شک نہیں، وہ دن یقیناً برپا ہونے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ⑦﴾ "(اس روز) ایک فریق بہشت میں (ہوگا) اور ایک فریق دوزخ میں۔" اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ﴾ (التغابن 64:9) "جس دن وہ تم کو اکٹھا ہونے کے دن اکٹھا کرے گا یہی ہار جیت کا دن ہے۔" یعنی اہل جنت، دوزخ والوں پر غالب ہو جائیں گے۔ اور جیسا کہ اس کے مانند یہ آیت کریمہ بھی ہے: ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ۭ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۝ ﴾ (ہود 11:103-105) "ان (قصوں) میں یقیناً اس شخص کے لیے جو عذاب آخرت سے ڈرے، عبرت ہے، یہ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہی وہ دن ہوگا جس میں سب (اللہ کے روبرو) حاضر کیے جائیں گے اور ہم اس کے لانے میں ایک وقت معین تک ہی تاخیر کر رہے ہیں جس روز وہ آجائے گا تو کوئی متنفس اللہ کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا، پھر ان میں سے کچھ بدبخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔"

امام احمد نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں، آپ نے فرمایا: [أَتَدْرُونَ مَا هٰذَانِ الْكِتَابَانِ؟] "کیا تم جانتے ہو، یہ دو کتابیں کیا ہیں؟" ہم نے عرض کی: نہیں، اے اللہ کے رسول! ہمیں پتہ نہیں، الا یہ کہ آپ ہمیں ان کے بارے میں بتا دیں۔ آپ نے اس کتاب کے بارے میں جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی، فرمایا: [هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى بِأَسْمَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أُجْمِلَ عَلٰى آخِرِهِمْ، لَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا، ثُمَّ قَالَ لِلَّذِي فِي يَسَارِهِ: هٰذَا كِتَابُ أَهْلِ النَّارِ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِهِمْ وَقَبَائِلِهِمْ، ثُمَّ أُجْمِلَ عَلٰى آخِرِهِمْ، لَا يُزَادُ فِيهِمْ وَلَا يُنْقَصُ مِنْهُمْ أَبَدًا] "یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے، اس میں اہل جنت کے نام اور ان کے آباء اور قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخری (انسان) پر اسے ختم کر دیا گیا ہے اور اب ان میں کبھی بھی اضافہ یا کمی نہیں کی جائے گی، پھر رسول اللہ ﷺ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ اہل دوزخ کی کتاب ہے، اس میں ان کے نام اور ان کے آباء اور قبائل کے نام ہیں، پھر ان کے آخری (انسان) پر اسے ختم کر دیا گیا ہے اور ان میں کبھی بھی اضافہ یا کمی نہیں کی جائے گی۔" رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے عرض کی کہ اگر یہ ایسا معاملہ ہے جس سے فارغ ہوا گیا ہے تو ہم عمل کس لیے کریں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [سَدِّدُوا وَقَارِبُوا، فَإِنَّ صَاحِبَ الْجَنَّةِ يُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ، وَّإِنَّ صَاحِبَ النَّارِ لَيُخْتَمُ لَهُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ، وَإِنْ عَمِلَ أَيَّ عَمَلٍ] "درست رہو اور قریب ہو جاؤ، اہل جنت کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا، خواہ اس نے کیسے ہی عمل کیے ہوں اور اہل دوزخ کا خاتمہ اہل دوزخ کے عمل پر ہوگا، خواہ اس نے کیسے ہی عمل کیے ہوں۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اسے بند کر کے فرمایا: [فَرَغَ رَبُّكُمْ عَزَّوَجَلَّ مِنَ الْعِبَادِ] "تمھارا رب عزوجل بندوں سے فارغ ہو چکا ہے۔" پھر آپ نے دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ز وَهُوَ عَلٰى كُلِّ

کیاانھوں نے اس کے سوا (دوسرے) کارساز بنالیے ہیں؟ درحقیقت اللہ ہی کارساز ہے،اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا،اور وہ ہر چیز پر خوب قادر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ع (9) وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ ع 1/9/2

ہے(9) اور (دین کی) جس چیز میں بھی تم نے اختلاف کیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے، یہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی کی

تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (10) فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

طرف میں رجوع کرتا ہوں(10) (وہ) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے جوڑے بنا دیے، اور

وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ط لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ

چوپایوں کے بھی (ان کی جنس سے) جوڑے (بنائے)، وہ تمھیں اس (زمین) میں پھیلاتا ہے، اس جیسی کوئی چیز نہیں، اور وہ خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا

الْبَصِيْرُ (11) لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ط

ہے(11) اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور وہی (جس کے لیے چاہے) تنگ کر دیتا ہے،

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (12)

بلاشبہ وہ ہر شے کو خوب جاننے والا ہے(12)

اسے پھینک دیا اور فرمایا: ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ﴾ ”ایک فریق جنت میں ہوگا۔“ پھر آپ نے بائیں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اسے پھینک دیا اور فرمایا: ﴿فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (7)﴾ ”ایک فریق دوزخ میں ہوگا۔“ (1) اسی طرح اسے امام ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب قرار دیا ہے۔ (2)

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابونضرہ سے روایت کیا ہے کہ صحابۂ کرام میں سے ایک شخص کو ابوعبداللہ کہا جاتا تھا، ان کے رفقاء ان کی زیارت کے لیے ان کے پاس گئے، انھوں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں۔ رفقاء نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ سے یہ نہیں فرمایا تھا: [خُذْ مِنْ شَارِبِكَ، ثُمَّ أَقِرَّهُ حَتّٰى تَلْقَانِي] ”اپنی مونچھیں کترا ؤ اور پھر اسی حالت پر انھیں رکھو حتی کہ مجھ سے ملاقات کرو؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ہاں، یہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا لیکن میں نے آپ کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ قَبْضَةً بِيَمِينِهِ وَأُخْرٰى بِالْيَدِ الْأُخْرٰى، وَقَالَ: هٰذِهِ لِهٰذِهِ، وَهٰذِهِ لِهٰذِهِ، وَلَا أُبَالِي، فَلَا أَدْرِي فِي أَيِّ الْقَبْضَتَيْنِ أَنَا] ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے دائیں ہاتھ میں ایک مٹھی پکڑی اور دوسری اپنے دوسرے ہاتھ میں اور فرمایا کہ یہ مٹھی اس (جنت) کے لیے اور یہ مٹھی اس (دوزخ) کے لیے ہے اور مجھے کوئی پروا نہیں۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ میں ان میں سے کس مٹھی میں ہوں۔“ (3) صحاح، سنن اور مسانید میں تقدیر سے متعلق

(1) مسند أحمد: 167/2. (2) جامع الترمذي، القدر، باب ماجاء أن الله كتب......، حديث: 2141 و السنن الكبرىٰ للنسائي، التفسير، باب قوله تعالىٰ: ﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ﴾: 453,452/6، حديث: 11473، مزید دیکھیے الموسوعة الحديثية (مسند أحمد): 123/11 و السلسلة الصحيحة: 504,503/2، حديث: 848. (3) مسند أحمد: 176/4.

بہت سی احادیث ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور صحابۂ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت سے مروی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ﴾ ''اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔'' یعنی ان سب کو یا ہدایت پر جمع کر دیتا یا گمراہی پر لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں مختلف بنا دیا جس کو چاہا حق کی ہدایت سے نوازا اور جس کو چاہا اس سے محروم کر دیا اور اس میں اسی کی حکمت اور حجت بالغہ کارفرما ہے، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝﴾ ''لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار۔''

تفسیر آیات :9-12

اللہ تعالیٰ ہی کارساز، حاکم اور خالق ہے: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید فرمائی ہے جنھوں نے اس کے سوا اور معبود بنائے اور فرمایا ہے کہ وہی کارساز برحق ہے کہ عبادت صرف اسی کی ذات پاک کی ہونی چاہیے، وہ مردوں کے زندہ کرنے اور ہر چیز پر قادر ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔'' یعنی جن امور میں بھی تم اختلاف کرو اور یہ حکم تمام اشیاء کے بارے میں عام ہے۔ ﴿ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔'' یعنی اس کے بارے میں اپنی کتاب اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ فیصلہ فرمانے والا وہی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ (النسآء 4:59) ''اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔'' ﴿ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ ﴾ ''یہی اللہ میرا پروردگار ہے۔'' یعنی وہ ہر چیز کا حاکم ہے۔ ﴿ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝﴾ ''میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔'' یعنی میں تمام امور میں صرف اسی کی ذات پاک کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

﴿ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا'' یعنی آسمانوں، زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام اشیاء کا پیدا فرمانے والا ہے۔ ﴿ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا ﴾ ''اسی نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔'' یعنی اس نے لطف و کرم فرماتے ہوئے تمھاری جنس سے تمھاری شکلوں کے مرد و عورت کے جوڑے بنا دیے۔ ﴿ وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ ﴾ ''اور چوپایوں کے بھی جوڑے (بنائے۔)'' یعنی اس نے تمھارے لیے چوپایوں میں سے آٹھ قسم کے جوڑے بنا دیے۔ ﴿ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ ﴾ ''وہ تم کو اس میں پھیلاتا ہے۔'' یعنی وہ تمھیں اسی انداز سے پیدا فرماتا اور زمین میں مردوں اور عورتوں کی شکل میں پھیلاتا ہے اور یہ سلسلہ انسانوں اور حیوانوں میں مخلوق در مخلوق اور نسل در نسل چلا آتا ہے۔ ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ ﴾ ''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔'' یعنی تمام جوڑوں کو پیدا کرنے والی ذات کی طرح اور کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ یکتا و بے نیاز ذات ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ ﴿ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝﴾ ''اور وہ خوب سننے والا، خوب

شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوۡحًا وَّ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهٖۤ

اس نے تمھارے لیے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے (اے نبی!) آپ کی طرف وحی کیا ہے اور جس کا (تاکیدی)

اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسٰۤى اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ‌ ؕ كَبُرَ عَلَى

حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم اس دین کو قائم رکھو اور تم اس میں فرقہ فرقہ نہ ہو جاؤ۔ یہی بات تو مشرکین پر گراں گزرتی ہے جس

الۡمُشۡرِكِيۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَيۡهِ‌ ؕ اَللّٰهُ يَجۡتَبِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ

کی طرف آپ انھیں بلاتے ہیں، اللہ جسے چاہے اپنے لیے چن لیتا ہے، اور ہدایت اسے دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے ⑬ اور وہ لوگ

مَنۡ يُّنِيۡبُ ⑬ وَمَا تَفَرَّقُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ بَغۡيًاۢ بَيۡنَهُمۡ‌ ؕ

اپنے پاس علم آجانے کے بعد صرف باہمی بغاوت و سرکشی کے باعث فرقہ بندی کا شکار ہوئے، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات مقرر

وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ‌ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ

وقت تک پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان (فرقہ بازوں) کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلاشبہ جو لوگ ان کے بعد اس کتاب کے وارث

اُوۡرِثُوا الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ⑭

بنائے گئے، وہ اس کے متعلق تذبذب میں ڈالنے والے شک میں ہیں ⑭

دیکھنے والا ہے۔'' ﴿لَهٗ مَقَالِيۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ ۚ﴾ ''آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔'' اس کی تفسیر سورۂ زمر میں گزر چکی ہے۔[1] جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں وہی متصرف اور حاکم ہے۔ ﴿يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ‌ ؕ﴾ ''وہ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔'' اور رزق کا فراخ یا تنگ کر دینا اس کی حکمت اور اس کے عدل تام پر مبنی ہوتا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ⑫﴾ ''بے شک وہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔''

تفسیر آیات: 14،13

تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے: اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے فرمایا ہے: ﴿شَرَعَ لَكُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوۡحًا وَّ الَّذِىۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ﴾ ''اس نے تمھارے لیے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے) کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جس کی (اے محمد!) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے۔'' پس اللہ تعالیٰ نے یہاں آدم علیہ السلام کے بعد آنے والے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا ہے اور سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا تذکرہ فرمایا ہے، پھر ان دونوں کے درمیان اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر فرمایا ہے اور وہ ہیں ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم۔ اس آیت کریمہ میں پانچوں اولوالعزم پیغمبروں کا ذکر ہے جیسا کہ سورۂ احزاب کی درج ذیل آیت کریمہ میں بھی ان کا ذکر ہے: ﴿وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيۡثَاقَهُمۡ وَمِنۡكَ وَمِنۡ نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ‌﴾ (الأحزاب 33:7) ''اور جب ہم نے پیغمبروں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح

① دیکھیے الزمر، آیت: 63 کے ذیل میں۔

سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے۔'' وہ دین جسے تمام پیغمبر لے کر آئے تھے، یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کی جائے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِيۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ۝ ﴾ (الأنبیآء 21:25) ''اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ان کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، لہٰذا میری ہی عبادت کرو۔''

اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: [اَلْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِّعَلَّاتٍ، أُمَّهَاتُهُمْ شَتّٰى وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ] ''انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں الگ ہیں اور دین ان کا ایک ہے۔''[1] یعنی تمام انبیائے کرام میں قدر مشترک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے، گو ان کی شریعتیں اور ان کے طریقے مختلف ہیں جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا ؕ ﴾ (المآئدة 5:48) ''ہم نے تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔''

اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَنۡ اَقِيۡمُوا الدِّيۡنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوۡا فِيۡهِ ؕ ﴾ ''کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام کو اتفاق اور اتحاد کا حکم دیا اور انتشار و اختلاف سے انھیں منع فرمایا تھا، اس کے بعد فرمایا: ﴿ كَبُرَ عَلَى الۡمُشۡرِكِيۡنَ مَا تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَيۡهِ ؕ ﴾ ''جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان پر دشوار گزرتی ہے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ انھیں جس توحید کی دعوت دیتے ہیں وہ ان پر بہت گراں گزرتی ہے اور یہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَجۡتَبِيۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ وَيَهۡدِيۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يُّنِيۡبُ ۝۱۳ ﴾ ''اللہ جس کو چاہتا ہے اسے اپنی طرف چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف رستہ دکھا دیتا ہے۔'' یعنی وہی ہے جو ہدایت کی توفیق اسے عطا فرماتا ہے جو اس کا مستحق ہو اور جو راہ ہدایت پر ضلالت و گمراہی کو ترجیح دیتا ہے تو اس کے لیے وہ گمراہی ہی لکھ دیتا ہے۔

اختلاف کا سبب: اور اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا تَفَرَّقُوۡۤا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ﴾ ''اور (یہ لوگ) الگ الگ نہیں ہوئے مگر علم (حق) آچکنے کے بعد۔'' یعنی انھوں نے حق کے ان کے پاس پہنچنے اور حجت کے ان پر تمام ہونے کے بعد حق کی مخالفت اختیار کی اور اس کا سبب بجز سرکشی، ضد اور ہٹ دھرمی کے اور کچھ نہ تھا۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ وَلَوۡلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتۡ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ ''اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لیے بات نہ ٹھہر چکی ہوتی۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اس بات کو پہلے سے مقرر نہ فرمایا ہوتا کہ وہ قیامت کے دن کے حساب تک بندوں کو مہلت دے گا تو وہ دنیا ہی میں جلدی سے انھیں عذاب کی گرفت میں لے لیتا۔ اللہ جل شانہ نے آگے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡرِثُوا الۡكِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ﴾ ''اور بے شک جو لوگ ان کے بعد (اللہ کی) کتاب کے وارث بنائے گئے۔'' یعنی حق کی تکذیب کرنے والی پہلی نسل کے بعد آنے والی نسل۔ ﴿ لَفِيۡ شَكٍّ مِّنۡهُ مُرِيۡبٍ ۝۱۴ ﴾ ''وہ اس سے

---

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله: ﴿ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ ...... ﴾ (مريم 19:16)، حديث: 3443 عن أبي هريرة ﷺ.

فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ وَقُلۡ اٰمَنۡتُ

لہٰذا آپ اسی (دین) کی طرف (سب کو) بلائیں اور ثابت قدم رہیں جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے، اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اور کہہ دیجیے: اللہ

بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ؕ

نے جو کتاب بھی نازل کی ہے، میں اس پر ایمان لایا ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں، اللہ ہی ہمارا رب ہے اور

لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ؕ لَا حُجَّةَ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَكُمۡ ؕ اَللّٰهُ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا ۚ

تمھارا بھی رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں، اللہ (روز قیامت)

وَاِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ؕ ⑮

ہم سب کو جمع کرے گا، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ⑮

اضطراب میں ڈالنے والے شک میں ہیں۔'' یعنی انھوں نے بھی یقین و ایمان کو اختیار نہیں کیا بلکہ وہ دلیل و برہان کے بغیر اپنے آباء و اجداد اور اپنے اسلاف کے مقلد ہیں اور وہ حیرت، شک و شبہ اور پرلے درجے کی مخالفت میں مبتلا ہیں۔

تفسیر آیت: 15

دس (10) اوامر و احکام پر مشتمل آیت مبارکہ: یہ آیت کریمہ دس مستقل کلمات پر مشتمل ہے اور ان میں سے ہر ایک کلمہ مستقل حکم ہے اور پہلے سے جدا ہے۔ اہل تفسیر نے کہا ہے کہ اس آیت کی نظیر صرف آیت الکرسی ہے کہ اس میں بھی دس فصل و کلمات ہیں جو ایک دوسرے سے الگ اور جدا جدا حکم رکھتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلِذٰلِكَ فَادۡعُ ۚ﴾ ''لہٰذا اے محمد! اسی (دین) کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا۔'' یعنی یہ دین جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی اور جس کا آپ سے پہلے ان تمام انبیاء و مرسلین کو حکم دیا تھا جن کی ایسی بڑی بڑی شریعتیں تھیں جن کی اتباع کی جاتی تھی، مثلاً: اولوالعزم اور دیگر پیغمبر، پس آپ اس دین کی طرف لوگوں کو بلائیں ﴿وَاسۡتَقِمۡ كَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ﴾ ''اور جیسے آپ کو حکم ہوا ہے اسی پر قائم رہنا۔'' یعنی آپ بھی اور آپ کی اتباع کرنے والے بھی، اللہ تعالیٰ کی عبادت پر قائم رہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ ﴿وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ ۚ﴾ ''اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔'' یعنی مشرکین کی خواہشوں کی جنھوں نے از راہ کذب و افترا بتوں کی عبادت شروع کر رکھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقُلۡ اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنۡ كِتٰبٍ ۚ﴾ ''اور کہہ دیں کہ جو کتاب بھی اللہ نے نازل فرمائی ہے، میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔'' یعنی انبیائے کرام پر آسمان سے نازل ہونے والی تمام کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں اور ہم انبیاء میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے۔ ﴿وَاُمِرۡتُ لِاَعۡدِلَ بَیۡنَكُمۡ ؕ﴾ ''اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تم میں عدل کروں۔'' یعنی فیصلہ کرنے میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے۔ ﴿اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ؕ﴾ ''اللہ ہی ہمارا اور تمھارا پروردگار ہے۔'' یعنی وہی معبود حقیقی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود برحق نہیں، ہم اپنے اختیار سے اس کا اقرار کرتے ہیں اور اگر تم اپنے اختیار سے اس کا اقرار نہ بھی کرو تو کائنات کی ہر چیز اطاعت بجا لاتے ہوئے اور اپنے اختیار سے اس معبود حقیقی کے آگے سجدہ ریز ہے۔

وَ الَّذِیۡنَ یُحَآجُّوۡنَ فِی اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَهٗ حُجَّتُهُمۡ دَاحِضَةٌ عِنۡدَ

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں،اس کو تسلیم کر لیے جانے کے بعد، جھگڑا کرتے ہیں، ان کی دلیل ان کے رب کے نزدیک باطل ہے،

رَبِّهِمۡ وَ عَلَیۡهِمۡ غَضَبٌ وَّ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ⑯ اَللّٰهُ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ

اور ان پر (اللہ کا) غضب ہے، اور ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے ⑯ اللہ ہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب اور ترازو نازل کی،

وَ الۡمِیۡزَانَ ؕ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیۡبٌ ⑰ یَسۡتَعۡجِلُ بِهَا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ

اور آپ کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو ⑰ جو لوگ اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی مچاتے ہیں، اور جو لوگ

بِهَا ۚ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا ۙ وَ یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهَا الۡحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُمَارُوۡنَ

ایمان لائے وہ اس سے ڈرنے والے ہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ بے شک وہ برحق ہے۔ آگاہ رہو! بلاشبہ جو لوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے

فِی السَّاعَةِ لَفِیۡ ضَلٰلٍۭ بَعِیۡدٍ ⑱

ہیں، یقیناً وہ دور کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں ⑱

﴿لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ؕ﴾ ”ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا۔)“ یعنی ہم تم سے بری ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَ اِنۡ کَذَّبُوۡکَ فَقُلۡ لِّیۡ عَمَلِیۡ وَ لَکُمۡ عَمَلُکُمۡ ۚ اَنۡتُمۡ بَرِیۡٓــُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَ اَنَا بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ○﴾ (یونس 41:10) ”اور اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو آپ کہہ دیں کہ مجھ کو میرے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا) تم میرے عملوں کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمھارے عملوں کا جواب دہ نہیں ہوں۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا حُجَّةَ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ ؕ﴾ ”ہم میں اور تم میں کچھ بحث و تکرار نہیں۔“ مجاہد کہتے ہیں: یعنی کوئی جھگڑا نہیں۔ ① سدی کہتے ہیں کہ اس آیت کا تعلق حکم جہاد نازل ہونے سے پہلے کے دور کے ساتھ ہے۔ ② اور یہ بات قرین صواب معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ آیت کریمہ مکی ہے اور جہاد سے متعلق آیات ہجرت کے بعد نازل ہوئی تھیں۔ ﴿اَللّٰهُ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا ۚ﴾ ”اللہ ہم (سب) کو اکٹھا کرے گا۔“ یعنی قیامت کے دن جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلۡ یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفۡتَحُ بَیۡنَنَا بِالۡحَقِّ ؕ وَ هُوَ الۡفَتَّاحُ الۡعَلِیۡمُ ○﴾ (سبا 26:34) ”کہہ دیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا (اور) صاحب علم ہے۔“ ﴿وَ اِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ⑮﴾ ”اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔“ یعنی قیامت کے دن اسی کے پاس لوٹ کر جانا اور اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔

تفسیر آیات:16-18

دین میں جھگڑنے والوں کو تنبیہ: جو لوگ ایمان والوں کو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَ الَّذِیۡنَ یُحَآجُّوۡنَ فِی اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَهٗ﴾ ”اور جو لوگ اللہ (کے بارے) میں بعد اس کے کہ اسے مان لیا گیا ہو، جھگڑتے ہیں۔“ یعنی وہ ایمان لانے والوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام پر لبیک کہنے

① تفسیر الطبری: 25/25. ② تفسیر الماوردی: 199/5 وزاد المسیر: 114/7.

والوں سے جھگڑتے ہیں تاکہ وہ انھیں بھی ہدایت کے اس رستے سے دور لے جائیں جسے انھوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ ﴿حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''ان کے پروردگار کے نزدیک ان کا جھگڑا (حجت) کمزور ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا یہ جھگڑا (حجت) باطل ہے۔ ﴿وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور ان پر (اللہ کا) غضب اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔'' یعنی قیامت کے دن انھیں شدید عذاب ہوگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے کہا کہ مومنوں نے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو مان لیا تو انھوں نے مومنوں سے جھگڑا کیا تاکہ وہ انھیں ہدایت سے روک دیں اور یہ لوگ خواہش رکھتے تھے کہ اے کاش! مومن پھر جاہلیت کی طرف لوٹ آئیں۔[1] امام قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جنھوں نے مومنوں سے کہا کہ ہمارا دین تمھارے دین سے بہتر ہے، ہمارا نبی تمھارے نبی سے بہتر ہے اور ہم تم سے بہتر اور تمھاری نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔[2] حالانکہ وہ ان سب باتوں میں جھوٹے تھے۔

پھر فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کے ساتھ کتاب نازل کی۔'' یعنی جو کتابیں اس نے اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں وہ سب سچائی کے ساتھ نازل فرمائی ہیں۔ ﴿وَالْمِيْزَانَ﴾ ''اور (عدل و انصاف کی) ترازو۔'' مجاہد و قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد عدل و انصاف ہے۔[3] جیسا کہ فرمایا: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید 25:57) ''البتہ تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝﴾ (الرحمٰن 55:7-9) ''اور اسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی کہ ترازو سے تولنے میں حد سے تجاوز نہ کرو اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور تول کم مت کرو۔''

پھر فرمایا: ﴿وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ﴾ ''اور تم کو کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو۔'' اس میں ترغیب بھی ہے، ترہیب بھی اور دنیا سے بے رغبتی بھی۔ ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا﴾ ''جو لوگ اس پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔'' یعنی کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ قیامت کب آئے گی؟ اور وہ یہ بات قیامت کی تکذیب کرتے، اس کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے اور کفر و سرکشی کی روش اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا﴾ ''اور جو مومن ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں۔'' یعنی اس کے وقوع پذیر ہونے سے ڈرتے اور خوف محسوس کرتے ہیں۔ ﴿وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ﴾ ''اور جانتے ہیں کہ یقیناً وہ برحق ہے۔'' اور یقیناً برپا ہونے والی ہے، لہٰذا وہ اس کی تیاری کرتے اور اس کی وجہ سے عمل کرتے ہیں۔ درجۂ تواتر تک پہنچی ہوئی سندوں سے کتب صحاح، سنن اور مسانید میں یہ حدیث مروی ہے جس کے بعض طرق کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے بہت بلند آواز سے رسول اللہ ﷺ

---

[1] تفسیر الطبری: 26/25 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3275/10. [2] تفسیر الطبری: 26/25. [3] تفسیر الطبری: 27/25.

ع 2 10 3 اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ⑲ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے، اور وہ خوب طاقتور، نہایت غالب ہے ⑲ جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اس

الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۙ وَمَا لَهٗ فِي

کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کرتے ہیں، اور جو شخص دنیا کی کھیتی چاہتا ہے، ہم اسے اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں اور اس کے لیے آخرت میں

الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ⑳ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ

کوئی حصہ نہیں ⑳ کیا ان کے لیے (اللہ کے سوا) شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے وہ دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا؟ اور اگر (وعدے کے

وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ㉑ تَرَى

دن) فیصلہ کرنے کی بات نہ ہوتی، تو ان کے درمیان یقیناً (فوراً ہی) فیصلہ کر دیا جاتا، اور بلا شبہ ظالم لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے ㉑ آپ ظالموں

الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ

کو دیکھیں گے وہ ان (عملوں کی سزا) سے ڈر رہے ہوں گے جو انھوں نے کمائے جبکہ وہ (سزا) ان پر آ کر رہے گی، اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے

رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ㉒

نیک عمل کیے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے، ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ (سب کچھ) ہوگا جو وہ چاہیں گے، یہی بہت بڑا فضل ہے ㉒

سے کہا جبکہ آپ اپنے ایک سفر میں تھے کہ اے محمد (ﷺ!) رسول اللہ ﷺ نے قریب اسی کی آواز میں جواب دیا: [هَاؤُمُ] ''یہ لو!'' اس نے کہا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(وَيُحَكَ) إِنَّهَا كَائِنَةٌ فَمَا أَعْدَدْتَ لَهَا؟] ''تجھ پر افسوس کہ یہ تو ہر حال میں برپا ہونے والی ہے مگر (سوال یہ ہے کہ) تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' اس نے جواب میں عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ] ''تمھیں اسی کا ساتھ نصیب ہوگا جس سے تمھیں محبت ہوگی۔'' ①

دوسری حدیث میں آپ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے: [اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ] ''آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔'' ② یہ حدیث بھی یقیناً متواتر ہے، غرضیکہ آپ نے سائل کو قیامت کے وقت کے بارے میں کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسے قیامت کے دن کی تیاری کا حکم دیا۔ ﴿ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ ﴾ ''خبردار! بے شک جو لوگ قیامت میں جھگڑتے ہیں۔'' یعنی اس کے وجود کے بارے میں جھگڑتے اور اس کے وقوع پذیر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ ﴿ لَفِيْ ضَلٰلٍ

① [وَيُحَكَ......] سے پہلا حصہ جامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبة......، حدیث :3535 عن صفوان بن عسال ﷺ اور مذکورہ حصہ مسند أحمد:283/3 و مسند أبی یعلی:34/6، حدیث:3277 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، الأدب، باب ماجاء فی قول الرجل، ویلك، حدیث:6167 میں [وَيْلَكَ] آیا ہے اور [وَيُحَكَ] ہمیں نہیں ملا اور بعد والا حصہ صحیح مسلم، البر والصلة......، باب المرء مع......، حدیث:2639 عن أنس ﷺ میں ہے۔ ② صحیح البخاری، الأدب، باب علامة الحب......، حدیث :6168 و صحیح مسلم، البر والصلة......، باب المرء مع من أحب، حدیث:(165)-2640 عن ابن مسعود ﷺ.

بَعِيۡدٍ ﴿۱۸﴾ ''وہ پرلے درجے کی گمراہی میں ہیں۔'' یعنی واضح طور پر جہالت میں مبتلا ہیں کیونکہ جس ذات پاک نے آسمانوں اورزمین کو پیدا فرمایا وہ مردوں کے دوبارہ زندہ کردینے پر تو بالا ولی قادر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيۡ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ وَهُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِ﴾ (الروم 30: 27) ''اور وہی (اللہ) ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے زیادہ آسان ہے۔''

تفسیر آیات :19-22

دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کا رزق عطا فرمانا: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے اس لطف وکرم کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ ان سب کو رزق عطا فرماتا ہے اور ان میں سے کسی کو بھی فراموش نہیں کرتا، خواہ کوئی نیک ہو یا بد جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَيَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا كُلٌّ فِيۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ﴾ (ہود 11:6) ''اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے، اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔'' اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ پھر فرمایا ہے: ﴿يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔'' یعنی جس کو چاہتا ہے، اس کے رزق میں وسعت فرمادیتا ہے۔ ﴿وَهُوَ الۡقَوِيُّ الۡعَزِيۡزُ ﴿۱۹﴾﴾ ''اور وہ قوی (اور) نہایت زبردست ہے۔'' کہ کوئی چیز اسے عاجز نہیں کرسکتی۔

﴿مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَةِ﴾ ''جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو۔'' یعنی آخرت کے لیے عمل کرتا ہو۔ ﴿نَزِدۡ لَهٗ فِيۡ حَرۡثِهٖ﴾ ''ہم اس کی کھیتی میں افزائش کریں گے۔'' یعنی وہ جس چیز کے حصول کے لیے سرگرم عمل ہے ہم اسے تقویت و اعانت عطا کریں گے، اس کے عمل کو پروان چڑھائیں گے اور اس کے عمل صالح کا دس سے لے کر سات سو گنا تک اجر وثواب عطا کریں گے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ﴿وَمَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡيَا نُؤۡتِهٖ مِنۡهَا وَمَا لَهٗ فِي الۡاٰخِرَةِ مِنۡ نَّصِيۡبٍ ﴿۲۰﴾﴾ ''اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اس کو ہم اس میں سے دیں گے اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہوگا۔'' اور جس کی سعی وکوشش اسی لیے ہو کہ وہ دنیا حاصل کرلے اور آخرت کی طرف اس کی بالکل کوئی توجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے آخرت سے تو محروم کردیتا ہے اور دنیا اگر چاہے تو عطا کردے اور اگر نہ چاہے تو نہ عطا فرمائے، گویا اسے نہ دنیا ملتی ہے اور نہ آخرت اور اس طرح کا انسان دنیا وآخرت میں ناکام ونامراد ہو جاتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ سورۂ سبحان (بنی اسرائیل) کی درج ذیل آیات کے ساتھ مقید ہے: ﴿مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهٗ فِيۡهَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِيۡدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصۡلٰىهَا مَذۡمُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا ○ وَمَنۡ اَرَادَ الۡاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعۡيَهَا وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعۡيُهُمۡ مَّشۡكُوۡرًا ○ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنۡ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحۡظُوۡرًا ○ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ وَلَلۡاٰخِرَةُ اَكۡبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكۡبَرُ تَفۡضِيۡلًا ○﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:18-21) ''جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھر اس کے لیے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے، جس میں وہ نفرین سن کر (اور اللہ کی درگاہ سے) راندہ ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اسے لائق ہے اور وہ مومن بھی

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

یہی (فضل) ہے جس کی اللہ اپنے ان بندوں کو بشارت دیتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: میں تم سے

اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اس (تبلیغِ رسالت) پر کسی صلے کا سوال نہیں کرتا، مگر قرابت داری کی محبت (ضرور چاہتا ہوں۔) اور جو شخص کوئی نیکی کماتا ہے تو ہم اس کے لیے اس میں

غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿23﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ

بھلائی بڑھا دیتے ہیں۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے ﴿23﴾ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹ گھڑ لیا ہے۔ سو اگر اللہ چاہے تو

وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿24﴾

آپ کے دل پر مہر لگا دے۔ اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات کے ذریعے سے ثابت کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ سینوں کے راز خوب جانتا ہے ﴿24﴾

ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے، ہم ان کو اور ان کو سب کو تمھارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمھارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رکی ہوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔''

امام ثوری نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [بَشِّرْ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ وَالرِّفْعَةِ وَالدِّينِ وَالنَّصْرِ وَالتَّمْكِينِ فِي الْأَرْضِ، فَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ عَمَلَ الْآخِرَةِ لِلدُّنْيَا، لَمْ يَكُنْ لَّهُ فِي الْآخِرَةِ نَصِيبٌ] ''اس امت کو عظمت، رفعت، مذہب (اسلام)، نصرت اور زمین میں غلبے کی بشارت سنا دو، پس ان میں سے جو شخص آخرت کا عمل دنیا کے لیے کرے گا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔'' [1]

بندوں کی دین سازی شرک ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ ﴾ ''کیا ان کے وہ شریک ہیں جنھوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جس دین مستحکم کو مقرر کیا ہے وہ اس کی پیروی نہیں کرتے بلکہ حلال و حرام میں وہ ان ضابطوں کی پیروی کرتے ہیں جنھیں ان کے شیاطین جن و انس نے ان کے لیے مقرر کیا ہے، مثلاً: بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو حرام قرار دیتے اور مردار، خون اور جوئے کو حلال سمجھتے تھے، وہ اس طرح کی بہت سی ایسی ضلالتوں اور باطل جہالتوں میں مبتلا تھے جن کی وجہ سے انھوں نے اپنے دور جاہلیت میں حلال و حرام کے ضابطے، عبادت کے باطل طریقے اور کئی طرح کی فاسد باتیں ایجاد کر رکھی تھیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [رَأَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيِّ بْنِ قَمَعَةَ...... يَجُرُّ قُصْبَهُ فِي النَّارِ] ''میں نے عمرو بن لحی بن قمعہ کو دیکھا کہ وہ اپنی انتڑیوں کو آتش (دوزخ) میں کھینچ رہا تھا۔'' [2] یہ وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے سائبہ کی رسم کو ایجاد کیا، یہ خزاعہ کے بادشاہوں میں سے ایک تھا، اس نے ان اشیاء کو پہلی دفعہ ایجاد کیا اور اسی نے

---

① مسند أحمد: 134/5. مزید دیکھیے صحیح ابن حبان، البروالإحسان، ذكر وصف إشراك المرء......: 132/2، حديث: 405. ② صحيح البخاري، المناقب، باب قصة خزاعة، حديث: 3521.

قریش کو بتوں کی عبادت پر لگا دیا تھا۔ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَبَّحَهُ۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَوۡلَا كَلِمَةُ الۡفَصۡلِ لَقُضِىَ بَيۡنَهُمۡ ؕ ﴾ ''اور اگر فیصل شدہ بات نہ ہوتی تو یقیناً ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔'' یعنی اگر روزِ قیامت تک مہلت دینا لکھ نہ دیا گیا ہوتا تو انھیں جلد سزا دے دی جاتی۔ ﴿ وَاِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝ ﴾ ''اور بے شک جو ظالم ہیں ان کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔'' جو جہنم میں ان کے لیے شدید ترین درد کا باعث ہوگا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔

میدانِ حشر میں مشرکین کی گھبراہٹ: ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ تَرَى الظّٰلِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا كَسَبُوۡا ﴾ ''آپ دیکھیں گے کہ ظالم اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے۔'' یعنی میدانِ حشر میں۔ ﴿ وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ ؕ ﴾ ''اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا۔'' یعنی جس عذاب سے یہ ڈرتے تھے وہ لامحالہ ان پر آن پڑے گا اور روزِ قیامت ان کا یہی حال ہوگا کہ یہ شدید ڈر اور خوف میں مبتلا ہوں گے۔ ﴿ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِىۡ رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ ۚ لَهُمۡ مَّا يَشَآءُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ بہشت کے باغوں میں ہوں گے، ان کے رب کے پاس ان کے لیے وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے۔'' تو مشرکین کو ان سے کیا نسبت؟ یعنی جو میدانِ حشر میں ذلت و رسوائی اور اپنے ظلم کے باعث خوف میں مبتلا ہوں گے، ان میں اور ان میں کیا نسبت جو بہشت کے باغوں میں ہوں گے، جہاں ان کے لیے ان کی پسند کے مطابق کھانے، پینے اور پہننے کی چیزیں میسر ہوں گی، عالی شان محلات، خوشنما مناظر، حسین و جمیل حوریں اور لذت و عیش کے ایسے سامان ہوں گے جنھیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا، کسی کان نے نہیں سنا اور کسی انسان کے دل میں ان کا تصور تک نہیں آیا، اس لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ۝ ﴾ ''یہی بڑا فضل ہے۔'' یعنی یہ ہے عظیم کامیابی اور کامل و اکمل و مکمل بے پایاں نعمت!

تفسیر آیات: 24،23

اہلِ ایمان کے لیے جنت کی نعمتوں کی بشارت: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن اور اعمالِ صالحہ بجالانے والے بندوں کے لیے بہشت کے باغات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ ذٰلِكَ الَّذِىۡ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ ﴾ ''یہی وہ (انعام) ہے جس کی اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے ہیں بشارت دیتا ہے۔'' اور یہ انعام انھیں یقیناً حاصل ہو کر رہے گا، اس لیے کہ اس کی اللہ تعالیٰ نے انھیں بشارت دی ہے۔

﴿ اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِى الۡقُرۡبٰى ؕ ﴾ کا مفہوم: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِى الۡقُرۡبٰى ؕ ﴾ ''کہہ دیں کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر (تم کو) قرابت کی وجہ سے محبت (تو چاہیے)۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) کفارِ قریش کے ان مشرکین سے یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس پیغام پہنچانے اور تم سے ہمدردی و خیر خواہی کرنے پر میں تم سے یہ سوال نہیں کرتا کہ مجھے مال دو بلکہ میں تو تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ اپنے شر کو تم مجھ سے روک لو اور مجھے چھوڑ دو کہ میں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دوں، اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو مجھے ایذا بھی نہ دو کیونکہ میرے اور تمھارے درمیان آخر قرابت تو ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا

اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کی) برائیوں سے درگزر فرماتا ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اسے جانتا ہے 25 اور وہ ان لوگوں

تَفْعَلُوْنَ ﴿25﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ

کی (دعا) قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اور وہ انھیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے، اور کافروں کے لیے بہت سخت عذاب

وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿26﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ

ہے 26 اور اگر اللہ اپنے (تمام) بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں ضرور سرکشی کرتے، لیکن وہ اس اندازے سے (رزق) نازل کرتا ہے

وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿27﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ

جتنا چاہتا ہے۔ بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر ہے، (انھیں) خوب دیکھنے والا ہے 27 اور وہی ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد بارش

مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿28﴾

نازل کرتا ہے، اور وہ اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے، اور وہی کارساز، تعریف کیا ہوا ہے 28

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿ اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ﴾ کے بارے میں پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا کہ اس سے مراد آل محمد ﷺ کی قرابت ہے، اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: تم نے جواب دینے میں جلدی کی، بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی قریش کی ہر شاخ کے ساتھ قرابت تھی، اس لیے حکم ہوا کہ آپ ان سے یہ فرما دیں کہ [إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِّنَ الْقَرَابَةِ] ''اور نہیں تو تم میرے اور اپنے درمیان رشتے داری کی وجہ سے صلہ رحمی کا ثبوت دو۔'' اسے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے (امام مسلم نے نہیں۔)[1] امام احمد نے اسے ایک دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ﴾ ''اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لیے اس میں حسن بڑھائیں گے۔'' یعنی جو نیک عمل کرے گا ہم اس کے اجر و ثواب میں اضافہ کر دیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝﴾ (النسآء 4:40)

''بے شک اللہ (کسی پر) ایک ذرے کے برابر ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔'' ﴿ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿23﴾﴾ ''بے شک اللہ بخشنے والا، قدر دان ہے۔'' یعنی وہ بہت سے گناہوں کو معاف فرما دیتا اور تھوڑی سی نیکیوں کو بہت زیادہ کر دیتا ہے، وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پردہ پوشی کرتا، انھیں معاف کرتا، نیکیوں کا کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتا اور اپنے بندوں کے اعمال صالحہ کی قدر دانی فرماتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ پر از خود قرآن بنانے کا الزام اور اس کی تردید: اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى

[1] صحیح البخاري، التفسیر، باب قوله: ﴿ إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ﴾ (الشورٰی 42:23)، حدیث: 4818. [2] مسند أحمد: 229/1.

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ ﴾ ’’کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھ لیا ہے؟ اگر اللہ چاہے تو (اے محمد!) آپ کے دل پر مہر لگا دے۔‘‘ یعنی اگر آپ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں جیسا کہ یہ جاہل گمان کرتے ہیں، ﴿ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ ﴾ ’’(تو اللہ) آپ کے دل پر مہر لگا دے۔‘‘ یعنی آپ کے دل پر مہر لگا دے اور اس نے آپ کو جو قرآن دیا ہے وہ آپ سے سلب کر لے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ ﴾ (الحاقّة 69:44-47) ’’اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے تو تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔‘‘ یعنی ہم ان سے شدید انتقام لیتے اور کوئی انسان بھی اس بات پر قادر نہ ہوتا کہ ان سے انتقام کو روک دیتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ ﴾ ’’اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے۔‘‘ یعنی وہ اپنے دلائل و براہین کے ساتھ حق کو ثابت اور واضح کر دیتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ ﴾ ’’بے شک وہ سینوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔‘‘ یعنی وہ سینوں کے بھیدوں اور ان میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

تفسیر آیات :25-28

اللہ تعالیٰ توبہ اور دعا کو قبول فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب وہ اس کی طرف توبہ اور رجوع کریں تو وہ ان کی توبہ کو شرف قبولیت سے سرفراز فرماتا اور اپنے کرم اور حلم سے انھیں معاف فرماتا، ان سے درگزر فرماتا، ان کی پردہ پوشی فرماتا اور انھیں بخش دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:110) ’’اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرلے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو خوب بخشنے والا (اور) نہایت مہربان پائے گا۔‘‘ صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ، حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ، مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ بِأَرْضِ فَلَاةٍ، فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ، وَعَلَيْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ، فَأَيِسَ مِنْهَا، فَأَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا، قَدْ أَيِسَ مِنْ رَّاحِلَتِهٖ، فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ، فَأَخَذَ بِخِطَامِهَا، ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ: اَللّٰهُمَّ! أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ، أَخْطَأَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ] ’’اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے جب وہ اس کے حضور توبہ کرتا ہے۔ اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری جنگل میں تھی اور وہ اس سے گم ہوگئی اور اسی پر اس کا کھانا پینا تھا، وہ اس سے مایوس ہو گیا اور ایک درخت کے پاس آکر اس کے سائے میں لیٹ گیا، وہ اپنی سواری سے مایوس ہو چکا تھا، اسی حالت میں تھا کہ اچانک سواری اس کے پاس آکر کھڑی ہوگئی، اس نے اس کی مہار پکڑی اور فرط مسرت سے کہنے لگا: اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں، فرط مسرت کے باعث اس نے غلطی سے یہ کہہ دیا۔‘‘[1] صحیح مسلم میں یہ

---

[1] صحيح مسلم، التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها، حديث :(7)-2747 .

حدیث بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح ہے۔[1]

امام زہری رحمہ اللہ سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ ﴾ ''اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔'' کے بارے میں روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهِ مِنْ أَحَدِكُمْ يَجِدُ ضَالَّتَهُ فِي الْمَكَانِ الَّذِي يَخَافُ أَنْ يَقْتُلَهُ مِنَ الْعَطَشِ] ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو اپنی گم شدہ سواری کو اس جگہ پا لے، جہاں اسے یہ خدشہ ہو کہ پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو جائے گا۔''[2] اور ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی عورت کے ساتھ بدکاری کرتا اور پھر اس سے شادی کر لیتا ہے؟ انھوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، پھر انھوں نے یہی آیت کریمہ پڑھی: ﴿ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ ﴾ ''اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور قصور معاف فرما دیتا ہے۔''[3] یعنی مستقبل میں وہ توبہ قبول فرماتا اور ماضی میں کیے ہوئے قصور معاف فرما دیتا ہے۔ ﴿ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ ''اور جو تم کرتے ہو وہ (سب) جانتا ہے۔'' یعنی تم جو کچھ کرتے ہو، کہتے ہو وہ سب جانتا ہے اور اس کے باوجود جو توبہ کرے اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''اور جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان کی دعا قبول فرماتا ہے۔'' سدی کہتے ہیں کہ ﴿ يَسْتَجِيْبُ ﴾ ''يَسْتَجِيبُ لَهُمْ'' ان کی دعا قبول کرتا ہے، کے معنی میں ہے۔[4] اور ابن جریر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جو اپنے لیے، اپنے ساتھیوں اور بھائیوں کے لیے دعا کرتے ہیں، اللہ اسے قبول فرما لیتا ہے۔[5] ﴿ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ﴾ ''اور ان کو اپنے فضل سے بڑھاتا ہے۔'' یعنی وہ نہ صرف ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا بلکہ انھیں اپنے پاس سے اس سے بھی زیادہ عطا فرماتا ہے۔ قتادہ نے ابراہیم نخعی سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ ان کے بھائیوں کے بارے میں ان کی شفاعت قبول فرما لیتا ہے اور ﴿ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان کے بھائیوں کے بھائیوں کے بارے میں بھی شفاعت قبول کرے گا۔[6] ﴿ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴾ ''اور جو کافر ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے۔'' جب اللہ تعالیٰ نے پہلے مومنوں اور انھیں حاصل ہونے والے بے پایاں اجر و ثواب کا ذکر کیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں کا اور روز قیامت انھیں پہنچنے

---

[1] صحيح مسلم، التوبة، باب في الحض على التوبة والفرح بها، حديث :(3)-2744 . [2] تفسير عبدالرزاق:162/3، رقم:2738، مزید دیکھیے السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ ﴾ : 453/6، حدیث:11475. [3] تفسير الطبري :38/25. [4] اس کی تفصیل یہ ہے کہ ﴿ يَسْتَجِيْبُ ﴾ فعل کے فاعل کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے اس کا فاعل ﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ بتایا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں نے اللہ کی بات قبول کر لی۔ اور بعض نے ﴿ يَسْتَجِيْبُ ﴾ کا فاعل ضمیر جو اللہ کی طرف راجع ہے، بتائی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ سدی کی بات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا فاعل اللہ تعالیٰ بتا رہے ہیں، اس لیے وہ اس فعل کے بعد صلہ لام لائے ہیں جس سے ترتیب کلام اسی طرح بنتی ہے: يَسْتَجِيبُ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا ''اللہ ایمان والوں کی دعا قبول فرماتا ہے۔'' (ع-و) . [5] تفسير الطبري :38/25. [6] تفسير الطبري : 39,38/25 .

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو بھی چلنے پھرنے والے اس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں، اور وہ جب بھی

قَدِيْرٌ ﴿29﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿30﴾

چاہے ان کے جمع کرنے پر قادر ہے﴿29﴾ اور تمھیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمھارے اپنے ہی کرتوتوں کی وجہ سے (پہنچتی ہے)، اور بہت سی باتوں

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿31﴾

سے تو وہ درگزر ہی فرماتا ہے﴿30﴾ اور تم (اسے) زمین میں عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور تمھارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار﴿31﴾

والے شدید اور دردناک عذاب کا ذکر فرمایا ہے۔

رزق کی عدمِ فراخی میں حکمت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِى الْاَرْضِ ﴾ ''اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے۔'' یعنی اگر انھیں ان کی ضرورت سے زیادہ رزق دیتا، تو تکبر اور فخر وغرور کے باعث وہ ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی اور سرکشی کرنے لگتے۔ ﴿ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿27﴾ ﴾ ''اور لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے خوب خبردار ہے، خوب دیکھنے والا ہے۔'' یعنی وہ انھیں اس قدر رزق عطا فرماتا ہے جس میں ان کی بہتری دیکھتا ہے اور وہ اس بات کو خوب جانتا ہے تو جو دولت کا مستحق ہوتا ہے اسے دولت عطا فرما دیتا اور جو فقر کا مستحق ہوتا ہے، اسے فقیر کر دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا ﴾ ''اور وہی تو ہے جو ان لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے۔'' یعنی جب لوگ بارش کے نازل ہونے سے مایوس ہو چکے ہوتے ہیں تو وہ اس وقت بارش نازل فرماتا ہے جبکہ انھیں اس کی حاجت وضرورت ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ۝ ﴾ (الروم 49:30) ''اور یقیناً وہ (لوگ) ان پر بارش کیے جانے سے پہلے یقیناً ناامید تھے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ ﴾ ''اور اپنی رحمت (بارش کی برکت) پھیلا دیتا ہے۔'' یعنی اس ملک اور اس علاقے کو اپنی رحمت عام سے ڈھانپ لیتا ہے۔ امام قتادہ نے کہا کہ ہمارے سامنے بیان کیا گیا کہ ایک شخص نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر المؤمنین! بارش نازل نہیں ہوئی اور لوگ مایوس ہو چکے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بارش ضرور نازل ہوگی اور پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ ﴾ ''اور وہی تو ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے۔''[1] یعنی وہ اپنی مخلوق کے لیے وہ تصرف کرتا ہے جو دنیا و آخرت میں ان کے لیے نافع ہو۔ اور وہ جو بھی اندازہ مقرر فرماتا اور جو کام بھی کرتا ہے اس کے انجام کے اعتبار سے وہ قابل ستائش ہے۔

تفسیر آیات: 29-31

آسمانوں اور زمین کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ ﴾ ''اور اسی کی

[1] تفسير الطبري: 41/25.

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿32﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى

اور اسی کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں (چلنے والے) پہاڑوں جیسے جہاز (اور کشتیاں) ﴿32﴾ اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک لے، پھر وہ (جہاز) سمندر کی سطح پر

ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿33﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ

کھڑے رہ جائیں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً ہر صابر شاکر کے لیے عظیم نشانیاں ہیں ﴿33﴾ یا وہ (چاہے تو) انھیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے تباہ کر دے، اور (چاہے

كَثِيْرٍ ﴿34﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿35﴾

تو) بہت سوں سے درگزر کرے ﴿34﴾ اور (تاکہ) وہ لوگ جان لیں جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ﴿35﴾

نشانیوں میں سے ہے۔'' جو اس کی عظمت و عظیم قدرت اور زبردست سلطنت پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا ﴾ ''آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور جو اس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں۔'' یعنی جو آسمانوں اور زمین میں پیدا فرما رکھے ہیں۔ ﴿ مِنْ دَآبَّةٍ ؕ ﴾ ''چلنے والے۔'' اور یہ لفظ فرشتوں کو بھی شامل ہے اور یہ مختلف شکلوں، رنگوں، بولیوں، طبیعتوں، جنسوں اور قسموں کے تمام انسانوں، جنوں اور باقی تمام حیوانات کو شامل ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے مختلف گوشوں میں پھیلا رکھا ہے۔ ﴿ وَهُوَ ﴾ ''اور وہ'' اس سب کچھ کے باوجود ﴿ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ﴿29﴾ ﴾ ''جب چاہے ان کے جمع کر لینے پر خوب قادر ہے۔'' یعنی قیامت کے دن وہ اگلوں، پچھلوں اور تمام مخلوقات کو ایک ہی میدان میں جمع فرمائے گا جنھیں پکارنے والا آواز سنائے گا اور وہ سب نظر کے سامنے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں مبنی بر عدل و حق فیصلہ فرمائے گا۔

مصیبتوں کا سبب نافرمانی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ ﴾ ''اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے، وہ تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے (ہوتی ہے۔)'' یعنی لوگو تمھیں جو مصیبتیں بھی پہنچیں یہ تمھارے ہی گزشتہ گناہوں کا نتیجہ ہیں۔ ﴿ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿30﴾ ﴾ ''اور وہ بہت سے گناہ تو معاف کر دیتا ہے۔'' یعنی وہ تمھارے بہت سے گناہوں کی تمھیں سزا نہیں دیتا بلکہ تمھیں معاف کر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴾ (فاطر 45:35) ''اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا تو روئے زمین پر کسی بھی چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔'' اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ!) مَا يُصِيبُ (الْمُؤْمِنَ) مِنْ نَّصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حَزَنٍ...... حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ] ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مومن کو جو تکلیف، دکھ، غم اور حزن پہنچے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے...... حتی کہ چبھنے والے کانٹے کو بھی اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''[1] اور امام احمد رحمہ اللہ نے

[1] صحیح البخاري، المرضی، باب ماجاء فی کفارة المرض، حدیث:5642,5641. پہلی قوسین والے الفاظ اس حدیث کے سیاق میں نہیں ملے جبکہ دوسری قوسین والا لفظ صحیح مسلم، البر والصلة......، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض أو حزن......، حدیث:2573 عن أبی سعید الخدری و أبی هریرة رضی اللہ عنہما میں ہے، اور دیکھیے مسند أحمد:303/2.

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

چنانچہ تمھیں جو بھی شے دی گئی ہے تو وہ دنیاوی زندگی کا (حقیر سا) سامان ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ان لوگوں کے لیے کہیں بہتر اور بہت پائیدار

وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿36﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ

ہے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا کرتے ہیں ﴿36﴾ اور وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، اور جب غصہ آئے

يَغْفِرُوْنَ ﴿37﴾ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا

تو وہ معاف کر دیتے ہیں ﴿37﴾ اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب (کے حکم) کو مانا اور نماز قائم کی، اور ان کا (ہر) کام باہمی مشورے سے ہوتا ہے، اور ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿38﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿39﴾

انھیں جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں ﴿38﴾ اور وہ لوگ کہ جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ بس بدلہ لیتے ہیں ﴿39﴾

معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: [مَامِنْ شَيْءٍ يُّصِيبُ الْمُؤْمِنَ فِي جَسَدِهٖ يُؤْذِيهِ، إِلَّا كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهٖ مِنْ سَيِّئَاتِهٖ] ''مومن کو اس کے جسم میں ایذا دینے والی جو چیز بھی پہنچے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔''[1] اور امام احمد ہی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا كَثُرَتْ ذُنُوبُ الْعَبْدِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ مَا يُكَفِّرُهَا مِنَ الْعَمَلِ، اِبْتَلَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِالْحُزْنِ لِيُكَفِّرَهَا عَنْهُ] ''جب بندے کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور اس کے پاس ان کا کفارہ بننے والی کوئی چیز نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسے غم و حزن میں مبتلا فرما دیتا ہے تاکہ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔''[2]

تفسیر آیات :32-35

سمندر کی تسخیر اور اس میں بحری جہازوں کا چلنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی زبردست قدرت اور عظیم الشان سلطنت پر دلالت کرنے والی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے تاکہ اس میں اس کے حکم سے جہاز چلیں، وہ جہاز جو گویا پہاڑوں کے مانند ہیں۔ یہ مجاہد، حسن، سدی اور ضحاک کا قول ہے کہ یہ جہاز سمندر میں ایسے ہیں جیسے خشکی میں پہاڑ ہیں۔[3] ﴿ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ ﴾ ''اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے۔'' یعنی اس ہوا کو جو سمندروں میں کشتیوں کو چلاتی ہے اگر وہ چاہے تو اسے ساکن کر دے اور کشتیاں حرکت بھی نہ کر سکیں بلکہ ساکن ہو کر کھڑی رہ جائیں اور کہیں بھی آ جا نہ سکیں بلکہ سطح آب پر کھڑی رہ جائیں۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿33﴾ ﴾ ''بے شک تمام صبر اور شکر کرنے والوں کے لیے ان (باتوں) میں اللہ کی قدرت کے نمونے ہیں۔'' یعنی ان کے لیے جو مشکلات میں صبر کرتے اور اس بات پر اس کا شکر بجا لاتے ہیں کہ اس نے ان کے لیے سمندر کو مسخر کر دیا اور اس میں ان کی ضرورت کے مطابق ہوا چلا دی اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اس کی نعمتوں کی نشانیاں ہیں جو مشکلات میں صبر کرتے اور خوش حالی میں اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ﴿ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ

[1] مسند أحمد :98/4 . [2] مسند أحمد :157/6 . یہ حدیث لیث بن ابوسلیم کی وجہ سے سنداً ضعیف ہے۔ [3] تفسیر الطبري :44/25 .

﴿ بِمَا كَسَبُوْا ﴾ ”یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کر دے۔“ یعنی اگر وہ چاہے تو ان کشتیوں اور جہاز والوں کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دے، یعنی ان لوگوں کو جو اس پر سوار ہوتے ہیں ﴿ وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴾ ”اور بہت سے قصور معاف کر دے۔“ یعنی ان کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اگر وہ ان کے تمام گناہوں کی پاداش میں انھیں پکڑے تو سمندر میں سوار ہر شخص کو ہلاک کر دے۔

بعض علمائے تفسیر نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا ﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو نہایت تند و تیز ہوا بھیج دے جو کشتیوں کو پکڑے اور انھیں سیدھا چلنے کے بجائے دائیں یا بائیں طرف اس طرح ڈگمگا دے کہ وہ کسی مطلوب رستے اور مقصود جہت کی طرف نہ چل سکیں۔ یہ قول کشتیوں کی ہلاکت کو متضمن ہے اور پہلے جملے کے ساتھ یہ معنی مناسبت رکھتے ہیں اور وہ جملہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہوا ساکن کر دے اور کشتیاں کھڑی رہ جائیں یا ہوا کو اس قدر تیز کر دے کہ کشتیاں بے قابو ہو کر ادھر ادھر بھاگیں اور تباہ ہو جائیں لیکن یہ اس کا لطف و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ وہ ہوا کو بقدر ضرورت بھیجتا ہے جیسا کہ وہ بارش کو بھی بقدر کفایت نازل فرماتا ہے کیونکہ اگر وہ بہت زیادہ بارش نازل فرما دے تو عمارتیں تباہ و برباد ہو جائیں اور اگر وہ بہت کم نازل فرمائے تو فصلیں اور پھل پیدا نہ ہوں۔ حتی کہ وہ بلاد مصر جیسے علاقوں میں دوسرے علاقوں سے نہر اور دریا کا پانی لاتا ہے کیونکہ انھیں بارش کی حاجت نہیں اور اگر اللہ تعالیٰ یہاں بارش نازل فرمائے تو اس سے عمارتیں تباہ ہو جائیں اور دیواریں گر جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴾ ”اور (تاکہ) وہ لوگ جان لیں جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔“ اور وہ ہماری گرفت اور ہمارے عذاب سے ہرگز نہیں بچ سکتے کیونکہ وہ ہماری قدرت کے تحت مقہور و مغلوب ہیں۔

تفسیر آیات :36-39

اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام کے مستحق لوگوں کی صفات: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی اس کی زیب و زینت اور اس کی فانی نعمتوں کے حقیر ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ﴾ ”(لوگو) تو جو مال و متاع تم کو دیا گیا ہے، وہ دنیوی زندگی کا (ناپائیدار) فائدہ ہے۔“ لہٰذا تم دنیا جس قدر بھی حاصل کر کے جمع کر لو تو اس پر غرور نہ کرو کیونکہ وہ دنیا کی زندگی کا مال و متاع ہے اور دنیا حقیر، فانی اور یقیناً بہت جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ ﴿ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴾ ”اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر اور قائم رہنے والا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کا ثواب دنیا سے بہتر ہے کیونکہ وہ ابدی اور سرمدی ہے، لہٰذا تم فنا ہو جانے والی چیز کو باقی رہنے والی پر ترجیح نہ دو، اسی لیے فرمایا: ﴿ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ”ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔“ یعنی جنھوں نے صبر کیا اور دنیا کی لذتوں کو ترک کر دیا۔ ﴿ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴾ ”اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔“ تاکہ ادائے واجبات اور ترک محرمات پر صبر کے لیے ان کی مدد کرے۔

پھر فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ ﴾ ”اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا ۚ فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿40﴾

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پھر جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے، بلاشبہ اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا﴿40﴾ اور البتہ

وَلَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ﴿41﴾ اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ

جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لے، تو ایسے لوگوں پر کوئی (ملامت کی) راہ نہیں﴿41﴾ (ملامت کی) راہ تو بس ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم

یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَیَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿42﴾ وَلَمَنۡ

کرتے اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے﴿42﴾ اور البتہ جو صبر کرے اور معاف کر دے تو بلاشبہ

صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿43﴾ ع 4 14 5

یہ ہمت کے کاموں میں سے ہیں﴿43﴾

پرہیز کرتے ہیں۔" گناہ اور بے حیائی کے کاموں کے بارے میں بحث قبل ازیں سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔[1] ﴿وَاِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ ﴿37﴾﴾ "اور جب انھیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔" یعنی ان کا اخلاق یہ ہے کہ وہ لوگوں سے درگزر کرتے اور انھیں معاف کر دیتے ہیں، ان سے انتقام نہیں لیتے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی بھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں، البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حرمات کی بے حرمتی کی جا رہی ہو تو پھر آپ ضرور انتقام لیتے تھے۔[2]

﴿وَالَّذِیۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمۡ﴾ "اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔" یعنی اس کے رسولوں کی اتباع، اس کے حکم کی اطاعت اور اس کے منع کردہ امور سے اجتناب کرتے ہیں۔ ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ "اور نماز قائم کرتے ہیں۔" جو اللہ تعالیٰ کے لیے ادا کی جانے والی عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے۔ ﴿وَاَمۡرُهُمۡ شُوۡرٰی بَیۡنَهُمۡ﴾ "اور اپنے کام آپس کے مشورے سے کرتے ہیں۔" یعنی وہ کسی کام کا اس وقت تک قطعی فیصلہ نہیں کرتے یہاں تک کہ آپس میں مشورہ کر لیں اور جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں ایک دوسرے کی آراء سے مدد لے لیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَشَاوِرۡهُمۡ فِی الۡاَمۡرِ﴾ (آل عمرٰن 159:3) "اور اپنے کاموں میں ان سے مشاورت کیا کریں۔" یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگوں اور دیگر اہم معاملات میں تسکینِ قلوب کی خاطر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ پر خنجر کے وار کے بعد جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حضرت عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم پر مشتمل چھ افراد کی ایک مشاورتی کمیٹی کو معاملے کا اختیار سونپ دیا تاکہ آپ کے بعد وہ مسلمانوں کے لیے خلیفہ کا فیصلہ کرے۔ مشاورت کے بعد اس کمیٹی اور تمام صحابہ کرام کی رائے اس بات پر متفق ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ﴿38﴾﴾ "اور جو مال ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے وہ اس میں سے

[1] دیکھیے الأعراف، آیت: 33 کے ذیل میں۔ [2] صحیح البخاری، الأدب، باب قول النبی ﷺ: [یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا]، حدیث: 6126 عن عائشة رضی اللہ عنہا.

خرچ کرتے ہیں۔‘‘یعنی اللہ کی مخلوق میں سے جو درجہ بدرجہ ان کے زیادہ قریب ترین ہوتے ہیں، ان پر وہ خرچ کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِیۡنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡیُ هُمۡ یَنۡتَصِرُوۡنَ ﴾ ’’اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم (وتعدی) ہوتو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔‘‘یعنی جو ان پر ظلم وزیادتی کرے، اس سے بدلہ لینے کی بھی ان میں قوت وطاقت ہے اور وہ عاجز و درماندہ نہیں ہیں بلکہ ظالموں سے انتقام لینے کی قدرت رکھتے ہیں، اس قدرت وقوت کے باوجود وہ معاف بھی کردیتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا تھا: ﴿ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ ؕ یَغۡفِرُ اللّٰهُ لَکُمۡ ۫ ﴾ (یوسف 92:12) ’’آج کے دن (سے) تم پر کچھ عتاب وملامت نہیں ہے، اللہ تم کو معاف کرے۔‘‘ حالانکہ یوسف علیہ السلام کو قدرت تھی کہ آپ ان کا مواخذہ کرتے اور ان سے اسی طرح کا سلوک کرتے جیسا کہ انھوں نے کیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی ان اسی 80 آدمیوں کو معاف فرمادیا تھا جنھوں نے حدیبیہ کے سال جبل تنعیم سے اتر کر آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا مگر آپ کو جب ان پر دسترس حاصل ہوئی تو قدرت کے باوجود ان سے انتقام نہ لیا بلکہ انھیں معاف فرمادیا۔[1] اسی طرح آپ نے غورث بن حارث کو بھی اس وقت معاف فرمادیا جب آپ سو رہے تھے اور اس نے آپ کی تلوار سونت کر آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا، آپ بیدار ہوگئے اور آپ نے اس کے ہاتھ میں سونتی ہوئی تلوار دیکھی تو اسے ڈانٹا، اس نے تلوار اپنے ہاتھ سے پھینک دی تو آپ نے اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا، صحابہ کرام کو بلایا، انھیں اس واقعے سے آگاہ کیا اور اس کافر غورث بن حارث کو معاف فرمادیا۔[2] اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث وآثار موجود ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات:40-43

ظالم کو معاف کرنا یا اس سے بدلہ لینا: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثۡلُهَا ۚ ﴾ ’’اور برائی کا بدلہ تو اسی طرح کی برائی ہے۔‘‘اس ارشاد باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَیۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ ۪ ﴾ (البقرة 194:2) ’’پس اگر کوئی تم پر زیادتی کرے تو جیسی زیادتی وہ تم پر کرے ویسی ہی تم اس پر کرو۔‘‘ نیز اس فرمان باری تعالیٰ کی طرح ہے: ﴿ وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ؕ ﴾ (النحل 126:16) ’’اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تکلیف تم کو ان سے پہنچی۔‘‘ پس اللہ تعالیٰ نے عدل کا حکم دیا ہے جو کہ قصاص ہے اور فضل کی ترغیب ودعوت دی ہے جو کہ معافی ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَالۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ کَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ ﴾ (المآئدة 45:5) ’’اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کردے، وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا۔‘‘ اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ ﴾ ’’مگر جو درگزر کرے اور معاملے کو درست کردے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمے ہے۔‘‘

---

[1] دیکھیے صحیح مسلم، الجهاد والسير، باب قول الله تعالیٰ: ﴿ وَهُوَ الَّذِیۡ کَفَّ اَیۡدِیَهُمۡ عَنۡکُمۡ ﴾ (الفتح 24:48)، حدیث:1808 عن أنس رضی اللہ عنہ۔ [2] دیکھیے صحیح البخاري، المغازي، باب غزوة ذات الرقاع، حدیث:4135، 4136 و صحیح مسلم، صلاة المسافرين......، باب صلاة الخوف، حدیث:843 عن جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہ.

وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ وَّلِیٍّ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَتَرَی الظّٰلِمِیۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ

اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اللہ کے بعد اس کے لیے کوئی کارساز نہیں، اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے: کیا واپسی

یَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ اِلٰی مَرَدٍّ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ﴿44﴾ وَتَرٰىهُمۡ یُعۡرَضُوۡنَ عَلَیۡهَا خٰشِعِیۡنَ مِنَ الذُّلِّ

کا کوئی راستہ ہے﴿44﴾ اور آپ انھیں دیکھیں گے کہ وہ جہنم پر پیش کیے جائیں گے تو مارے ذلت کے جھکے جا رہے ہوں گے وہ نظریں چرا کر دیکھتے ہوں

یَنۡظُرُوۡنَ مِنۡ طَرۡفٍ خَفِیٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِنَّ الۡخٰسِرِیۡنَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ

گے اور جو لوگ ایمان لائے تھے وہ کہیں گے: بے شک خسارہ پانے والے تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے روز قیامت اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو

وَاَهۡلِیۡهِمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ فِیۡ عَذَابٍ مُّقِیۡمٍ ﴿45﴾ وَمَا کَانَ لَهُمۡ مِّنۡ اَوۡلِیَآءَ

خسارے میں ڈالا، آگاہ رہو! بلاشبہ ظالم لوگ ہی دائمی عذاب میں ہوں گے﴿45﴾ اور اُن کے لیے اللہ کے سوا، کوئی ایسے دوست نہیں ہوں گے جو ان کی

یَنۡصُرُوۡنَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ سَبِیۡلٍ ﴿46﴾ ؕ

مدد کر سکیں، اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو اس کے لیے (ہدایت کا) کوئی راستہ ہی نہیں﴿46﴾

یعنی اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں ضائع نہیں ہوگا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبۡدًا بِعَفۡوٍ اِلَّا عِزًّا] ''اور اللہ تعالیٰ معاف کر دینے سے بندے کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے۔''[1] ﴿اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿40﴾﴾ ''اس میں شک نہیں کہ وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' ظلم کرنے والوں سے مراد ظلم و تعدی کرنے والے، یعنی وہ لوگ ہیں جو برائی کی ابتداء کرنے والے ہوں، پھر فرمایا: ﴿وَلَمَنِ انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیۡهِمۡ مِّنۡ سَبِیۡلٍ ﴿41﴾﴾ ''اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی سبیل نہیں۔'' یعنی ظلم کرنے والوں سے بدلہ لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ ﴿اِنَّمَا السَّبِیۡلُ﴾ ''بے شک سبیل تو۔'' یعنی حرج اور تنگی تو ﴿عَلَی الَّذِیۡنَ یَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَیَبۡغُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ بِغَیۡرِ الۡحَقِّ ؕ﴾ ''ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں۔'' یعنی لوگوں پر ظلم میں پہل کرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [اَلۡمُسۡتَبَّانِ مَا قَالَا، فَعَلَی الۡبَادِیٔ مَالَمۡ یَعۡتَدِ الۡمَظۡلُوۡمُ] ''دو گالیاں دینے والے جو کہیں اس کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہے بشرطیکہ مظلوم حد سے تجاوز نہ کرے۔''[2]

﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿42﴾﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔'' یعنی ایسا عذاب جو بہت شدید درد دینے والا ہوگا۔ محمد بن واسع سے روایت ہے کہ میں مکہ میں آیا تو خندق کے پاس نگرانی کرنے والے لوگ تھے، پس میں پکڑا گیا اور امیر بصرہ مروان بن مہلب کے پاس لے جایا گیا تو اس نے مجھ سے کہا: ابو عبداللہ! اپنی حاجت بتاؤ؟ میں نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو تم بنو عدی کے بھائی جیسے بن جاؤ۔ انھوں نے پوچھا کہ بنو عدی کا بھائی کون؟ میں نے جواب دیا: علاء بن زیاد، انھوں نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو عامل مقرر کیا اور انھیں خط لکھا: اما بعد، اگر ممکن ہو کہ تم شب اس طرح

[1] صحیح مسلم، البر والصلة......، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث :2588 عن أبي هريرة ﷺ. [2] صحیح مسلم، البر والصلة......، باب النهي عن السباب، حدیث :2587 عن أبي هريرة ﷺ.

بسر کرو کہ تمھاری پشت ہلکی ہو، تمھارا پیٹ خالی ہو اور تمھارا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور اموال سے پاک ہو تو ایسا ضرور کرو کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر کوئی سبیل نہیں ہوگی: ﴿ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''بے شک سبیل تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ملک میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کو تکلیف دینے والا عذاب ہوگا۔'' تو اس نے یہ سن کر کہا کہ واللہ! اس نے سچ کہا اور خوب نصیحت کی، اس نے پھر کہا: ابوعبداللہ! تمھاری کوئی حاجت؟ میں نے جواب دیا کہ میری حاجت یہ ہے کہ مجھے میرے اہل خانہ کے پاس پہنچا دو، اس نے جواب دیا ٹھیک ہے، میں اس کا انتظام کر دیتا ہوں۔[①] اسے ابن ابوحاتم نے بیان کیا ہے۔[②]

اللہ تعالیٰ نے جب ظلم اور ظالموں کی مذمت بیان کی اور قصاص کا حکم دیا تو اب اس نے عفو و درگزر کی دعوت و ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ ﴾ ''اور جو صبر کرے اور معاف کر دے۔'' یعنی ایذا پر صبر کرے اور گناہ پر پردہ پوشی کرے۔ ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴾ ''بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔'' سعید بن جبیر کہتے ہیں، یعنی یہ ان حق امور میں سے ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ گویا یہ ان قابل قدر اور قابل ستائش اعمال میں سے ہے جن پر بے پایاں اجر و ثواب بھی ملتا ہے اور جن کی وجہ سے اچھی تعریف بھی ہوتی ہے۔

تفسیر آیات: 44-46

قیامت کے دن ظالموں کا حال: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اور جو وہ نہ چاہے وہ ہو نہیں سکتا، اسے کوئی کسی طرح بھی کر نہیں سکتا۔ جسے وہ ہدایت عطا فرمائے، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ ﴾ (الکہف 17:18) ''اور جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ اس کے لیے کوئی دوست راہ بتانے والا نہ پائیں گے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے ظالموں، یعنی مشرکین کے بارے میں فرمایا: ﴿ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ﴾ ''جب وہ (دوزخ کا) عذاب دیکھیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن تو دنیا کی طرف لوٹ جانے کی تمنا کریں گے۔ ﴿ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴾ ''تو کہیں گے: کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی سبیل ہے؟'' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾ (الأنعام 6:27,28) ''کاش آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ آگ (کے کنارے) پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے: اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں تو اپنے پروردگار کی نشانیوں کی تکذیب نہ کریں اور مومنوں میں سے ہو جائیں۔ ہاں، یہ جو کچھ پہلے چھپایا کرتے تھے (آج) ان پر ظاہر ہو گیا ہے اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی پھر کرنے لگیں اور کچھ شک نہیں یہ جھوٹے ہیں۔'' ﴿ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا ﴾ ''اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ دوزخ پر پیش کیے جائیں گے۔'' یعنی آتش دوزخ کے

① المصنف لابن أبي شيبة: 245,244/7، حديث: 35714. ② تفسير ابن أبي حاتم: 3280,3279/10.

اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ

تم اپنے رب کا فرمان قبول کرلو اس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جو (کسی طرح بھی) ٹالا نہیں جاسکتا، اس دن تمھارے لیے کوئی جائے پناہ

یَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِیْرٍ ﴿47﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ؕ

نہیں ہوگی اور نہ تم سے (گناہوں کا) انکار ہی بن پڑے گا ﴿47﴾ پھر اگر وہ اعراض کریں تو (اے نبی!) ہم نے آپ کو ان پر کوئی نگران (بناکر) نہیں بھیجا، آپ

اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

کے ذمے تو پہنچا دینا ہی ہے، اور بلاشبہ جب ہم انسان کو اپنی رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس پر اترانے لگتا ہے۔ اور اگر انھیں ان کے کرتوتوں کی

سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿48﴾

وجہ سے کوئی تکلیف پہنچے تو بلاشبہ انسان بہت ہی ناشکرا ہے ﴿48﴾

سامنے ﴿ خٰشِعِیْنَ مِنَ الذُّلِّ ﴾ ''ذلت کی وجہ سے جھکے ہوئے۔'' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے باعث ان پر ذلت چھائی ہوگی۔ ﴿ یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ ؕ ﴾ ''وہ چھپی (اور نیچی) نگاہ سے دیکھ رہے ہوں گے۔'' مجاہد فرماتے ہیں کہ وہ جھکی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہوں گے۔[1] یعنی خوف کی وجہ سے چوری چھپے اس کی طرف دیکھ رہے ہوں گے لیکن جس سے وہ ڈرتے ہوں گے وہ تو ہر صورت میں واقع ہوکر رہے گا اور وہ بھی ان پر واقع ہوگا جو ان کے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا ﴾ ''اور مومن لوگ کہیں گے۔'' اور وہ یہ قیامت کے دن کہیں گے۔ ﴿ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ ﴾ ''بے شک خسارہ اٹھانے والے۔'' یعنی بہت بڑا خسارہ ﴿ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ ﴾ ''وہ لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو خسارے میں ڈالا۔'' یعنی جنھیں روز قیامت جہنم رسید کردیا گیا، وہ ابدی و سرمدی گھر کی لذتوں سے محروم ہوگئے، انھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا اور ان میں اور ان کے احباب، اصحاب، اہل و عیال اور رشتہ داروں میں جدائی ڈال دی گئی اور انھوں نے انھیں بھی خسارے میں ڈال دیا۔ ﴿ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ فِیْ عَذَابٍ مُّقِیْمٍ ﴿45﴾ ﴾ ''خبردار! بے شک بے انصاف لوگ ہمیشہ کے عذاب میں (پڑے) رہیں گے۔'' وہ دائمی، سرمدی اور ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے، اس سے کبھی نکل سکیں گے اور نہ خلاصی پاسکیں گے۔ ﴿ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِیَآءَ یَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اور (اللہ کے) سوا ان کے کوئی دوست نہ ہوں گے کہ اللہ کے سوا ان کو مدد دے سکیں۔'' اور انھیں عذاب سے بچاسکیں۔ ﴿ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِیْلٍ ﴿46﴾ ﴾ ''اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کے لیے (ہدایت کا) کوئی رستہ نہیں۔'' یعنی خلاصی کی کوئی صورت نہیں۔

تفسیر آیات:47، 48

قیامت سے قبل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ترغیب: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن کے بڑے بڑے

[1] تفسیر الطبری: 54/25.

لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔ وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہے (صرف) بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے

لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ‎﴿49﴾‏ اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ

چاہے (صرف) بیٹے عطا کرتا ہے ﴿49﴾ یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دیتا ہے، اور جسے چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ خوب

اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ‎﴿50﴾‏

جاننے والا، بہت قدرت والا ہے ﴿50﴾

خوفناک امور کو بیان کرنے کے بعد اس سے ڈراتے اور اس کی تیاری کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اِسۡتَجِيۡبُوۡا لِرَبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''اپنے رب کی بات قبول کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی واپسی نہیں ہے۔'' اور جب وہ اس کے برپا ہونے کا حکم دے گا تو وہ چشم زدن میں آموجود ہوگا اور اسے وقوع پذیر ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ ﴿ مَا لَكُمۡ مِّنۡ مَّلۡجَاٍ يَّوۡمَئِذٍ وَّمَا لَكُمۡ مِّنۡ نَّكِيۡرٍ ‎﴿47﴾‏ ﴾ ''اس دن تمھارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمھارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔'' تمھارے لیے کوئی قلعہ نہیں ہوگا جس میں تم قلعہ بند ہو جاؤ اور نہ کوئی جگہ ہوگی جو تم کو چھپائے اور تم اس میں ناقابل پہچان ہو جاؤ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی نگاہ پاک سے غائب ہو سکو بلکہ وہ تو اپنے علم، نظر اور قدرت کے ساتھ تمھارا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ ﴿ يَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍ اَيۡنَ الۡمَفَرُّ ۚ ‏ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ‏ اِلٰى رَبِّكَ يَوۡمَئِذِ ۨالۡمُسۡتَقَرُّ ؕ ﴾ (القیٰمۃ 75:10-12) ''اس دن انسان کہے گا: (اب) کہاں ہے بھاگنے کی جگہ؟ ہرگز نہیں، کہیں پناہ نہیں، اس روز پروردگار ہی کے پاس ٹھکانا ہے۔'' ﴿ فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا ﴾ ''پھر اگر وہ اعراض کرلیں''، یعنی مشرکین۔ ﴿ فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ ﴾ ''تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔'' یعنی تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰٮهُمۡ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ ﴾ (البقرۃ 2:272) ''(اے محمد ﷺ!) آپ ان کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ ﴾ (الرعد 13:40) ''پس بے شک آپ کا کام ہمارے احکام کا پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔'' اور یہاں اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ ﴾ ''بے شک آپ کا کام تو صرف احکام کا پہنچا دینا ہے۔'' یعنی ہم نے تم پر صرف یہ فرض عائد کیا ہے کہ ان لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دو۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ ﴾ ''اور بے شک جب ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت (کا مزہ) چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے۔'' یعنی جب اسے آسودگی اور نعمت حاصل ہوتی ہے تو خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ ﴿ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ ﴾ ''اور اگر ان کو پہنچتی ہے'' یعنی لوگوں کو ﴿ سَيِّئَةٌ ۢ ﴾ ''کوئی سختی۔'' یعنی قحط سالی، عذاب، مصیبت اور شدت کی صورت میں ﴿ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ ‎﴿48﴾‏ ﴾ ''تو بے شک انسان بڑا ناشکرا ہے۔'' کہ سابقہ نعمتوں کا انکار کر دیتا ہے اور صرف موجودہ صورت حال ہی کو پہچانتا ہے۔ اگر اسے نعمت حاصل ہو تو فخر و غرور اور تکبر کا

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِيَ

اور یہ کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر الہام (دل میں القا) کر کے، یا پردے کے پیچھے سے، یا فرشتہ بھیج کر اور وہ (فرشتہ) اللہ کے حکم

بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيۡمٌ ﴿51﴾ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا كُنۡتَ تَدۡرِيۡ

سے، جو اللہ چاہے، وحی کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ بلند مرتبہ، خوب حکمت والا ہے﴿51﴾ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح (قرآن) کی

مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِيۡمَانُ وَلٰكِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِيۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ

وحی کی۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اسے نور بنا دیا، ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہیں اس کے ذریعے سے

لَتَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴿52﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيۡ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الۡاَرۡضِ ؕ

ہدایت دیتے ہیں، اور بلاشبہ آپ سیدھے راستے ہی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں﴿52﴾ اس اللہ کے راستے کی طرف جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک

اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيۡرُ الۡاُمُوۡرُ ﴿53﴾ ع 5 10 6

ہے۔ آگاہ رہو! اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹتے ہیں﴿53﴾

اظہار کرتا ہے اور اگر کوئی آزمائش آئے تو مایوس و نا امید ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے خواتین سے فرمایا تھا: [يَامَعۡشَرَ النِّسَاءِ ! تَصَدَّقۡنَ، فَإِنِّي رَأَيۡتُكُنَّ أَكۡثَرَ أَهۡلِ النَّارِ] ''اے گروہ نسواں! صدقہ کیا کرو، میں نے جہنم میں تمھیں اکثریت میں دیکھا ہے۔'' ایک عورت نے عرض کی: وہ کیوں اے اللہ کے رسول؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لِأَنَّكُنَّ تُكۡثِرۡنَ الشَّكَاةَ وَتَكۡفُرۡنَ الۡعَشِيرَ]، [لَوۡ أَحۡسَنۡتَ إِلَى إِحۡدَاهُنَّ الدَّهۡرَ، ثُمَّ رَأَتۡ مِنۡكَ شَيۡئًا، قَالَتۡ: مَارَأَيۡتُ مِنۡكَ خَيۡرًا قَطُّ] ''اس لیے کہ تم شکوے شکایت زیادہ کرتی ہو اور اپنے خاوند کی نافرمانی کرتی ہو۔ اگر تو زندگی بھر عورت سے احسان کرتا رہے، پھر کسی دن وہ تجھ میں کوئی کمی کوتاہی دیکھ لے تو کہہ دیتی ہے کہ میں نے کبھی بھی تجھ سے کوئی خیر و بھلائی نہیں دیکھی۔''① اکثر عورتوں کا حال اسی طرح ہے، سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ رشد و ہدایت سے سرفراز فرما دے اور وہ اہل ایمان اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں میں سے ہوں۔ مومن کی شان تو یہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [وَلَيۡسَ ذٰلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلۡمُؤۡمِنِ، إِنۡ أَصَابَتۡهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيۡرًا لَّهُ، وَإِنۡ أَصَابَتۡهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ، فَكَانَ خَيۡرًا لَّهُ] ''اور یہ بات مومن کے سوا اور کسی کو حاصل نہیں کہ اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو وہ شکر کرتا ہے، پس یہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی غم لاحق ہو تو وہ صبر کرتا ہے، پھر یہ (بھی) اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔''②

① پہلا حصہ صحیح البخاری، الزکاۃ، باب الزکاۃ علی الأقارب، حدیث: 1462 عن أبي سعيد الخدري ؓ و صحیح مسلم، الإيمان، باب بيان نقصان الإيمان بنقص الطاعات......، حدیث: 79 عن عبداللہ بن عمر ؓ، دوسرا حصہ صحیح مسلم، کتاب و باب صلاۃ العیدین، حدیث:(4)-885 عن جابر بن عبداللہ ؓ جبکہ تیسرا حصہ صحیح البخاری، النکاح، باب کفران العشیر......، حدیث:5197 و صحیح مسلم، الکسوف، باب ماعرض علی النبی ﷺ......، حدیث: 907 عن عبداللہ بن عباس ؓ میں ہے۔ ② صحیح مسلم، الزھد......، باب المؤمن أمره كله خير، حدیث :2999 عن صهيب ؓ.

تفسیر آیات:49، 50

بیٹیاں اور بیٹے عطا کرنے یا ان سے محروم رکھنے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق، مالک اور ان میں تصرف فرمانے والا ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا جس کو چاہتا ہے عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے، جو وہ عطا فرمائے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے وہ روک دے، اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور وہ جو چاہتا ہے، پیدا فرماتا ہے۔ ﴿ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا ﴾ ”جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔“ یعنی اسے صرف بیٹیاں ہی دیتا ہے۔ امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں میں لوط علیہ السلام بھی ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے صرف بیٹیوں ہی سے نوازا تھا۔[1] ﴿ وَّ یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ﴾ ”اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔“ یعنی اسے صرف بیٹوں ہی سے نوازتا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بیٹوں ہی سے نوازا اور ان کے گھر کوئی بیٹی پیدا نہیں ہوئی تھی۔[2] ﴿ اَوۡ یُزَوِّجُهُمۡ ذُکۡرَانًا وَّ اِنَاثًا ﴾ ”یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرماتا ہے۔“ یعنی جن لوگوں کو چاہیے وہ بیٹے اور بیٹیاں دونوں عطا فرما دیتا ہے۔ امام بغوی کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹے بھی عطا فرمائے اور بیٹیاں بھی۔[3] ﴿ وَ یَجۡعَلُ مَنۡ یَّشَآءُ عَقِیۡمًا ﴾ ”اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔“ بقول امام بغوی جیسے حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام تھے۔[4] گویا اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں کو چار قسموں میں تقسیم فرمایا ہے: (1) جن کو وہ صرف بیٹیاں عطا فرماتا ہے (2) جن کو وہ صرف بیٹے عطا فرماتا ہے (3) جن کو بیٹوں اور بیٹیوں دونوں سے نوازتا ہے اور (4) جسے نہ بیٹا دیتا ہے اور نہ بیٹی بلکہ اسے بے اولاد رکھتا ہے۔

﴿ اِنَّهٗ عَلِیۡمٌ ﴾ ”بے شک وہ خوب جاننے والا ہے“ کہ ان چاروں اقسام میں سے کون کس قسم کا مستحق ہے؟ ﴿ قَدِیۡرٌ ﴾ ”قدرت والا ہے۔“ لوگوں کو جو اس نے مختلف اقسام میں تقسیم فرما رکھا ہے، اس پر اسے پوری پوری قدرت حاصل ہے۔ یہ مقام اس آیت کریمہ سے مشابہت رکھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ وَلِنَجۡعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ ﴾ (مریم 19:21) ”اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کہ اس نے انسانیت کو چار اقسام میں پیدا فرمایا ہے: (1) آدم علیہ السلام کو مرد و عورت کے بغیر مٹی سے بنایا۔ (2) حوا علیہا السلام کو عورت کے بغیر صرف مرد سے پیدا فرمایا۔ (3) عیسیٰ علیہ السلام کے سوا دیگر تمام انسانوں کو مرد و عورت سے پیدا فرمایا۔ (4) عیسیٰ علیہ السلام کو اس نے مرد کے بغیر عورت سے پیدا فرمایا اور اسی طرح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی تخلیق سے دلیل مکمل ہوگئی، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلِنَجۡعَلَهٗۤ اٰیَةً لِّلنَّاسِ ﴾ (مریم 19:21) ”اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی بنائیں۔“ اس مقام کا تعلق آباء سے ہے جبکہ پہلے مقام کا تعلق ابناء سے تھا اور ان میں سے ہر ایک کی چار چار اقسام ہیں، پس پاک ہے وہ ذات جو علیم و قدیر ہے۔

تفسیر آیات:51-53

وحی کی کیفیت: یہ اللہ عز و جل کی نسبت سے وحی کی مختلف کیفیات کا بیان ہے اور یہ کبھی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دل

[1] تفسیر البغوی: 4/152. [2] تفسیر البغوی: 4/152. [3] تفسیر البغوی: 4/153. [4] تفسیر البغوی: 4/153.

میں کوئی ایسی چیز ڈال دیتا ہے کہ آپ ﷺ کو اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا جیسا کہ صحیح ابن حبان میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[إِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِي رُوعِي أَنَّ نَفْسًا لَّنْ تَمُوتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا (وَأَجَلَهَا)، أَلَا! فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ] ”روح القدس نے میرے دل میں یہ بات پھونکی ہے کہ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز فوت نہیں ہوگا جب تک وہ اپنے رزق اور عمر کو پورا نہیں کر لیتا، خبردار! پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اچھے طریقے سے رزق تلاش کرو۔“① ﴿اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾ ”یا پردے کے پیچھے سے۔“ جس طرح اس نے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کی تھیں اور پھر ہم کلامی کے شرف کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے دیدار باری تعالیٰ کے لیے بھی سوال کیا مگر انھیں دنیا میں دیدار الٰہی کی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا:[مَا كَلَّمَ اللّٰهُ أَحَدًا قَطُّ إِلَّا مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ، وَّ(أَنَّهُ) كَلَّمَ أَبَاكَ كِفَاحًا] ”اللہ تعالیٰ نے ہر شخص سے پس پردہ کلام فرمایا ہے مگر تمھارے والد سے آمنے سامنے کلام فرمایا ہے۔“② یاد رہے حضرت عبداللہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے لیکن اس کا تعلق عالم برزخ سے ہے اور اس آیت کا تعلق دنیا سے ہے۔ ﴿اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِيَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ﴾ ”یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ کے حکم سے جو چاہے القا کرے۔“ جیسا کہ جبریل علیہ السلام اور دیگر فرشتے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتے رہے ہیں۔ ﴿اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيۡمٌ (51)﴾ ”بے شک وہ عالی رتبہ (اور) حکمت والا ہے۔“ پس وہ بہت بلند و بالا، علم والا، خبر والا اور حکمت والا ہے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ﴾ ”اور اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے تمھاری طرف روح کی وحی کی ہے“ یعنی قرآن۔ ﴿مَا كُنۡتَ تَدۡرِيۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِيۡمَانُ﴾ ”نہ تو آپ کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو۔“ یعنی اس تفصیل کے مطابق جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے۔ ﴿وَلٰكِنۡ جَعَلۡنٰهُ﴾ ”لیکن ہم نے اس کو بنایا ہے۔“ یعنی قرآن مجید کو ﴿نُوۡرًا نَّهۡدِيۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ﴾ ”نور، اس سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ فِيۡۤ اٰذَانِهِمۡ وَقۡرٌ وَّهُوَ عَلَيۡهِمۡ عَمًى ؕ﴾ (حٰمٓ السجدة 44:41) ”کہہ دیں کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور یہ ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے۔“ ﴿وَاِنَّكَ﴾ ”اور بے شک آپ۔“ اے محمد (ﷺ!): ﴿لَتَهۡدِيۡۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (52)﴾

---

① صحیح ابن حبان میں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ اس میں: 32/8 ، حدیث: 3239 میں اس مفہوم کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ الفاظ شرح السنة للبغوی: 304/14 ، حدیث: 4112 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق ہیں جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الأصول لابن الأثیر، الفصل الثالث: فی القدر عند الخلقة: 520/10، حدیث: 7564 عن أنس رضی اللہ عنہ میں ہیں، مزید برآں المعجم الکبیر للطبرانی: 166/8، حدیث: 7694 عن أبی أمامة رضی اللہ عنہ و سنن ابن ماجه، التجارات، باب الاقتصاد......، حدیث: 2144 عن جابر رضی اللہ عنہ و مسند البزار: 315,314/7، حدیث: 2914 عن حذیفة رضی اللہ عنہ میں دیکھیے۔ ② جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة آل عمران، حدیث: 3010 و سنن ابن ماجه، السنة، باب فیما أنکرت الجهمیة، حدیث: 190 واللفظ له جبکہ قوسین والا لفظ المستدرك للحاکم: 204,203/3، حدیث: 4914 میں ہے۔

''سیدھا رستہ دکھاتے ہیں۔'' صراط مستقیم سے مراد سیدھا رستہ ہے، پھر اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿صِرَاطِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ کا رستہ'' یعنی اس کی وہ شریعت جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ﴿الَّذِیۡ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کا مالک ہے۔'' یعنی وہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار، مالک، متصرف اور ان کا وہ حاکم ہے کہ جس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ﴿اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیۡرُ الۡاُمُوۡرُ ﴿53﴾﴾ ''خبردار! سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔'' تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گے اور وہی ان کے بارے میں فیصلہ فرمائے گا، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ ظالموں اور منکروں کی باتوں سے پاک، بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔

سورۂ شوریٰ کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِینَ.

تفسیر سُورَۂ زُخرُف

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ۚ ① وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ ② اِنَّا جَعَلۡنٰہُ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۚ ③ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ

حٰمٓ ① قسم ہے (اس) واضح کتاب کی ② بے شک ہم نے اسے عربی (زبان کا) قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو ③ اور بلاشبہ وہ ہمارے پاس اصل کتاب

اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ؕ ④ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ ⑤

(لوح محفوظ) میں، بہت بلند مرتبہ، نہایت حکمت والا ہے ④ کیا پھر ہم تم سے اس بنا پر منہ موڑ کر ذکر ونصیحت روک لیں گے کہ تم حد سے گزرنے والے

وَ کَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ ⑥ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ⑦

لوگ ہو ⑤ اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی نبی بھیجے ⑥ اور ان کے پاس جو بھی نبی آتا، وہ اس سے مذاق ہی کرتے تھے ⑦ پھر ہم نے ان سے کہیں

فَاَہۡلَکۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡہُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ ⑧

زیادہ زور آور لوگ ہلاک کر دیے، اور اگلے لوگوں کی مثال گزر چکی ہے ⑧

تفسیر آیات:1-8

قرآن مجید نصیحت و موعظت کی عمدہ ترین کتاب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حٰمٓ ۚ ① وَ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ۙ ② ﴾ ”حٰمٓ۔ کتاب روشن کی قسم!“ یعنی ایسی کتاب کی قسم جو روشن، واضح اور جس کے الفاظ و معانی جلی ہیں کیونکہ یہ اس لغتِ عرب میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے درمیان بولی جانے والی تمام لغات سے زیادہ فصیح ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّا جَعَلۡنٰہُ ﴾ ”بے شک ہم نے اسے بنایا“ یعنی اسے نازل کیا ہے۔ ﴿ قُرۡءٰنًا عَرَبِیًّا ﴾ ”قرآن عربی“ یعنی فصیح و واضح عربی زبان میں۔ ﴿ لَّعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۚ ③ ﴾ ”تاکہ تم سمجھو۔“ اور فہم و تدبر سے کام لو جیسا کہ فرمایا: ﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیۡنٍ ؕ ﴾ (الشعرآء 26:195) ”فصیح عربی زبان میں۔“

﴿ وَ اِنَّہٗ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ لَدَیۡنَا لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ ؕ ④ ﴾ ”اور یقیناً یہ (قرآن) ہمارے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) میں بہت بلند مرتبہ، نہایت حکمت والا ہے۔“ ملاءِ اعلیٰ میں اس کے شرف کو اسی لیے بیان کیا تاکہ اہل زمین اس کے شرف کو پہچانیں، اس کی تعظیم بجا لائیں اور اس کی اطاعت کریں۔ ﴿ وَ اِنَّہٗ ﴾ ”اور بے شک یہ“ قرآن مجید ﴿ فِیۡۤ اُمِّ الۡکِتٰبِ ﴾ ”اصل کتاب

میں۔‘‘یعنی لوح محفوظ میں جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد کا قول ہے۔ [1] ﴿ لَدَيۡنَا ﴾ بمعنی [عِنۡدَنَا] ہے،یعنی ہمارے پاس۔ جیسا کہ امام قتادہ وغیرہ نے کہا ہے۔ [2] ﴿ لَعَلِيٌّ ﴾ ’’البتہ نہایت بلند‘‘یعنی بلند مقام ومرتبہ اور شرف وفضل والی ہے جیسا کہ امام قتادہ کا قول ہے۔ [3] ﴿ حَكِيۡمٌ ﴾ ’’نہایت حکمت والی ہے‘‘یعنی محکم اور ہر طرح کے التباس اور کجی سے پاک ہے اور یہ سب کچھ اس کتاب کے شرف اور اس کی فضیلت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بیان کیا ہے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ۙ فِيۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ ﴾ (الواقعة 56:77-80) ’’بے شک یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے (جو) کتاب محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے اسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں، پروردگار عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے۔‘‘اور فرمایا: ﴿ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ فِيۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرۡفُوۡعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ بِاَيۡدِيۡ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ؕ ﴾ (عبس 80:11-16) ’’خبردار! یہ قرآن نصیحت ہے، پس جو چاہے اسے یاد رکھے، قابل ادب ورقوں میں (لکھا ہوا) جو بلند مقام پر رکھے ہوئے (اور) پاک ہیں (ایسے) لکھنے والوں کے ہاتھوں میں جو سردار (اور) نیکوکار ہیں۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَنَضۡرِبُ عَنۡكُمُ الذِّكۡرَ صَفۡحًا اَنۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِيۡنَ ﴾ ’’کیا پھر ہم روک لیں گے تم سے ذکر (قرآن) کو اعراض کرتے ہوئے، اس لیے کہ تم حد سے گزر جانے والے لوگ ہو؟‘‘یعنی کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم تم سے درگزر کریں گے اور تمھیں عذاب نہیں دیں گے، حالانکہ تمھیں جو حکم دیا گیا ہے اس پر تم نے عمل کیا ہی نہیں ہے (مگر تمھارا یہ خیال خام ہے۔)

ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوصالح، مجاہد اور سدی کا اس آیت کریمہ کی تفسیر کے بارے میں یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ [4] اور قتادہ کا اس کے بارے میں قول یہ ہے کہ اللہ کی قسم! اگر یہ قرآن اس وقت اٹھالیا جاتا جب اس امت کے ابتدائی لوگوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا تھا تو وہ سب ہلاک ہو جاتے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و بھلائی کے ساتھ ان پر رجوع فرمایا اور تکرار کے ساتھ بیس سال یا جتنا عرصہ اس کی مرضی تھی، انھیں اس کی طرف دعوت دی۔ [5] امام قتادہ کا یہ قول بہت ہی لطیف المعنی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا یہ لطف و کرم اور اس کی رحمت ہے کہ وہ انھیں خیر و بھلائی اور قرآن مجید کی طرف دعوت دینے کو ترک نہیں فرماتا، خواہ لوگ کیسے ہی حد سے گزرنے اور اس سے اعراض کرنے والے کیوں نہ ہوں۔ اس نے بار بار اپنے بندوں کو قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا تاکہ وہ شخص ہدایت پا جائے جس کے مقدر میں اس نے ہدایت لکھ دی ہے اور اس پر حجت تمام ہو جائے جس کے بارے میں اس نے شقاوت و بدبختی کو لکھ رکھا ہے۔

قریش کی تکذیب پر نبی ﷺ کو تسلی: قریش کی تکذیب پر اللہ جل جلالہ نے اپنی نبی ﷺ کو تسلی دی اور ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَكَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِيٍّ فِي الۡاَوَّلِيۡنَ ﴾ ’’اور ہم نے پہلے لوگوں میں کتنے ہی پیغمبر بھیجے

[1] تفسیر الماوردی: 215/5 و تفسیر الرازی: 194/27. [2] تفسیر البغوی: 154/4. [3] تفسیر الطبری: 63/25.
[4] تفسیر الطبری: 65,64/25. [5] تفسیر الطبری: 65/25.

وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَيَقُوۡلُنَّ خَلَقَهُنَّ الۡعَزِيۡزُ الۡعَلِيۡمُ ⑨ الَّذِىۡ جَعَلَ

اور اگر آپ ان سے سوال کریں: کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ تو یقیناً وہ یہی کہیں گے کہ انھیں نہایت غالب، خوب جاننے والے نے پیدا

لَـكُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا وَّجَعَلَ لَـكُمۡ فِيۡهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمۡ تَهۡتَدُوۡنَ ⑩ وَالَّذِىۡ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ

کیا⑨ وہ (اللہ) جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمھارے لیے راستے بنائے، تاکہ تم راہ پاؤ⑩ اور وہ (اللہ) جس نے آسمان سے پانی

مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنۡشَرۡنَا بِهٖ بَلۡدَةً مَّيۡتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ⑪ وَالَّذِىۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا

ایک اندازے سے نازل کیا، پھر ہم نے اس کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم (دوبارہ قبروں سے) نکالے جاؤ گے⑪ اور وہ جس نے

وَجَعَلَ لَـكُمۡ مِّنَ الۡـفُلۡكِ وَالۡاَنۡعَامِ مَا تَرۡكَبُوۡنَ ⑫ لِتَسۡتَوٗا عَلٰى ظُهُوۡرِهٖ ثُمَّ تَذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ

سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو⑫ تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو، پھر جب ان پر متوازن

رَبِّكُمۡ اِذَا اسۡتَوَيۡتُمۡ عَلَيۡهِ وَتَقُوۡلُوۡا سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ

ہو کر بیٹھ جاؤ تو تم اپنے رب کی نعمت یاد کرو، اور تم کہو: وہ (اللہ) پاک ہے جس نے اسے ہمارے تابع کر دیا ورنہ ہم اسے قابو میں کر لینے والے نہیں

مُقۡرِنِيۡنَ ⑬ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ⑭

تھے⑬ اور یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں⑭

تھے!'' یعنی پہلی قوموں میں۔ ﴿ وَمَا يَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ⑦ ﴾ ''اور کوئی بھی پیغمبر ان کے پاس نہیں آتا مگر وہ اس سے تمسخر کرتے تھے'' یعنی اس کی تکذیب کرتے اور اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ ﴿ فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا ﴾ ''پھر جو ان میں سخت زور والے تھے انھیں ہم نے ہلاک کر دیا'' یعنی پیغمبروں کی تکذیب کرنے والوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اے محمد (ﷺ!) وہ لوگ آپ کی تکذیب کرنے والے لوگوں سے زیادہ زور آور تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ مِنۡهُمۡ وَاَشَدَّ قُوَّةً ﴾ (المؤمن 82:40) ''کیا پھر وہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا (حالانکہ) وہ ان سے کہیں زیادہ اور طاقتور تھے؟'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ ﴿ وَّمَضٰى مَثَلُ الۡاَوَّلِيۡنَ ⑧ ﴾ ''اور اگلے لوگوں کی مثال گزر گئی۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کا طریقہ گزر گیا۔[1] قتادہ کا قول ہے کہ ان کی سزا گزر گئی۔[2] دیگر مفسرین کا کہنا ہے کہ ان کا باعث عبرت ہونا گزر گیا۔ یعنی بعد میں تکذیب کرنے والوں کے لیے ہم نے انھیں باعث عبرت بنا دیا کہ وہ بھی اسی طرح کے عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائیں جس طرح کے عذاب سے انھیں ہلاک کیا گیا تھا جیسا کہ اس سورت کے آخری حصہ میں فرمایا: ﴿ فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلۡاٰخِرِيۡنَ ۝ ﴾ (الزخرف 56:43) ''تو ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے عبرت کی مثال بنا دیا۔'' جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ قَدۡ خَلَتۡ فِىۡ عِبَادِهٖ ۚ ﴾ (المؤمن 85:40) ''یہ اللہ کی عادت ہے جو اس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۝ ﴾

① تفسیر الطبری: 67/25. ② تفسیر الطبری: 67/25.

''اور آپ اللہ کے طریقے میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے۔'' (الفتح 23:48)

تفسیر آیات:9-14

توحید خلق کے بارے میں مشرکین کا اعتراف: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) اگر آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے اور اس کے ساتھ غیر کی پوجا کرنے والے لوگوں سے یہ پوچھیں کہ ﴿ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِیْزُ الْعَلِیْمُ ۟ۙ ﴾ ''آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ انھیں نہایت غالب، خوب علم والے (اللہ) نے پیدا کیا ہے'' یعنی وہ اعتراف کریں گے کہ ان کا خالق تو اللہ وحدہ لاشریک ہے، اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ بتوں اور شریکوں کی عبادت کرتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا ﴾ ''وہ ذات جس نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا بنایا'' یعنی ایسا بچھونا جو ثابت اور ٹھہرنے کی جگہ ہے، تم اس پر آسانی سے چلتے، کھڑے ہوتے، سوتے اور آتے جاتے ہو، حالانکہ اسے پانی کی سطح پر پیدا کیا گیا ہے، پھر اسے پہاڑوں کے ساتھ مستحکم کر دیا ہے تاکہ یہ ادھر ادھر ڈگمگانے نہ لگے۔ ﴿ وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا ﴾ ''اور اس میں تمھارے لیے رستے بنائے'' یعنی پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان رستے۔ ﴿ لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۟ۚ ﴾ ''تاکہ تم راہ پاؤ'' یعنی ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک علاقے سے دوسرے علاقے اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک کے رستے معلوم کرو۔ ﴿ وَ الَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ ﴾ ''اور وہ ذات جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا'' جو تمھاری فصلوں، پھلوں اور تمھارے اور تمھارے مویشیوں کے پینے کے لیے کافی ہو۔ ﴿ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ ﴾ ''پھر ہم نے اس سے شہرِ مردہ کو زندہ کیا۔'' شہر مردہ سے مراد زمینِ مردہ ہے اور جب اس پر پانی برستا ہے تو وہ شاداب ہو جاتی، ابھرنے لگتی اور طرح طرح کی بارونق چیزیں اگاتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح وہ مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اسی طرح روز قیامت مردہ جسموں کو بھی زندہ کرے گا، ارشاد فرمایا ہے: ﴿ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۟ ﴾ ''اسی طرح تم (زمین سے) نکالے جاؤ گے۔''

پھر ارشاد فرمایا: ﴿ وَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا ﴾ ''اور وہ ذات جس نے تمام اقسام کے جوڑے پیدا کیے'' یعنی اس نے زمین کے تمام انواع واقسام کی نباتات، فصلوں، پھلوں اور پھولوں کو پیدا کیا، نیز مختلف اجناس واقسام کے حیوانات کو بھی پیدا فرمایا ہے۔ ﴿ وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ ﴾ ''اور تمھارے لیے کشتیاں بنائیں۔'' فُلك سے مراد کشتیاں ہیں۔ ﴿ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۟ۙ ﴾ ''اور چوپائے (بنائے) جن پر تم سوار ہوتے ہو۔'' انھیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے تابع، تمھارے لیے مسخر اور آسان کر دیا ہے تاکہ تم ان کے گوشت کھاؤ، ان کے دودھ پیو اور ان کی پشتوں پر سواری کرو، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ لِتَسْتَوٗا عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ﴾ ''تاکہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو'' اور ان کی پیٹھوں پر چڑھ کر ان پر قابو پالو اور آسانی کے ساتھ ان پر بیٹھ جاؤ۔ ﴿ عَلٰی ظُهُوْرِهٖ ﴾ ''ان کی پیٹھوں پر'' یعنی اس جنس کے جانوروں کی پیٹھوں پر۔ ﴿ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ ﴾ ''پھر اپنے پروردگار کا احسان یاد کرو'' جس نے ان جانوروں کو تمھارے کام میں لگا دیا ہے۔ ﴿ اِذَا اسْتَوَیْتُمْ عَلَیْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ ۟ۙ ﴾ ''جب اس پر بیٹھ جاؤ اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اسے ہمارے زیر فرمان کر دیا

ع 1 15 7 وَجَعَلُوۡا لَهٗ مِنۡ عِبَادِهٖ جُزۡءًا ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿15﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا

اور انھوں نے اللہ کے بعض بندوں کو اس کا جز (اولاد) ٹھہرا دیا، بلاشبہ انسان تو کھلم کھلا ناشکرا ہے ⑮ کیا اس نے ان میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے (اپنے

يَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصۡفٰكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ ﴿16﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا

لیے تو) بیٹیاں بنالیں اور تمھیں بیٹوں سے نواز دیا؟ ⑯ اور جب ان میں سے کسی کو اس (بیٹی پیدا ہونے) کی بشارت دی جاتی ہے جس کی اس نے رحمٰن کے

ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ ﴿17﴾ اَوَمَنۡ يُّنَشَّؤُا فِى الۡحِلۡيَةِ وَهُوَ فِى الۡخِصَامِ غَيۡرُ

لیے مثال بیان کی، تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، جبکہ وہ غم سے بھرا ہوتا ہے ⑰ کیا (وہ اللہ کی اولاد ہے؟) جس کی زیور میں پرورش کی جاتی ہے اور وہ

مُبِيۡنٍ ﴿18﴾ وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيۡنَ هُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوۡا خَلۡقَهُمۡ ؕ

جھگڑے میں اپنی بات واضح نہیں کر پاتی ⑱ اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، (رحمٰن کی) بیٹیاں ٹھہرایا ہے۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے

سَتُكۡتَبُ شَهَادَتُهُمۡ وَيُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿19﴾ وَقَالُوۡا لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ ؕ مَا لَهُمۡ

وقت حاضر تھے؟ ان کی شہادت ضرور لکھی جائے گی اور ان سے (اس چیز کی) پوچھ گچھ ہوگی ⑲ اور انھوں نے کہا: اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان (جھوٹے

بِذٰلِكَ مِنۡ عِلۡمٍ ۚ اِنۡ هُمۡ اِلَّا يَخۡرُصُوۡنَ ﴿20﴾ ؕ

معبودوں) کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ وہ تو صرف تیر تکے چلاتے ہیں ⑳

اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اسے قابو کر لیتے۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ اسے ہمارے تابع نہ کرتا تو ہم اس پر قابو نہ پا سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، سُدّی اور ابن زید کا قول ہے کہ ﴿ مُقۡرِنِيۡنَ ﴿13﴾ ﴾ کے معنی ہیں کہ ہمیں اس کی طاقت نہ تھی۔ [1] ﴿ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿14﴾ ﴾ ''اور بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں'' یعنی فوت ہونے کے بعد اس کے پاس جانے والے ہیں اور سب سے بڑی واپسی تو اسی کی طرف ہے۔ اور یہ سفرِ دنیا کے ذریعے سے سفرِ آخرت پر تنبیہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیوی زادِ راہ کے ذریعے سے آخرت کے زادِ راہ پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى ﴾ (البقرة 2:197) ''اور زادِ راہ (رستے کا خرچ) ساتھ لے جاؤ، بے شک بہترین زادِ راہ پرہیزگاری ہے۔'' اور دنیا کے لباس سے آخرت کے لباس کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَرِيۡشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيۡرٌ ؕ ﴾ (الأعراف 7:26) ''اور (تمھارے بدن کے لیے) زینت اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ سب سے اچھا ہے۔''

تفسیر آیات: 15-20

اللہ تعالیٰ کی اولاد مقرر کرنے پر مشرکین کی تردید: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں خبر دی ہے کہ انھوں نے ازراہ کذب و افترا بعض چوپایوں کو اپنے بتوں کے نام پر وقف کر دیا اور بعض کو اللہ تعالیٰ کے نام پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورۂ انعام میں بھی فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الۡحَـرۡثِ وَالۡاَنۡعَامِ نَصِيۡبًا فَقَالُوۡا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعۡمِهِمۡ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمۡ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمۡ ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ○ ﴾

① تفسير الطبري : 71/25 .

(الأنعام 136:6) ''اور انھوں نے اس میں سے اللہ کے لیے حصہ ٹھہرایا جو اس نے کھیتی اور چوپایوں کی شکل میں پیدا کیا، پھر اپنے خیال کے مطابق کہنے لگے: یہ (حصہ) اللہ کے لیے ہے، اور یہ ہمارے دیوتاؤں کے لیے ہے، پھر ان کے دیوتاؤں کا جو حصہ ہے وہ تو اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، اور جو اللہ کا حصہ ہے وہ ان دیوتاؤں کے پاس پہنچ جاتا ہے، کس قدر برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔'' اسی طرح بیٹوں اور بیٹیوں میں سے جو کم تر، یعنی بیٹیاں ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ ﴾ (النجم 22,21:53) ''(مشرکو!) کیا تمھارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ یہ تقسیم تو پھر بڑی ناانصافی کی ہے۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ ﴾ ''اور انھوں نے اس کے بعض بندوں کو اس کا جز (اولاد) مقرر کیا۔ بے شک انسان صریح ناشکرا ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ⑯ ﴾ ''کیا اس نے اپنی مخلوقات میں سے خود تو بیٹیاں لیں اور تمھیں بیٹوں سے نواز دیا؟'' مشرکین کے طرزِ عمل پر یہ انتہائی انکار ہے۔

پھر انکار کا تتمہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ⑰ ﴾ ''اور جب ان میں سے کسی کو اس کی خوش خبری دی جاتی ہے جس کی انھوں نے رحمٰن کے لیے مثال بیان کی، تو اس کا چہرہ نہایت سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔'' یعنی انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دی ہیں اور ان میں کسی کو جب بیٹی کی خوش خبری سنائی جاتی ہے تو وہ اس سے حد درجہ نفرت کرتا ہے اور اس خوش خبری کی وجہ سے اس کے چہرے پر افسردگی پھیل جاتی ہے اور وہ شرمندگی وندامت کی وجہ سے قوم سے چھپتا پھرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ جس چیز سے تم خود نفرت کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ⑱ ﴾ ''کیا وہ (اللہ کی اولاد ہے) جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے اور بحث و حجت میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے؟'' یعنی عورت ناقص ہے، جب وہ لڑکی تھی تو اس وقت اس کے اس نقص کو زیور پہنا کر مکمل کیا جاتا ہے اور اگر بحث و حجت کی ضرورت پیش آئے تو وہ بات صاف نہیں کر سکتی بلکہ وہ عاجز و ناتواں ہوتی ہے۔ اور جو اس طرح کی ہو اسے اللہ تعالیٰ کی طرف، جو صاحب عظمت وشان ہے، منسوب کیا جا سکتا ہے؟ عورت تو ظاہر و باطن، یعنی صورت و معنی کے اعتبار سے ناقص ہے، لہٰذا اس کے ظاہری اور صوری نقص کو زیور وغیرہ پہنا کر مکمل کیا جاتا ہے اور معنوی نقص یہ ہے کہ بدلہ لینے کے وقت وہ ضعیف و عاجز ثابت ہوتی ہے اور بدلہ لینے کے وقت نہ تو وہ صحیح طور پر اپنے موقف کا اظہار کر سکتی ہے اور نہ جسمانی طور پر اس میں اس کی ہمت وقوت ہوتی ہے جیسا کہ کسی عرب کو جب بیٹی کی خوشخبری سنائی گئی تو اس نے کہا کہ یہ اچھی اولاد نہیں ہے، یہ کسی کی مدد رو پیٹ کر اور کسی کے ساتھ نیکی چوری چھپے ہی کرتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ ﴾ ''اور انھوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، (اللہ کی) بیٹیاں مقرر کیا ہے'' یعنی فرشتوں کے بارے میں انھوں نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ ﴾ ''کیا وہ ان کی تخلیق کے وقت حاضر تھے''، یعنی کیا

انھوں نے اس وقت مشاہدہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عورتیں بنایا ہے؟ ﴿سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾﴾ ''ان کی شہادت ضرور لکھ لی جائے گی اور ان سے (اس کی) باز پرس کی جائے گی۔'' یعنی قیامت کے دن اور یہ شدید سرزنش اور بہت سخت وعید ہے۔

﴿وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾ ''اور انھوں نے کہا: اگر اللہ چاہتا تو ہم ان (جھوٹے معبودوں) کو نہ پوجتے'' یعنی وہ کہتے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں ان بتوں کو پوجنے نہ دیتا جو فرشتوں کی صورت پر بنائے گئے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، اسے اس بات کا علم ہے اور اس نے ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے اور اس طرح انھوں نے بیک وقت کئی طرح کی غلطیوں کا ارتکاب کیا، مثلاً: انھوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ٹھہرائی، حالانکہ اس کی ذات پاک اس سے مقدس، مُنَزَّہ اور بلند و بالا ہے۔ انھوں نے دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر ترجیحاً اپنے لیے بیٹیوں کو چن لیا ہے تو انھوں نے فرشتوں کو، جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا ہے۔ انھوں نے ان کی عبادت شروع کر دی، حالانکہ اس کی ان کے پاس نہ کوئی دلیل و برہان تھی اور نہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس کی اجازت ہی دی تھی بلکہ انھوں نے محض اپنی آراء، خواہشات، اپنے آباء و اجداد کی تقلید اور اندھی جاہلیت میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کی وجہ سے اسے اختیار کیا۔ انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں اپنی تقدیر کو بطورِ دلیل پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس شرک پر قائم و برقرار رکھا ہے، حالانکہ یہ دلیل پیش کر کے بھی انھوں نے انتہائی جہالت کا ثبوت دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے اس طرزِ عمل کی زبردست تردید فرمائی ہے، اس نے جس قدر بھی انبیائے کرام مبعوث فرمائے اور جس قدر کتابیں نازل فرمائیں، سب کی زبانی اپنی ذات پاک وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کا حکم دیا اور اپنے سوا ہر چیز کی عبادت سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝﴾ (النحل 36:16) ''اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو تو ان میں بعض ایسے ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور بعض ایسے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہوئی، سو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا!'' اور فرمایا: ﴿وَسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رُّسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِن دُونِ الرَّحْمَٰنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ ۝﴾ (الزخرف 45:43) ''اور (اے محمد!) اپنے رسولوں میں سے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا، آپ ان سے دریافت کرلیں کہ کیا ہم نے (اللہ) رحمٰن کے سوا اور معبود بنائے ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔''

اور اس آیت کریمہ میں ان کی دلیل ذکر کرنے کے بعد اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ﴾ ''انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں'' یعنی اپنے قول کی صحت اور اپنی دلیل کے بارے میں انھیں کچھ علم نہیں ہے۔ ﴿إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾﴾ ''یہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں'' یعنی یہ لوگ جھوٹ بولتے اور جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔ امام مجاہد نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ لوگ مذکورہ امور کے بارے میں قدرت الٰہی نہیں جانتے۔[1]

---

① تفسیر الطبری : 76/25 .

اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿21﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا

یا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے، سو وہ اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں؟﴿21﴾ (نہیں) بلکہ انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے

عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿22﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ

باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا، اور بے شک ہم تو انھی کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں﴿22﴾ اور اسی طرح آپ سے پہلے ہم نے جس بستی میں بھی

مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ

کوئی ڈرانے والا بھیجا، تو ان کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا، اور بے شک ہم تو انھی کے نقشِ قدم کی

مُّقْتَدُوْنَ ﴿23﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا

پیروی کرنے والے ہیں﴿23﴾ نبی نے کہا: اگرچہ میں تمھارے پاس اس سے زیادہ راستی کا طریقہ لایا ہوں جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا؟ وہ کہنے لگے:

بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿24﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿25﴾ ع 2 10 8 الثمن

یقیناً تمھیں جس کے ساتھ بھیجا گیا ہے ہم تو اس کا انکار کرتے ہیں﴿24﴾ چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر دیکھیے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟﴿25﴾

تفسیر آیات :21-25

مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہیں: مشرکین نے بغیر کسی برہان، دلیل اور حجت کے غیر اللہ کی عبادت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ ﴾ ''یا ہم نے انھیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی''، یعنی ان کے شرک کرنے سے پہلے ﴿ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿21﴾ ﴾ ''تو وہ اسی کو تھامنے والے ہیں؟'' یعنی ان اعمال کے لیے جن میں یہ واقع ہیں، حالانکہ بات اس طرح بالکل نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾ (الروم 30:35) ''کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے کہ وہ انھیں اللہ کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے''، یعنی ہم نے اس طرح کی کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، پھر فرمایا: ﴿ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿22﴾ ﴾ ''بلکہ وہ کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انھی کے قدم بقدم چل رہے ہیں''، یعنی آباء واجداد کی تقلید کے سوا اپنے شرک کی ان کے پاس اور کوئی دلیل نہیں۔ اس آیت کریمہ میں ﴿ اُمَّةٍ ﴾ کا لفظ دین کے معنی میں استعمال ہوا ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۡ ﴾ (الأنبياء 21:92) ''بلاشبہ یہ تمھارا دین ایک ہی دین ہے۔'' میں بھی یہ لفظ دین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ﴿ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ ﴾ ''اور بے شک ہم ان ہی کے قدم بقدم''، یعنی ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ ﴿ مُّهْتَدُوْنَ ﴿22﴾ ﴾ ''ہدایت یافتہ ہیں۔'' اور ان کا یہ دعویٰ قطعی طور پر بلا دلیل ہے، پھر اللہ جل جلالہ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والی سابقہ قوموں میں سے ان جیسے لوگ بھی یہی بات کہتے تھے، گویا ان کے دل ایک جیسے ہیں جس کی وجہ سے یہ بھی اسی طرح کی بات کہتے ہیں جس طرح کی باتیں انھوں نے کہی تھیں۔ ﴿ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ ۚ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ ۚ ﴾ (الذّٰریٰت 51:52,53) ''اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر بھی آتا وہ اسے جادوگر

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖۤ اِنَّنِىۡ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُوۡنَ ۙ﴿26﴾ اِلَّا الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: بلاشبہ میں ان (بتوں) سے بری الذمہ ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو﴿26﴾ سوائے اس (اللہ) کے

فَاِنَّهٗ سَيَهۡدِيۡنِ ﴿27﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِىۡ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿28﴾ بَلۡ

جس نے مجھے پیدا کیا، تو بے شک وہی جلد میری رہنمائی فرمائے گا﴿27﴾ اور ابراہیم اسی (کلمۂ توحید) کو (اپنی اولاد میں) اپنے پیچھے ایک پائندہ وتابندہ بات

مَتَّعۡتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمۡ حَتّٰى جَآءَهُمُ الۡحَـقُّ وَرَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ﴿29﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الۡحَـقُّ

بنا گئے، تاکہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں﴿28﴾ بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادوں کو فائدہ پہنچایا، حتیٰ کہ ان کے پاس حق اور کھول کر بیان کرنے

قَالُوۡا هٰذَا سِحۡرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿30﴾ وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ

والا رسول آ گیا﴿29﴾ اور جب ان کے پاس حق آیا تو انھوں نے کہا: یہ تو جادو ہے اور بلاشبہ ہم اس کے منکر ہیں﴿30﴾ اور انھوں نے کہا: یہ قرآن ان دونوں

الۡقَرۡيَتَيۡنِ عَظِيۡمٍ ﴿31﴾ اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى

شہروں میں سے کسی بڑے آدمی پر نازل کیوں نہیں کیا گیا؟﴿31﴾ کیا وہ آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہمی نے دنیاوی زندگی میں ان کے

الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا ؕ

درمیان ان کی روزی تقسیم کی ہے، اور ہمی نے درجات میں انھیں ایک دوسرے پر برتری دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے کو خدمت گار بنا لیں، اور آپ

وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴿32﴾ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلۡنَا

کے رب کی رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں﴿32﴾ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمام لوگ ایک ہی گروہ (کافر) ہو جائیں گے تو ہم ان لوگوں

لِمَنۡ يَّكۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُيُوۡتِهِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيۡهَا يَظۡهَرُوۡنَ ۙ﴿33﴾

کے لیے جو رحمٰن کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے﴿33﴾ اور ان کے گھروں کے

وَلِبُيُوۡتِهِمۡ اَبۡوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيۡهَا يَتَّكِـُٔوۡنَ ۙ﴿34﴾ وَزُخۡرُفًا ؕ وَاِنۡ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ

دروازے اور تخت بھی (چاندی کے بنا دیتے) جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے﴿34﴾ اور سونے کے بھی، اور یہ سب کچھ تو بس دنیاوی زندگی کا ساز وسامان ہے۔

الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ؕ وَالۡاٰخِرَةُ عِنۡدَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿35﴾ ع 3 10 9

اور آخرت آپ کے رب کے نزدیک متقین کے لیے ہے﴿35﴾

یا دیوانہ کہتے، کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے آتے ہیں بلکہ یہ تو سرکش لوگ ہیں۔" اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدۡنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمۡ مُّقۡتَدُوۡنَ ﴿23﴾﴾ "اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے کہا: بلاشبہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم یقیناً انھی کی قدم بقدم اقتدا کرنے والے ہیں۔" پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿قٰلَ اَوَلَوۡ جِئۡتُكُمۡ بِاَهۡدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمۡ عَلَيۡهِ اٰبَآءَكُمۡ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿24﴾﴾ "اس نے کہا: اگرچہ میں تمھارے پاس جس راستے پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے کہیں سیدھا راستہ لایا ہوں، وہ

کہنے لگے کہ جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں'' یعنی جو دین آپ لے کر آئے ہیں اس کے صحیح ہونے کا اگر انھیں علم اور یقین بھی ہو جائے، پھر بھی یہ اسے تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ ان کا ارادہ برا ہے اور یہ حق اور اہل حق کی مخالفت ہی پر جمے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ﴾ ''چنانچہ ہم نے ان سے انتقام لیا'' یعنی تکذیب کرنے والی امتوں کو مختلف اقسام کے عذابوں میں مبتلا کر کے ہم نے ان سے انتقام لیا جیسا کہ ان کے واقعات میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿25﴾ ﴾ ''سو آپ دیکھ لیں کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا!'' یعنی وہ کس طرح تباہ و برباد ہوئے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح نجات عطا فرمائی۔

تفسیر آیات:26-35

خلیل اللہ کا اعلانِ توحید: اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عبد و رسول اور خلیل کے بارے میں بیان فرمایا ہے، جو تمام موحدین کے امام اور اپنے بعد مبعوث ہونے والے تمام انبیائے کرام کے والد ہیں اور نسب و مذہب کے اعتبار سے قریش بھی اپنے آپ کو انھی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ انھوں نے بتوں کی عبادت کے بارے میں اپنے باپ اور اپنی قوم سے اظہار براءت کر دیا، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿26﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿27﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ ﴾ ''جن چیزوں کو تم پوجتے ہو بے شک میں ان سے بیزار ہوں، ہاں! جس نے مجھے پیدا کیا وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا اور اس نے اسی (توحید کی بات) کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا'' یعنی اس بات کو کہ اللہ وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کی جائے اور بتوں کو ترک کر دیا جائے اور وہ یہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے جسے انھوں نے اپنی اولاد میں چھوڑا تاکہ آپ کی اولاد میں سے اس کلمے کے بارے میں وہ لوگ آپ کے نقش قدم پر چلیں جنھیں اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔ ﴿ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿28﴾ ﴾ ''تاکہ وہ رجوع کریں'' یعنی اس کلمہ کی طرف۔ عکرمہ، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور سدی وغیرہ نے اس آیت کریمہ: ﴿ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ ﴾ ''اور اس نے اسی (توحید کی بات) کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ بنا دیا۔'' کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کی اولاد میں کلمۂ لا الہ الا اللہ باقی رہے گا۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] ابن زید کہتے ہیں کہ اس سے مراد کلمۂ اسلام ہے۔[3] اس کا حاصل بھی وہی ہے جو مذکورہ جماعت مفسرین نے بیان کیا ہے۔

اہل مکہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض: اللہ جل وعلا نے فرمایا ہے: ﴿ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ ﴾ ''بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ پہنچایا۔'' تو ضلالت میں ان کی اپنی عمر طویل ہوگئی۔ ﴿ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿29﴾ ﴾ ''یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف بیان کرنے والا پیغمبر آ پہنچا۔'' جو رسالت اور ڈراوے کے لحاظ سے نہایت واضح ہے۔ ﴿ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿30﴾ ﴾ ''اور جب ان کے پاس حق (قرآن) آیا تو کہنے لگے

[1] تفسیر الطبری: 81/25. [2] تفسیر الطبری: 82/25. [3] تفسیر الطبری: 82,81/25.

کہ یہ تو جادو ہے اور بے شک ہم اس کا انکار کرنے والے ہیں۔'' یعنی انھوں نے انکار اور عناد کی روش کو اختیار کیا اور از راہ کفرو حسد و سرکشی اس کی مخالفت کی۔ ﴿ وَ قَالُوۡا ﴾ ''اور (یہ بھی) کہنے لگے'' اس قرآن پر اعتراض کرتے ہوئے جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ﴿ لَوۡ لَا نُزِّلَ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الۡقَرۡیَتَیۡنِ عَظِیۡمٍ ﴿۳۱﴾ ﴾ ''یہ قرآن ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟'' یعنی یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی ایسے آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا جو ان کی آنکھوں میں عظیم اور کبیر ہوتا؟ دو بستیوں سے ان کی مراد مکہ اور طائف تھے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، محمد بن کعب قرظی، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے۔[1]

اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ ان کا اشارہ ولید بن مغیرہ اور عروہ بن مسعود ثقفی کی طرف تھا۔ لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ ان بستیوں میں سے کسی بھی بڑے آدمی پر یہ قرآن نازل کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَہُمۡ یَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّکَ ؕ ﴾ ''کیا وہ لوگ آپ کے پروردگار کی رحمت بانٹتے ہیں؟'' یعنی اس معاملے کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق تو اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ نبوت و رسالت کے مقام پر کسے فائز کرے۔ اور وہ اس مقام پر صرف اسی کو فائز کرتا ہے جو اس کی مخلوق میں سے قلب اور نفس کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ، خاندان کے اعتبار سے سب سے زیادہ شریف اور اصل کے اعتبار سے سب سے زیادہ پاک ہو، پھر اللہ عزوجل نے اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اس نے اپنی مخلوق میں مال، رزق، عقل، فہم اور دیگر ظاہری و باطنی قوتوں کے اعتبار سے فرق رکھا ہے، فرمایا ہے: ﴿ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَہُمۡ مَّعِیۡشَتَہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ رَفَعۡنَا بَعۡضَہُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ ''ہم ہی نے ان کے درمیان دنیاوی زندگی میں ان کی معیشت تقسیم کر دی اور ہم نے ان کے بعض کو بعض پر درجوں میں فضیلت دی۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ لِّیَتَّخِذَ بَعۡضُہُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِیًّا ؕ ﴾ ''تاکہ ان کا بعض بعض کو خدمت گار بنائے۔'' کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ کاموں میں ایک دوسرے سے خدمت لیں کیونکہ ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے جیسا کہ سُدی وغیرہ کا قول ہے۔[2] پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَ رَحۡمَتُ رَبِّکَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ﴿۳۲﴾ ﴾ ''اور آپ کے پروردگار کی رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو کچھ وہ جمع کرتے ہیں'' یعنی اپنی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، ان کے لیے اس مال و دولت اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں بہتر ہے جو ان کے ہاتھوں میں ہے۔

مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی علامت نہیں: پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ لَوۡ لَاۤ اَنۡ یَّکُوۡنَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ﴾ ''اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی گروہ بن جائیں گے۔'' یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ بہت سے جاہل لوگ یہ خیال کرنے لگیں گے کہ ہمارا کسی کو مال دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمیں اس سے محبت ہے اور پھر وہ لوگ مال کی وجہ سے کفر پر جمع ہو جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، قتادہ اور سدی کے قول کا یہی مفہوم ہے۔[3] ﴿ لَّجَعَلۡنَا لِمَنۡ یَّکۡفُرُ بِالرَّحۡمٰنِ لِبُیُوۡتِہِمۡ سُقُفًا مِّنۡ فِضَّۃٍ ﴾

[1] تفسیر الطبری :25/83-85. [2] تفسیر الطبری :25/86. [3] تفسیر الطبری :25/87,88.

﴿وَمَعَارِجَ﴾ ''تو جولوگ اللہ کا انکار کرتے ہیں، ہم ضرور ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی'' یعنی ان کی سیڑھیاں اور زینے بھی چاندی کے بنا دیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور ابن زید کا یہی قول ہے۔ [1] ﴿عَلَيۡهَا يَظۡهَرُونَ ۝33﴾ ''جن پر وہ چڑھتے۔'' یعنی ان کے گھروں کی سیڑھیاں چاندی کی بنا دیتے۔ ﴿وَلِبُيُوتِهِمۡ أَبۡوَٰبٗا﴾ ''اور ان کے گھروں کے دروازے بھی'' چاندی کے بنا دیتے۔ ﴿وَسُرُرًا عَلَيۡهَا يَتَّكِـُٔونَ ۝34﴾ ''اور تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں'' یعنی یہ تمام اشیاء چاندی کی بنا دیتے۔ ﴿وَزُخۡرُفٗاۚ﴾ ''اور (انھیں) سونے کا (بھی بنا دیتے۔)'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے کہ زخرف کے معنی سونے کے ہیں۔ [2] پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِن كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَٰعُ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۚ﴾ ''اور یہ سب دنیاوی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہی تو ہے'' یعنی یہ ساز و سامان تو اس دنیا کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں فانی، زوال پذیر اور حقیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں کھانے پینے کی اشیاء کی صورت میں جلدی دے دیتا ہے اور آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا وہ انھیں بدلہ دے۔ [3] اور دوسری حدیث میں ہے: [لَوۡ كَانَتِ الدُّنۡيَا (تَزِنُ) عِنۡدَاللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوضَةٍ، مَّا سَقٰى كَافِرًا مِّنۡهَا شَرۡبَةَ مَاءٍ] ''اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزنی ہوتی تو وہ اس سے کبھی کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔'' [4] امام بغوی نے اس حدیث کو مسنداً بیان کیا ہے۔ [5]

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَٱلۡأٓخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلۡمُتَّقِينَ ۝35﴾ ''اور آخرت آپ کے پروردگار کے ہاں پرہیزگاروں کے لیے ہے۔'' یعنی وہ خاص پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے، ان کے علاوہ کوئی اور اس میں ان کا شریک نہ ہو سکے گا، اسی لیے جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی:۔ جب وہ آپ کے پاس اس بالا خانے میں آئے تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، جن دنوں آپ نے اپنی ازواج مطہرات کے پاس جانے سے قسم کھالی تھی تو انھوں نے دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر محو استراحت ہیں اور اس کی وجہ سے آپ کے پہلو پر نشان پڑ گئے، یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ اے اللہ کے رسول! یہ قیصر و کسریٰ بے حد خوش حالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پسندیدہ ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَوَفِي شَكٍّ أَنۡتَ يَاابۡنَ الۡخَطَّابِ؟ أُولٰئِكَ قَوۡمٌ عُجِّلَتۡ لَهُمۡ طَيِّبَاتُهُمۡ (فِي حَيَاتِهِمُ الدُّنۡيَا)] ''اے ابن خطاب! کیا تمھیں کوئی شک ہے؟ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جن کے حصے کی اچھی چیزیں انھیں ان کی اسی دنیاوی زندگی میں دے دی گئی ہیں۔'' [6] اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے

---

[1] تفسير الطبري: 88/25و90. [2] تفسير الطبري: 91/25 وتفسير ابن أبي حاتم: 3282/10. [3] دیکھیے صحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب جزاء المؤمن بحسناته، حديث: 2808 عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ. [4] جامع الترمذي، الزهد، باب ماجاء في هوان الدنيا......، حديث: 2320 جبکہ قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، الزهد، باب مثل الدنيا، حديث: 4110 عن سهل بن سعد رضی اللہ عنہ میں ہے۔ [5] تفسير البغوي 160,159/4. [6] صحيح البخاري، المظالم، باب الغرفة والعلية المشرفة......، حديث: 2468 وصحيح مسلم، الطلاق، باب في الإيلاء واعتزال النسآء......، »

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿36﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ

اور جو رحمٰن کے ذکر سے اندھا (غافل) ہو جائے، تو ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے ﴿36﴾ اور بلاشبہ وہ

السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿37﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ

(شیاطین) انھیں (سیدھے) راستے سے روکتے ہیں، جبکہ وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک وہ ہدایت پر ہیں ﴿37﴾ یہاں تک کہ جب وہ (گمراہ شخص) ہمارے پاس

الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿38﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ

آئے گا تو (شیطان سے) کہے گا: کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کی دوری ہوتی، تو تو بڑا برا ساتھی ہے ﴿38﴾ اور جب تم ظلم کر چکے ہو تو آج یہ

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿39﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿40﴾ فَاِمَّا

بات تمھیں ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو ﴿39﴾ کیا پھر آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں، یا اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں اور (ان کو) جو کھلی

نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿41﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ

گمراہی میں ہیں؟ ﴿40﴾ پھر اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے جائیں تو بہر حال ہم ان سے انتقام لینے والے ہیں ﴿41﴾ یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جس کا ہم

مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿42﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْۤ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿43﴾ وَاِنَّهٗ

نے ان سے وعدہ کیا ہے، تو بلاشبہ ہم ان پر قدرت رکھتے ہیں ﴿42﴾ لہٰذا آپ اس چیز کو مضبوطی سے تھام لیں جو آپ کی طرف وحی کی گئی ہے، یقیناً آپ

لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿44﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ

سیدھے راستے پر ہیں ﴿43﴾ اور یقیناً یہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ایک نصیحت ہے، اور جلد تم لوگوں سے پوچھ گچھ ہوگی ﴿44﴾ اور ہم نے

اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿45﴾ ع 4 10 10

جو اپنے رسول آپ سے پہلے بھیجے تھے ان سے پوچھیے، کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کوئی اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے ﴿45﴾

فرمایا: [أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُونَ لَهُمُ الدُّنْيَا وَلَنَا الْآخِرَةُ؟] ”کیا تم اس بات سے خوش نہیں کہ ان کے لیے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت؟“① اور صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَلَا تَشْرَبُوا فِي آنِيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ] ”اور تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ان کی پلیٹوں میں کھاؤ کیونکہ یہ ان کے لیے دنیا میں ہیں اور ہمارے لیے آخرت میں۔“② دنیا کے حقیر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو یہ چیزیں دنیا ہی میں دے دی ہیں جیسا کہ امام ترمذی و ابن ماجہ نے بطریق ابو حازم، سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا (تَزِنُ) عِنْدَ

حدیث: (30) و (34)-1479 جبکہ قوسین والا جملہ السنن الکبرٰی للنسائی، عشرۃ النساء، باب ھجرۃ المرأۃ زوجھا: 368-366/5، حدیث: 9157 عن عمر رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾..... (التحریم 1:66)، حدیث: 4913 و صحیح مسلم، الطلاق، باب فی الإیلاء واعتزال النساء......، حدیث: (31)-1479 عن عمر رضی اللہ عنہ۔ ② صحیح البخاری، الأطعمة، باب الأکل فی إناء مفضض، حدیث: 5426 و صحیح مسلم، اللباس والزینة، باب تحریم استعمال إناء الذهب والفضة......، حدیث: (5)-2067 عن حذیفة رضی اللہ عنہ.

اللّٰہِ جَنَاحَ بَعُوضَۃٍ مَّا سَقٰی کَافِرًا مِّنۡھَا شَرۡبَۃَ مَاءٍ (أَبَدًا)] ''اگر دنیا کا اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مچھر کے پر جتنا بھی وزن ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے کسی کافر کو کبھی پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔'' امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ ①

تفسیر آیات :36-45

شیطان رحمان سے منہ موڑنے والے کا دوست ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ یَّعْشُ ﴾ ''اور جو کوئی اندھا بن جائے'' یعنی اپنے آپ کو اندھا ظاہر کرے، غافل بنائے اور منہ موڑے۔ ﴿ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ ﴾ ''اللہ کی یاد سے۔'' العشا آنکھ سے متعلق ہو تو ضعف بصارت کو کہتے ہیں مگر یہاں ضعف بصیرت مراد ہے۔ ﴿ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ﴿۳۶﴾ ﴾ ''ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۝ ﴾ (النسآء 4:115) ''اور جو شخص، اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت واضح ہو گئی، پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے علاوہ رستے پر چلے تو جدھر وہ پھرتا ہے ہم اسے ادھر ہی پھیر دیں گے اور ہم اسے (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ ﴾ (الصف 61:5) ''تو جب انھوں نے کج روی کی تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:25) ''اور ہم نے ان کے لیے کچھ ہم نشین مقرر کر دیے تو انھوں نے ان کے اگلے اور پچھلے (برے) اعمال انھیں مزین کر دکھائے۔'' اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّهُمْ لَیَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَنَا ﴾ ''اور یقیناً وہ (شیاطین) انھیں رستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر چلنے والے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا'' یعنی یہ شخص جس نے ہدایت سے تغافل کیا تو ہم ان کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیں گے جو اسے گمراہ کر کے جہنم کی طرف لے جائے گا، پھر جب وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا تو وہ شیطان سے بیزار ہو جائے گا۔ ﴿ قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ﴿۳۸﴾ ﴾ ''کہے گا کہ اے کاش! مجھ میں اور تجھ میں مشرق و مغرب کی دوری ہوتی، پس وہ برا ساتھی ہے۔'' بعض نے اسے [حَتّٰی إِذَا جَاءَانَا] ''یہاں تک کہ جب ہمارے پاس یہ دونوں آئیں گے'' پڑھا ہے، یعنی قرین اور مُقارَن جو ہم نشین بنا ہے اور جس کا بنا ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَلَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ ﴾ ''اور جب تم ظلم کر چکے ہو تو آج یہ بات تمھیں ہرگز نفع نہ دے گی کہ تم (سب) عذاب میں شریک ہو۔'' یعنی تم سب کا دوزخ میں اکٹھا ہونا اور دردناک عذاب میں مبتلا ہونا، تمھیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔

اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۴۰﴾ ﴾ ''کیا آپ بہروں

① جامع الترمذی، الزھد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا......، حدیث:2320 جبکہ دونوں قوسوں والے الفاظ سنن ابن ماجه، الزھد، باب مثل الدنیا، حدیث:4110 میں ہیں، نیز امام ترمذی نے اسے صحیح غریب قرار دیا ہے۔

کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو رستہ دکھا سکتے ہیں اور جو صریح گمراہی میں ہو (اسے راہ پر لا سکتے ہیں۔)'' یعنی یہ آپ کے اختیار میں نہیں، آپ کا کام پیغام کا پہنچا دینا ہے، ہدایت عطا کرنا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور جسے چاہے گمراہ کر دے، وہ حاکم عادل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے دشمنوں سے ضرور انتقام لے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ﴾ ''پھر اگر ہم آپ کو (فوت کر کے) لے جائیں تو بے شک ہم ان لوگوں سے انتقام لینے والے ہیں'' یعنی اگر آپ دنیا سے چلے بھی جائیں تو ہم ضرور ان سے انتقام لیں گے اور انھیں سزا دیں گے۔ ﴿ اَوۡ نُرِيَنَّكَ الَّذِىۡ وَعَدۡنٰهُمۡ فَاِنَّا عَلَيۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ﴾ ''یا ہم آپ کو وہ (عذاب) دکھا دیں جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے، پس بے شک ہم ان پر (پوری) قدرت رکھنے والے ہیں۔'' یعنی ہم ان میں سے ہر بات پر قادر ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک اپنے رسول ﷺ کو اپنے پاس نہیں بلایا جب تک آپ کے دشمنوں سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا نہ کر دیا، اور ان کی پیشانیوں کا آپ کو فیصلے کا مالک نہیں بنا دیا اور ان کے قلعوں کا آپ کو مالک نہیں بنا دیا۔ سدی کا اس آیت کریمہ کے بارے میں یہی قول ہے اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[1]

وحی کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاسۡتَمۡسِكۡ بِالَّذِىۡۤ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ‌ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ﴾ ''پس آپ کی طرف جو وحی کی گئی ہے، اسے مضبوطی سے تھام لیں، بے شک آپ سیدھے رستے پر ہیں'' یعنی اس قرآن کو مضبوطی سے تھام لیں جسے آپ کے دل پر نازل کیا گیا ہے کیونکہ یہی حق ہے جس کی طرف یہ راہ دکھاتا ہے، وہ بھی حق ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس رستے پر چلاتا ہے جو سیدھا جنت اور دائمی و ابدی خیر و بھلائی کی طرف لے جاتا ہے، پھر اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ لَذِكۡرٌ لَّكَ وَلِقَوۡمِكَ‌ۚ ﴾ ''اور بلاشبہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے۔'' کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے باعث شرف ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، قتادہ، سدی اور ابن زید کا قول ہے۔[2] معنی یہ ہوئے کہ یہ ان کے لیے باعث شرف ہے کہ ان کی زبان میں اتارا گیا اور وہ دیگر لوگوں کی نسبت اسے سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں، لہٰذا انھیں چاہیے کہ وہ سب سے زیادہ اسے تھامنے والے اور اس کے تقاضوں کے مطابق عمل کرنے والے بھی ہوں جیسا کہ ان میں سے بہترین، پسندیدہ، مخلص ترین، مہاجرین، سابقین اولین اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے لوگوں کا طرز عمل تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے تذکیر و نصیحت ہے، اور ان کی تخصیص سے دوسروں کے لیے اس کے نصیحت ہونے کی نفی نہیں ہوتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں تخصیص سے دوسروں کی نفی نہیں ہوتی: ﴿ لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ كِتٰبًا فِيۡهِ ذِكۡرُكُمۡ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴾ (الأنبياء 10:21) ''البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمھارا تذکرہ ہے، کیا تم نہیں

---

[1] تفسیر الطبری: 97/25. [2] تفسیر الطبری: 98/25.

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰی بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۠ئِہٖ فَقَالَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿46﴾

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی طرف بھیجا، چنانچہ موسیٰ نے کہا: بے شک میں رب العالمین کا

فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِاٰیٰتِنَاۤ اِذَا ہُمۡ مِّنۡہَا یَضۡحَکُوۡنَ ﴿47﴾ وَمَا نُرِیۡہِمۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ اِلَّا ہِیَ اَکۡبَرُ

رسول ہوں﴿46﴾ پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا تو وہیں وہ ان کی ہنسی اڑانے لگے﴿47﴾ اور ہم انھیں جو بھی نشانی دکھاتے تھے وہ اس جیسی

مِنۡ اُخۡتِہَا ۫ وَاَخَذۡنٰہُمۡ بِالۡعَذَابِ لَعَلَّہُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿48﴾ وَقَالُوۡا یٰۤاَیُّہَ السّٰحِرُ ادۡعُ لَنَا

(پہلی نشانی) سے زیادہ ہی بڑی ہوتی تھی، اور ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا تاکہ وہ (کفر سے) باز آئیں﴿48﴾ اور انھوں نے کہا: اے ساحر! تیرے رب نے

رَبَّکَ بِمَا عَہِدَ عِنۡدَکَ ۚ اِنَّنَا لَمُہۡتَدُوۡنَ ﴿49﴾ فَلَمَّا کَشَفۡنَا عَنۡہُمُ الۡعَذَابَ

جو تجھ سے (دعا قبول کرنے کا) عہد کر رکھا ہے، اس کے مطابق تو ہمارے لیے اپنے رب سے دعا کر، بے شک (اب) ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں﴿49﴾

اِذَا ہُمۡ یَنۡکُثُوۡنَ ﴿50﴾

پھر جب ہم ان سے عذاب دور کر دیتے تو وہیں وہ عہد توڑ دیتے﴿50﴾

سمجھتے؟'' اور جیسا کہ اس ارشاد باری تعالیٰ میں بھی تخصیص سے دوسروں کی نفی نہیں ہے: ﴿وَاَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ﴾ (الشعراء 26:214) ''اور آپ اپنے نہایت قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' ﴿وَسَوۡفَ تُسۡـَٔلُوۡنَ ﴿44﴾﴾ ''اور (لوگو!) عنقریب تم سوال کیے جاؤ گے۔'' یعنی اس قرآن کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کہاں تک اس کے مطابق عمل کیا اور کہاں تک اس پر لبیک کہا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَسۡـَٔلۡ مَنۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلۡنَا مِنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ اٰلِـہَۃً یُّعۡبَدُوۡنَ ﴿45﴾﴾ ''اور (اے محمد!) اپنے رسولوں میں سے جنھیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے، ان سے دریافت کرلیں: کیا ہم نے (اللہ) رحمان کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے؟'' یعنی تمام پیغمبروں نے بھی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی کی عبادت کی دعوت دی تھی جیسا کہ تم اس کی دعوت دے رہے ہو اور ان سب نے بھی شریکوں اور بتوں کی پوجا سے منع کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا فِیۡ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَاجۡتَنِبُوا الطَّاغُوۡتَ ۚ﴾ (النحل 16:36) ''اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور طاغوت (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔'' مجاہد نے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی قراءت اس طرح کیا کرتے تھے: [وَاسْئَلِ الَّذِينَ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ رُسُلَنَا].[1] قتادہ، ضحاک، سدی نے بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی طرح بیان کیا ہے، گویا کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف سے اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے، تلاوت و قراءت نہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات:46-50

موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کی قوم کی طرف توحید کے ساتھ بعثت: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول موسیٰ علیہ السلام کے بارے

① تفسیر الطبری: 25/99,98.

وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ

اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی، اس نے کہا: اے میری قوم! کیا میرے لیے مصر کی بادشاہی اور یہ نہریں نہیں جو میرے (محلات کے) نیچے بہتی

تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿51﴾ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِىْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿52﴾ فَلَوْلَآ

ہیں؟ کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟(51) بلکہ میں تو اس (موسیٰ) سے کہیں بہتر ہوں جو حقیر ہے اور صاف بول بھی نہیں سکتا(52) پھر اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں

اُلْقِىَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿53﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ

اتارے گئے یا اس کے ساتھ فرشتے صفیں باندھے آتے؟(53) تب اس نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا (اور اس کی عقل ماردی) تو انھوں نے اس کی اطاعت کی۔

فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿54﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ

بلاشبہ وہی لوگ فاسق تھے(54) پھر جب انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کر دیا(55) تو یوں ہم نے انھیں گئے

اَجْمَعِيْنَ ﴿55﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿56﴾ ع 5 ع 11 11

گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال (بنا دیا)(56)

میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے انھیں فرعون اور اس کی قوم کے امراء، وزراء، قائدین، پیروکاروں اور قبطی و اسرائیلی رعایا کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ وہ انھیں اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کی پوجا سے منع کریں۔ اور انھیں بڑے بڑے معجزات بھی عطا کیے: مثلاً: ید بیضا، عصا، پھر طوفان، ٹڈی دل، جوئیں، مینڈکوں اور خون کے عذاب اور پھر فصلوں، جانوں اور پھلوں کی کمی کی صورت میں عذاب مگر اس سب کچھ کے باوجود انھوں نے تکبر کیا اور اتباع و اطاعت سے انکار کیا اور ان معجزات کے لانے والے کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔ ﴿وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا﴾ ”اور جو بھی نشانی ہم انھیں دکھاتے تھے وہ اس جیسی (پہلی نشانی) سے زیادہ بڑی ہوتی تھی۔“ اس کے باوجود وہ اپنی سرکشی، گمراہی، جہالت اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے، ان کے پاس ان میں سے جب بھی کوئی نشانی آتی تو فوراً موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوتے اور منت سماجت کرتے ہوئے کہتے: ﴿يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ﴾ ”اے ساحر!“ یعنی اے عالم جیسا کہ ابن جریر نے کہا ہے۔[1] اور اس زمانے کے علماء جادوگر ہی تھے اور اس زمانے میں ان کے نزدیک جادو مذموم نہ تھا، لہٰذا انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر توہین و تنقیص کے طور پر نہیں کہا تھا کیونکہ اس حالت میں تو وہ ضرورت مند تھے، اس لیے توہین و تنقیص اس حال کے مناسب نہ تھی، ان کے خیال میں یہ لفظ تعظیم کا تھا۔ بہر حال جب بھی ان میں سے کوئی نشانی آتی تو وہ موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کرتے کہ اگر یہ مصیبت ان سے دور ہو جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے مگر ہر مرتبہ وہ عہد شکنی کرتے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۣ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَىِٕنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى

[1] تفسیر الطبری: 102/25.

اَجَلٍ هُمۡ بٰلِغُوۡهُ اِذَا هُمۡ یَنۡکُثُوۡنَ ○ ﴾ (الأعراف7:133-135) ''تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا، کتنی کھلی نشانیاں تھیں مگر وہ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ لوگ تھے ہی گناہ گار۔ اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے: اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کرو اس ذریعے سے جو اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے، اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دو گے تو ہم تجھ پر ضرور ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمھارے ساتھ ضرور بھیج دیں گے۔ پھر جب ہم ایک مدت کے لیے، جس تک انھیں پہنچنا تھا، ان سے عذاب دور کر دیتے تو وہ عہد توڑ ڈالتے۔''

تفسیر آیات:51-56

فرعون کا اپنی قوم سے خطاب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا مواخذہ: اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے تمرّد و سرکشی اور کفر و عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور مصر پر اپنی حکومت پر فخر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَلَیۡسَ لِیۡ مُلۡکُ مِصۡرَ وَ هٰذِهِ الۡاَنۡهٰرُ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِیۡ ﴾ ''کیا مصر کی حکومت میرے ہاتھ میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے (محلوں کے) نیچے بہہ رہی ہیں۔'' امام قتادہ فرماتے ہیں کہ ان کے باغات بھی تھے اور ان میں پانی کی نہریں جاری تھیں۔[1] ﴿ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں؟'' یعنی کیا تم میری عظمت اور بادشاہت کو دیکھتے نہیں جبکہ میرے مقابلے میں موسیٰ اور اس کے ساتھی کمزور ہیں۔ یہ قول اس قول کی طرح ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰی ○ فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الۡاَعۡلٰی ○ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَکَالَ الۡاٰخِرَةِ وَ الۡاُوۡلٰی ○ ﴾ (النّٰزعٰت 79: 23-25) ''پس اس نے لوگوں کو اکٹھا کیا، پھر پکارا، چنانچہ کہنے لگا کہ تمھارا سب سے بڑا مالک میں ہوں تو اللہ نے اسے دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا۔''

فرعون نے مزید کہا: ﴿ اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ ﴾ ''بلکہ میں اس (شخص) سے جو کم تر ہے، بہتر ہوں۔'' سُدّی کہتے ہیں کہ فرعون نے کہا کہ بلکہ میں اس شخص سے زیادہ بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا۔[2] بصرہ کے بعض نحویوں نے بھی اسی طرح کہا ہے کہ یہاں ﴿ اَمۡ ﴾ بَلۡ کے معنی میں ہے۔[3] اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ فرّاء نحوی نے بعض قراء سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے اس کی قراءت اس طرح کی ہے: [أَمَا أَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِی هُوَ مَهِیۡنٌ] ''آگاہ ہو جاؤ! میں اس کم تر سے بہتر ہوں۔''[4] ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قراءت اگر صحیح ہوتی تو اس کے معنی صحیح اور واضح ہوتے مگر یہ امصار (بڑے شہروں) کے قراء کی قراءت کے خلاف ہے۔[5] ان سب کی قراءت اس طرح ہے: ﴿ اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ مَهِیۡنٌ ﴾ ''کیا میں اس کم تر سے بہتر نہیں ہوں؟'' یعنی یہ جملہ استفہامیہ ہے۔[6]

میں (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ بہر حال فرعون ملعون کا مقصد یہ تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہے، حالانکہ یہ کہہ کر اس نے واضح اور سفید جھوٹ بولا۔ قیامت کے دن تک اس پر اللہ تعالیٰ کی مسلسل لعنتیں برسیں۔ ﴿ مَهِیۡنٌ ﴾ کے معنی بقول سفیان حقیر اور

---

[1] تفسیر الطبری:103/25. [2] تفسیر الطبری:105/25. [3] تفسیر القرطبی:100,99/16 وتفسیر الطبری:104/25. [4] تفسیر القرطبی:100/16 وتفسیر الطبری:105,104/25. [5] ابن جریر کے کلام کا تتمہ یہ ہے: ''پس میں اس کے مطابق پڑھنے کو جائز قرار نہیں دیتا...... اور اس میں درست قراءت وہی ہے جس پر قرائے امصار ہیں۔ [6] تفسیر الطبری:105/25.

بقول قتادہ وسدی ضعیف کے ہیں۔[1] ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ موسیٰ کے پاس نہ تو بادشاہت ہے، نہ سلطنت اور نہ مال و دولت۔[2] ﴿ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝۵۲ ﴾ ''اور صاف گفتگو بھی نہیں کر سکتا۔'' یعنی وہ صاف اور واضح گفتگو بھی نہیں کر سکتا اور عاجز و درماندہ ہے۔ فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو ﴿ مَهِيْنٌ ۙ ﴾ کہنا بہت بڑا جھوٹ تھا کیونکہ تخلیق و اخلاق و دین کے اعتبار سے مھین اور حقیر تو خود فرعون تھا جبکہ موسیٰ شریف، صادق، نیکوکار اور راشد تھے، اسی طرح اس کا ﴿ وَلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝۵۲ ﴾ کہنا بھی افترا پردازی تھا، گو بچپن میں زبان کو آگ کا انگارا لگنے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت پیدا ہو گئی تھی مگر انھوں نے اللہ عزوجل سے یہ دعا کی تھی کہ وہ ان کی زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول فرما لیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:36) ''موسیٰ! جو تو نے مانگا تجھے عطا کیا جاتا ہے۔'' اور اگر فرض کر لیا جائے کہ ان کی زبان میں کچھ لکنت باقی رہ گئی تھی جس کے ازالے کے لیے انھوں نے دعا نہیں کی تھی جیسا کہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ لکنت اتنی زائل ہو جائے کہ جس سے ابلاغ اور افہام آسان ہو جائے۔ تو تخلیقی اشیاء جو آدمی کا اپنا فعل نہیں، ان کی بنیاد پر کوئی الزام دیا جا سکتا اور نہ کوئی مذمت کی جا سکتی ہے اور فرعون ان باتوں کو سمجھتا تھا کیونکہ اسے کچھ عقل تو تھی، وہ ساری بات جانتا تھا لیکن وہ اپنی رعایا کو بے وقوف بنانا چاہتا تھا، اس لیے کہ وہ سب غبی اور جاہل تھے۔

﴿ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ ﴾ ''تو اس پر سونے کے کنگن کیوں نہ اتارے گئے؟'' ﴿ اَسْوِرَةٌ ﴾ سے مراد وہ زیور ہے جو ہاتھ میں پہنا جاتا ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[3] ﴿ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝۵۳ ﴾ ''یا یہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔'' جو خدام کی حیثیت سے اسے گھیرے ہوتے اور اس کی تصدیق کے شاہد ہوتے۔ فرعون نے ظاہری شکل کی طرف دیکھا لیکن وہ اس معنوی راز کو نہ سمجھ سکا جو اس ظاہری شکل سے بدرجہا نمایاں تھا، بشرطیکہ وہ اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرتا، اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ ﴾ ''غرض اس نے اپنی قوم (کی عقل) کو ہلکا کر دیا، تو انھوں نے اس کی بات مان لی۔'' اس نے ان کی عقلوں کو ماؤف کر دیا، انھیں گمراہی کی طرف بلایا اور انھوں نے اس کی بات کو تسلیم کر لیا۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۴ ﴾ ''بے شک وہ بدکار لوگ تھے۔'' پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۵ ﴾ ''چنانچہ انھوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر ان سب کو ڈبو دیا۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ اٰسَفُوْنَا ﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے ہمیں ناراض کیا۔[4]

ضحاک نے کہا ہے کہ اس کا مطلب ہے: انھوں نے ہمیں غصہ دلایا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی کہا ہے۔ مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، محمد بن کعب قرظی، قتادہ، سدی اور دیگر کئی مفسرین نے بھی اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔[5] ابن ابوحاتم نے

---

① تفسیر الطبری: 105/25. ② تفسیر الطبری: 105/25. ③ تفسیر الطبری: 106/25. ④ تفسیر القرطبی: 101/16 و تفسیر الطبری: 107/25. ⑤ تفسیر الطبری: 108,107/25.

وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّوۡنَ ﴿57﴾ وَقَالُوۡٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ اَمۡ هُوَ ؕ مَا

اور جب (عیسیٰ) ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم اس (خوشی) سے چلا اٹھی ﴿57﴾ اور انھوں نے کہا: کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ؟) انھوں

ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿58﴾ اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ

نے آپ سے یہ مثال محض جھگڑے کے لیے بیان کی، بلکہ یہ لوگ نرے جھگڑالو ہیں ﴿58﴾ وہ (عیسیٰ) تو صرف ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور

وَجَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿59﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰٓئِكَةً فِي الۡاَرۡضِ يَخۡلُفُوۡنَ ﴿60﴾

اسے بنی اسرائیل کے لیے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنا دیا ﴿59﴾ اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو زمین میں (تمھارے) جانشین ہوتے ﴿60﴾

وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوۡنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿61﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ

اور بے شک وہ (عیسیٰ) قیامت کی ایک نشانی ہے، لہٰذا تم اس (قیامت کے آنے) میں شک نہ کرو، اور تم میری پیروی کرو، یہی سیدھا راستہ ہے ﴿61﴾ اور

الشَّيۡطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿62﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡحِكۡمَةِ

شیطان تمھیں (راہ حق سے) ہرگز نہ روک دے، بلاشبہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے ﴿62﴾ اور جب عیسیٰ کھلی کھلی (نشانیاں) لے کر آیا تو اس نے کہا: تحقیق میں

وَلِاُبَيِّنَ لَكُمۡ بَعۡضَ الَّذِيۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿63﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيۡ

تمھارے پاس حکمت لایا ہوں اور تاکہ میں تم پر بعض وہ باتیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿63﴾

وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿64﴾ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ

بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمھارا رب ہے، لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے ﴿64﴾ پھر اٹھی (بنی اسرائیل) میں سے جماعتوں نے باہم اختلاف کیا، تو

ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ يَوۡمٍ اَلِيۡمٍ ﴿65﴾

جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے المناک دن کے عذاب سے ہلاکت ہے ﴿65﴾

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَيْتَ اللّٰهَ يُعْطِي الْعَبْدَ مَا شَاءَ وَهُوَ مُقِيمٌ عَلٰى مَعَاصِيهِ، فَإِنَّمَا ذٰلِكَ اسْتِدْرَاجٌ مِّنْهُ لَهُ، ثُمَّ تَلَا: ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿55﴾﴾] ''جب تم یہ دیکھو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کسی بندے کو وہ کچھ دے رہا ہے جو وہ چاہتا ہے، حالانکہ وہ بندہ گناہوں کا مرتکب ہے اور اس پر مُصر ہے، تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے ڈھیل ہوتی ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿فَلَمَّآ اٰسَفُوۡنَا انۡتَقَمۡنَا مِنۡهُمۡ فَاَغۡرَقۡنٰهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿55﴾﴾ ''چنانچہ جب انھوں نے غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، پھر ان سب کو ڈبو دیا۔''[1] طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، ان کے پاس اچانک موت کا ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ اچانک موت مومن کے لیے باعث تخفیف اور کافر کے لیے موجب حسرت ہوتی ہے، پھر انھوں نے بھی اس آیت کریمہ کی تلاوت کی۔[2] عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے انتقام کو غفلت کے ساتھ پایا ہے، ان کا

① تفسیر ابن أبي حاتم: 3284/10، مزید دیکھیے المعجم الکبیر للطبرانی: 331,330/17، حدیث: 913. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 3284/10.

اشارہ بھی اسی آیت کریمہ کی طرف تھا۔ ﴿ فَجَعَلۡنٰهُمۡ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلۡاٰخِرِیۡنَ ﴾ ’’اور ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال بنا دیا۔‘‘ ابو مجلز کہتے ہیں کہ ﴿ سَلَفًا ﴾ ان لوگوں کے لیے جو ان جیسے عمل کریں۔[1] اور انھوں نے اور مجاہد نے کہا ہے کہ ﴿ مَثَلًا ﴾ کے معنی ہیں کہ ان کے بعد میں آنے والوں کے لیے عبرت بنا دیا۔[2] وَاللّٰهُ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی الۡمُوَفِّقُ لِلصَّوَابِ وَ اِلَیۡهِ الۡمَرۡجِعُ وَالۡمَآبُ.

تفسیر آیات:57-65

قریش کا حضرت عیسیٰ کی توہین و تحقیر کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا درجہ: اللہ تعالیٰ نے قریش کی سرکشی، عناد، جھگڑے اور کفر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَ لَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ یَصِدُّوۡنَ ﴾ ’’اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ کا حال بیان کیا گیا تو آپ کی قوم کے لوگ اس سے چلا اٹھے۔‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سدی، ضحاک اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ لوگ حضرت عیسیٰ کا ذکر سن کر ہنسنے اور اس پر خوش ہونے لگے۔[3] قتادہ کا قول ہے کہ وہ بے صبرے ہو کر ہنسنے لگے۔[4] ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ وہ اعراض کرنے لگے۔[5]

اس آیت کی شان نزول محمد بن اسحاق نے سیرت میں یہ ذکر کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ نضر بن حارث آیا اور وہ بھی وہاں بیٹھ گیا، اس مجلس میں قریش کے اور بھی کئی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اس مجلس میں جب گفتگو فرمائی تو نضر بن حارث نے اعتراض کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اسے لاجواب کر دیا، پھر آپ نے نضر کو اور دیگر کفار قریش کو یہ آیت کریمہ پڑھ کر سنائی: ﴿ اِنَّكُمۡ وَ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ ﴾ (الأنبیآء 21:98) ’’(کافرو! اس روز) بے شک تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے، تم اس میں وارد ہونے والے ہو۔‘‘ پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر چل دیے اور عبداللہ بن زبعریٰ تمیمی آیا اور بیٹھ گیا تو ولید بن مغیرہ نے اس سے کہا: اللہ کی قسم! نضر بن حارث، ابن عبدالمطلب کے سامنے نہ کھڑا ہوا نہ بیٹھا، یعنی یہ اس کے سامنے لاجواب ہو گیا۔ محمد ﷺ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اور جن معبودوں کی ہم پوجا کرتے ہیں یہ سب جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ عبداللہ بن زبعری کہنے لگا کہ واللہ! اگر میری ان سے ملاقات ہو جائے تو میں ضرور ان سے جھگڑا کروں گا، اس نے کہا کہ محمد (ﷺ) سے ذرا یہ تو پوچھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی پوجا کی جاتی ہے کیا وہ سب اپنے عابدوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے؟ ہم فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، یہودی عزیر کی پوجا کرتے ہیں اور عیسائی ابن مریم کی پرستش کرتے ہیں تو کیا فرشتے، عزیر اور عیسیٰ ابن مریم بھی جہنم میں جائیں گے؟ ولید اور اس وقت مجلس میں بیٹھے ہوئے سب لوگ عبداللہ کی اس بات سے بہت خوش ہوئے اور انھوں نے سمجھا کہ اس طرح کی

---

[1] تفسیر القرطبی: 102/16. [2] تفسیر الطبری: 109/25 و تفسیر القرطبی: 102/16. [3] تفسیر ابن کثیر میں ابن عباس، مجاہد، عکرمہ وغیرہ سے ﴿ یَصِدُّوۡنَ ﴾ کی تفسیر میں منقول لفظ یَضۡحَکُوۡنَ ہے لیکن تفسیر الطبری: 112,111/25 میں ان تمام حضرات سے منقول لفظ یَضِجُّوۡنَ ہے جس کا معنی چلانا، شور مچانا ہے۔ [4] تفسیر الطبری: 112/25. [5] تفسیر القرطبی: 103/16.

بات کے ذریعے سے تو محمد ﷺ پر عبداللہ بن زبعریٰ حجت میں غالب آ گیا کیونکہ اس کی یہ دلیل بہت مضبوط ہے، جب رسول اللہ ﷺ کے پاس عبداللہ کی اس بات اور دلیل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: [كُلُّ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُّعْبَدَ مِنْ دُونِ اللهِ فَهُوَ مَعَ مَنْ عَبَدَهُ، إِنَّهُمْ إِنَّمَا الشَّيَاطِينُ، وَمَنْ أَمَرَتْهُمْ بِعِبَادَتِهِ] ''ہر وہ معبود جو یہ پسند کرے کہ اللہ کے سوا اس کی پوجا کی جائے تو وہ اپنے پوجا کرنے والوں کے ساتھ ہوگا کیونکہ یہ لوگ شیطانوں کی پوجا کرتے ہیں اور اس کی جس کی پوجا کا شیطانوں نے انھیں حکم دیا ہوتا ہے۔'' اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰٓى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ ۙ لَا يَسۡمَعُوۡنَ حَسِيۡسَهَا ۚ وَهُمۡ فِىۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ ۚ ﴾ (الأنبياء 102,101:21) ''جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ اس کی آہٹ نہیں سنیں گے، اور وہ اپنی دل پسند نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔'' یعنی عیسیٰ، عزیر اور ان کے ساتھ ساتھ جن علماء و مشائخ کی پوجا کی گئی جو خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کرتے تھے اور ان کے بعد گمراہ لوگوں نے از خود انھیں معبود بنا لیا تو انھیں جہنم سے دور رکھا جائے گا اور انھوں نے جو یہ دعویٰ کیا کہ وہ تو فرشتوں کی پوجا کرتے ہیں اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ ؕ بَلۡ عِبَادٌ مُّكۡرَمُوۡنَ ۙ لَا يَسۡبِقُوۡنَهٗ بِالۡقَوۡلِ وَهُمۡ بِاَمۡرِهٖ يَعۡمَلُوۡنَ ۝ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ وَلَا يَشۡفَعُوۡنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارۡتَضٰى وَهُمۡ مِّنۡ خَشۡيَتِهٖ مُشۡفِقُوۡنَ ۝ وَمَنۡ يَّقُلۡ مِنۡهُمۡ اِنِّىۡۤ اِلٰهٌ مِّنۡ دُوۡنِهٖ فَذٰلِكَ نَجۡزِيۡهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِى الظّٰلِمِيۡنَ ۝ ﴾ (الأنبياء 21:26-29) ''اور کہتے ہیں کہ رحمٰن نے اولاد بنائی ہے، وہ پاک ہے بلکہ وہ (فرشتے تو اس کے) معزز بندے ہیں۔ وہ بات کرنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے، وہ اسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں، وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہے، اور وہ صرف اس کی سفارش کریں گے جس کے لیے اللہ پسند کرے گا، اور وہ اس کے خوف سے ڈرنے والے ہیں، اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک اللہ کے سوا میں بھی معبود ہوں تو اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔''

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس نے جو ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا تو ان کی بھی پوجا ہوتی ہے اور ولید اور دیگر حاضرین اس کی اس دلیل اور کٹ حجتی سے بہت خوش ہوئے تھے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّوۡنَ ﴿57﴾ ﴾ ''اور جب مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کی مثال بیان کی گئی تو آپ کی قوم کے لوگ اس سے (خوشی سے) چلا اٹھے۔'' یعنی اپنی اس بات کے ذریعے سے وہ آپ سے لوگوں کو روکنے کے لیے شور وشغب برپا کر دیتے ہیں اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِنۡ هُوَ اِلَّا عَبۡدٌ اَنۡعَمۡنَا عَلَيۡهِ وَجَعَلۡنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿59﴾ وَلَوۡ نَشَآءُ لَجَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ مَّلٰٓئِكَةً فِى الۡاَرۡضِ يَخۡلُفُوۡنَ ﴿60﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلۡمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوۡنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿61﴾ ﴾ ''وہ تو ایسا بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے اسے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا، اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے، جو زمین میں (تمھارے) جانشین ہوتے۔ اور وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں تو

آپ کہہ دیں کہ اس میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو ، یہی سیدھا رستہ ہے'' یعنی ہم نے اس کے ہاتھ پر مردوں کو زندہ کرنے اور بیماریوں کے ختم ہونے کے جو معجزات انھیں عطا کیے، وہ قیامت کے علم کی کافی دلیل ہیں۔ ﴿ فَلَا تَمۡتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوۡنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿61﴾ ﴾ ''تم اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میری پیروی کرو یہی سیدھا رستہ ہے۔''[1]

ابن جریر نے بروایت عوفی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت: ﴿ وَلَمَّا ضُرِبَ ابۡنُ مَرۡيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوۡمُكَ مِنۡهُ يَصِدُّوۡنَ ﴿57﴾ ﴾ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس میں قوم سے مراد قریش ہے کہ جب قریش سے یہ کہا گیا: ﴿ اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنۡتُمۡ لَهَا وٰرِدُوۡنَ ○ ﴾ (الأنبيآء 21:98) ''بے شک تم اور جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جہنم کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔'' تو قریش کے لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ ابن مریم کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں تو انھوں نے کہا کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم بھی انھیں اسی طرح رب مان لیں جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب بنا لیا تھا، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿58﴾ ﴾ ''انھوں نے یہ مثال محض جھگڑے کے لیے بیان کی، بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔''[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالُوۡۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَيۡرٌ اَمۡ هُوَ ؕ ﴾ ''اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ (عیسیٰ)؟'' قتادہ کہتے ہیں کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے معبود محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھے ہیں۔[3] قتادہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں اس طرح ہے کہ وہ کہنے لگے: [ءَ آلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هٰذَا؟] ''بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا یہ؟'' یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ ﴾ ''انھوں نے یہ (مثال) آپ سے صرف جھگڑے کے لیے بیان کی ہے۔'' یعنی انھوں نے یہ مثال محض جھگڑنے کے لیے پیش کی ہے ورنہ یہ جانتے ہیں کہ یقیناً یہ اس آیت پر وارد ہی نہیں ہے کیونکہ یہ آیت: ﴿ اِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ ﴾ (الأنبيآء 21:98) غیر ذوی العقول کے بارے میں ہے اور پھر یہ خطاب قریش سے ہے جو بتوں اور شریکوں کی پوجا کرتے تھے، وہ تو عیسیٰ کی پوجا ہی نہیں کرتے تھے کہ اس آیت پر اعتراض کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کی یہ بات محض جھگڑے کی خاطر تھی جسے وہ خود بھی صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ، إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ، ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الْآيَةَ: ﴿ مَا ضَرَبُوۡهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلۡ هُمۡ قَوۡمٌ خَصِمُوۡنَ ﴿58﴾ ﴾] ''جو بھی قوم ہدایت کے بعد گمراہ ہوئی تو انھیں جھگڑے میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ''انھوں نے آپ کے لیے یہ (مثال) صرف جھگڑنے کے لیے بیان کی ہے بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔''[5] اسے امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ

---

① السيرة النبوية لابن هشام، ماكان يؤذى به النضر رسول الله ﷺ……:358/1-360. ② تفسير الطبري: 110,111/25. ③ تفسير القرطبي: 104/16. ④ تفسير القرطبي: 104/16. قتادہ کی یہ روایت تفسير الطبري: 112,113/25 میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی آئی ہے۔ ⑤ مسند أحمد: 252/5.

صرف ابوامامہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ ﴾ ''وہ تو صرف ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا''، یعنی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تھا۔ ﴿ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ''اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لیے (اپنی قدرت کا) نمونہ بنا دیا''، یعنی انھیں اپنی اس قدرت کی دلیل، حجت اور برہان بنا دیا کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ ﴿ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے بنا دیتے'' یعنی تمھارے بدلے بنا دیتے ﴿ مَّلٰٓىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴾ ''فرشتے جو (تمھاری جگہ) زمین میں جانشین ہوتے۔'' سدی کہتے ہیں جو زمین میں تمھارے قائم مقام ہوتے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ بھی ایک دوسرے کے جانشین ہوتے جیسے تم ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہو۔ ③ یہ قول پہلے کو مستلزم ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ تمھارے بدلے وہ زمین میں آباد ہوتے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ ''اور بے شک البتہ وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہے۔'' صحیح بات اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد ان کا قیامت سے پہلے نازل ہونا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ﴾ (النسآء 4:159) ''اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ضرور ایمان لے آئے گا۔''، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے۔ ﴿ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴾ (النسآء 4:159) ''اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔'' اور اس معنی کی تائید اس دوسری قراءت سے بھی ہوتی ہے: [وَإِنَّهٗ لَعَلَمٌ لِّلسَّاعَةِ] ''اور بے شک وہ (عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہے''⑤ یعنی قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی نشانی اور دلیل ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ قیامت سے قبل عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔ ⑥ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابو العالیہ، ابو مالک، عکرمہ، حسن، قتادہ، ضحاک اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ ⑦ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ آپ نے قیامت کے دن سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے امام عادل اور حاکم منصف کے طور پر نازل ہونے کی خبر دی ہے۔ ⑧

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ﴾ ''تو (آپ کہہ دیں کہ لوگو!) اس میں ہرگز شک نہ کرو۔''، یعنی اس میں شک نہ کرو کیونکہ یہ ہر صورت میں وقوع پذیر ہونے والا ہے۔ ﴿ وَاتَّبِعُوْنِ ﴾ ''اور میری پیروی کرو۔'' ان باتوں میں جن کی میں تمھیں خبر دے رہا ہوں۔ ﴿ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ﴾ ''یہی سیدھا رستہ ہے اور کہیں شیطان تمھیں (اس سے)

---

① جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة الزخرف، حدیث: 3253 وسنن ابن ماجه، السنة، باب اجتناب البدع والجدل، حدیث: 48 وتفسیر الطبری: 113/25. ② تفسیر الطبری: 115/25. ③ تفسیر الطبری: 115/25. ④ تفسیر الطبری: 115/25. ⑤ تفسیر القرطبی: 105/16. ⑥ تفسیر الطبری: 116/25. ⑦ تفسیر القرطبی: 105/16. ⑧ دیکھیے مسند أحمد: 483,482/2 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ.

هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿66﴾ اَلۡاَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذٍۢ

وہ قیامت ہی کا انتظار تو کر رہے ہیں کہ وہ ان پر اچانک آپڑے جبکہ انھیں خبر تک نہ ہو ﴿66﴾ اس دن متقین کے سوا تمام جگری دوست بھی ایک

بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿67﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ﴿68﴾ ع 11/12

دوسرے کے دشمن بن جائیں گے ﴿67﴾ (انھیں کہا جائے گا:) اے میرے بندو! تم پر آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے ﴿68﴾ (یعنی) جو لوگ ہماری

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا مُسۡلِمِيۡنَ ﴿69﴾ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ اَنۡتُمۡ وَاَزۡوَاجُكُمۡ تُحۡبَرُوۡنَ ﴿70﴾ يُطَافُ

آیات پر ایمان لائے اور وہ فرماں بردار تھے ﴿69﴾ تم جنت میں داخل ہو جاؤ، تم اور تمھاری بیویاں خوش حال ہوگے ﴿70﴾ ان پر سونے کی رکابیوں اور

عَلَيۡهِمۡ بِصِحَافٍ مِّنۡ ذَهَبٍ وَّاَكۡوَابٍ ۚ وَفِيۡهَا مَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡاَنۡفُسُ وَتَلَذُّ الۡاَعۡيُنُ ۚ

ساغروں کے دور چل رہے ہوں گے، اور اس (جنت) میں جس شے کو ان کے دل چاہیں گے اور (ان کی) آنکھیں متلذذ ہوں گی (وہ موجود ہوگی)، اور تم

وَاَنۡتُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿71﴾ وَتِلۡكَ الۡجَنَّةُ الَّتِيۡۤ اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿72﴾ لَكُمۡ فِيۡهَا

اس میں ہمیشہ رہو گے ﴿71﴾ اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے ﴿72﴾ اس میں تمھارے لیے بہت

فَاكِهَةٌ كَثِيۡرَةٌ مِّنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿73﴾

سے پھل ہوں گے جن میں سے تم کھاؤ گے ﴿73﴾

روک نہ دے'' یعنی اتباع حق سے۔ ﴿ اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿62﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيۡسٰى بِالۡبَيِّنٰتِ قَالَ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِالۡحِكۡمَةِ ﴾ ''بے شک وہ تو تمھارا کھلا دشمن ہے اور جب عیسیٰ نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے کہ میں تمھارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں'' یعنی نبوت۔ ﴿ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمۡ بَعۡضَ الَّذِيۡ تَخۡتَلِفُوۡنَ فِيۡهِ ۚ ﴾ ''اور اس لیے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کرتے ہو تمھیں سمجھا دوں۔'' ابن جریر فرماتے ہیں کہ ان باتوں سے مراد دینی باتیں ہیں، دنیاوی نہیں۔ اور ان کی یہ بات بہت ہی خوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ ''لہٰذا تم اللہ سے ڈرو۔'' ان باتوں میں جن کا اس نے تمھیں حکم دیا ہے۔ ﴿ وَاَطِيۡعُوۡنِ ﴿63﴾ ﴾ ''اور میری اطاعت کرو۔'' ان باتوں میں جو میں تمھارے پاس لایا ہوں۔ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيۡ وَرَبُّكُمۡ فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿64﴾ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ اللہ ہی میرا اور تمھارا پروردگار ہے، لہٰذا تم (سب) اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے'' یعنی میں اور تم سب اللہ کے بندے اس کے محتاج اور اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے میں مشترک ہیں اور یہی وہ سیدھا رستہ ہے جو میں تمھارے پاس لایا ہوں کہ رب جل وعلا کی عبادت ہے۔ ﴿ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ ۚ ﴾ ''پھر انھی میں سے جماعتوں نے باہم اختلاف کیا۔'' یعنی ان کے فرقوں نے اختلاف کیا اور وہ متفرق جماعتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے بعض اس کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حق بات بھی یہی ہے۔ بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی اولاد ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ خود اللہ ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک اور بہت بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ عَذَابِ يَوۡمٍ اَلِيۡمٍ ﴿65﴾ ﴾ ''سو ظالم لوگوں کے لیے دردناک دن کے عذاب سے ہلاکت ہے۔''

تفسیر آیات:66-73

قیامت اچانک آئے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کیا یہ مشرکین اور رسولوں کی تکذیب کرنے والے اس بات کے منتظر ہیں کہ ﴿ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ۝66 ﴾ ''قیامت ان پر ناگہاں آموجود ہو اور انھیں خبر تک نہ ہو۔'' یعنی قیامت یقیناً وقوع پذیر ہونے والی ہے، یہ لوگ اس سے غافل ہیں، اس کی تیاری نہیں کر رہے اور پھر جب اچانک آئے گی تو انھیں خبر تک نہ ہوگی اور اس وقت وہ حد درجہ نادم اور پشیمان ہوں گے لیکن اس وقت ندامت و پشیمانی ان کے کچھ کام نہ آئے گی۔

اللہ کے سوا کسی اور کے لیے کی گئی رفاقت دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلۡاَخِلَّآءُ يَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِيۡنَ۝67 ﴾ ''(سب) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار'' یعنی ہر وہ دوستی اور رفاقت جو غیر اللہ کے لیے ہوگی قیامت کے دن دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی اور وہ دوستی جو اللہ کے لیے ہوگی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قائم و دائم رہے گی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿ اِنَّمَا اتَّخَذۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيۡنِكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۚ ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكۡفُرُ بَعۡضُكُمۡ بِبَعۡضٍ وَّيَلۡعَنُ بَعۡضُكُمۡ بَعۡضًا ۫ وَّمَاۡوٰٮكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ۝ۙ ﴾ (العنکبوت 29:25) ''بے شک تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو تو دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کے لیے، پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کر دو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا۔''

پرہیزگاروں کے لیے روز قیامت بشارت اور جنت میں داخلہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ۝68 ﴾ ''اے میرے بندو! آج تمھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہوگے۔'' پھر انھیں بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا مُسۡلِمِيۡنَ۝69 ﴾ ''جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہو گئے'' یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے اور ان کے ظاہری اعضا بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہو گئے۔ معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو ان میں سے ہر ایک پر گھبراہٹ طاری ہوگی، اس وقت ایک منادی یہ اعلان کرے گا: ﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡكُمُ الۡيَوۡمَ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ۝68 ﴾ ''اے میرے بندو! آج تمھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمناک ہوگے۔'' تو اس سے سب لوگوں میں امید پیدا ہو جائے گی لیکن پھر اس کے بعد یہ بھی کہا جائے گا: ﴿ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوۡا مُسۡلِمِيۡنَ۝69 ﴾ ''جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور فرماں بردار ہو گئے'' یعنی ان کے دل اور ضمیر ایمان لے آئے اور ان کے ظاہری اعضا بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہو گئے، تو اس اعلان کی وجہ سے مومنوں کے سوا دیگر سب لوگ مایوس ہو جائیں گے۔[1]

[1] تفسیر الطبری: 121/25.

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿74﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ

بے شک مجرم لوگ عذاب جہنم میں ہمیشہ رہیں گے﴿74﴾ ان سے وہ (عذاب) ہلکا نہیں کیا جائے گا، اور وہ اس میں ناامید پڑے رہیں گے﴿75﴾ اور ہم نے ان پر

مُبْلِسُوْنَ ﴿75﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿76﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ

ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے﴿76﴾ اور وہ (داروغۂ جہنم کو) پکاریں گے: اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے، وہ کہے گا: بے شک تم تو ہمیشہ (اسی

لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿77﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ

عذاب میں) رہو گے﴿77﴾ بلاشبہ ہم تمھارے پاس حق لائے تھے، اور لیکن تمھارے اکثر لوگ حق کو ناپسند ہی کرنے والے تھے﴿78﴾ کیا انھوں (مشرکین مکہ)

اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿78﴾ اَمْ اَبْرَمُوْۤا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿79﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ

نے (کسی اقدام کا) پختہ فیصلہ کر لیا ہے، تو ہم بھی قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں﴿79﴾ کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں

اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿80﴾

سنتے۔ کیوں نہیں! اور ہمارے پیغمبر (بھیجے ہوئے فرشتے) ان کے پاس ہی لکھتے رہتے ہیں﴿80﴾

﴿ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ ﴾ ''تم اور تمھارے جیسے لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ۔'' یعنی تم اور تمھارے جیسے لوگوں سے کہا جائے گا: ﴿ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ ﴾ ''تم جنت میں داخل ہو جاؤ'' ﴿ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ ﴾ ''تم اور تمھارے جیسے لوگ۔'' ﴿ تُحْبَرُوْنَ ﴿70﴾ ﴾ ''تم خوش کیے جاؤ گے۔'' کہ تم اس جنت میں نعمتوں بھری سعادت و کامرانی کی زندگی بسر کرو گے، اس کی تفسیر قبل ازیں سورۂ روم میں بیان کی جا چکی ہے۔[1] ﴿ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ ﴾ ''ان پر سونے کی رکابیوں کا دور چلے گا۔'' جو کھانے کے خاص برتن ہیں۔ ﴿ وَّاَكْوَابٍ ﴾ ''اور آبخوروں کا۔'' یہ سونے کے بنے ہوئے پینے کے برتن ہوں گے، جن کی ٹوٹیاں نہیں ہوں گی اور نہ حلقے۔ [وَفِيهَا مَا تَشْتَهِي الْأَنْفُسُ] ''اور ان میں وہ کچھ ہوگا جسے ان کے جی چاہیں گے۔'' اور بعض نے اسے ﴿ تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ ﴾ ''جس کو دل پسند کریں گے۔'' پڑھا ہے۔[2] ﴿ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ ﴾ ''اور (جسے دیکھ کر) آنکھیں لطف اندوز ہوں گی'' یعنی ایسا کھانا جس کی خوشبو اور ذائقہ بہت اچھا ہوگا، نیز وہ بہت خوش منظر ہوگا۔ ﴿ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿71﴾ ﴾ ''اور تم اسی (جنت) میں ہمیشہ رہو گے۔'' نہ اس سے نکالے جاؤ گے اور نہ اسے چھوڑ کر اس کے بجائے کسی اور جگہ جانا چاہو گے، پھر بطور احسان بتایا گیا کہ ﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْۤ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿72﴾ ﴾ ''اور یہ جنت جس کے تم مالک بنا دیے گئے تمھارے اعمال کا صلہ ہے'' یعنی تمھارے اعمال صالحہ اس کے سبب بنے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت تمھارے شامل حال ہوئی، پھر تم جنت میں داخل ہونے کے قابل ہوئے، ورنہ محض اپنے نیک عمل کی بنیاد پر کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا، ہاں! جنت میں داخلہ صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہی سے ممکن ہوگا۔ جنت کے مختلف درجات حقیقت میں اعمال صالحہ ہی کی بنیاد پر ہوں گے۔ ﴿ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ ﴾ ''وہاں تمھارے لیے بہت سے پھل ہوں گے۔'' تمام انواع و اقسام کے مختلف پھل ہوں گے۔ ﴿ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿73﴾ ﴾ ''جن میں سے تم کھاؤ گے۔'' یعنی جنھیں پسند

[1] دیکھیے الروم، آیت: 15 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر القرطبي: 114/16.

کرو گے اور جن کے کھانے کا ارادہ کرو گے۔ کھانے پینے کے بعد پھلوں کا ذکر اس لیے کیا گیا تا کہ نعمتیں پوری ہو جائیں اور اہل جنت پر رشک بھی پورا پورا کیا جائے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات :74-80

بدبختوں کا برا انجام: سعادت مند لوگوں کے ذکر کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے بدبختوں کا ذکر شروع فرما دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿74﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ ﴾ ”اور بے شک مجرمین (کفار) ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہیں گے جو ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا“ یعنی ایک لمحے کے لیے بھی۔ ﴿ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿75﴾ ﴾ ”اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے“ یعنی وہ ہر خیر و بھلائی سے ناامید ہوں گے۔ ﴿ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿76﴾ ﴾ ”اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی (اپنے آپ پر) ظلم کرنے والے تھے“ یعنی اپنے برے اعمال کے سبب، ان پر قیام حجت اور رسولوں کے آنے کے بعد انھوں نے تکذیب اور نافرمانی کی تو انھیں اس کی پوری پوری سزا دی گئی۔ ﴿ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾ (حٰمٓ السجدة 46:41) ”اور آپ کا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔“ ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ ﴾ ”اور وہ پکاریں گے کہ اے مالک!“ مالک جہنم کے داروغے کا نام ہے۔

امام بخاری نے حجاج بن منہال از سفیان بن عیینہ از عمرو از عطاء از صفوان بن یعلی از یعلی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے، انھوں نے کہا: میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴾ ”اور پکاریں گے کہ اے مالک! آپ کا پروردگار ہمیں موت دے دے۔“[1] یعنی وہ ہماری روحیں قبض کرے اور اس عذاب سے نجات دے جس میں ہم مبتلا ہیں مگران کا حال یہ ہوگا کہ ﴿ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ﴾ (فاطر 36:35) ”ان کے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ اس کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ ﴾ (الأعلى 87 :11-13) ”اور (بے خوف) بدبخت پہلو تہی کرے گا، جو (قیامت کو) بڑی (تیز) آگ میں داخل ہوگا، پھر وہاں نہ مرے گا نہ جیے گا۔“ جب وہ یہ سوال کریں گے تو مالک انھیں جواب دے گا: ﴿ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿77﴾ ﴾ ”وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔“ یعنی تم اس سے نکل نہیں سکو گے اور نہ نجات پا سکو گے، پھر ان کی بدبختی کا سبب بھی ذکر کیا کہ وہ حق کی مخالفت کرتے اور اس سے دشمنی رکھتے تھے۔

فرمایا: ﴿ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ ﴾ ”یقیناً ہم تمھارے پاس حق لائے تھے۔“ یعنی ہم نے تمھارے سامنے حق کو بیان کر کے واضح کر دیا تھا اور اس کی پوری پوری تفصیل بیان کر دی تھی۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿78﴾ ﴾ ”اور لیکن تم میں سے اکثر

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف 77:43)، حديث : 4819.

قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿81﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ

(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں ہی (اس کی) عبادت کرنے والا ہوتا﴿81﴾ پاک ہے آسمانوں اور زمین کا رب، جو

الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ ﴿82﴾ فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ

عرش کا رب ہے، اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں﴿82﴾ چنانچہ آپ انھیں چھوڑ دیجیے، وہ (اپنے باطل خیالات میں) الجھے رہیں اور کھیل تماشے میں لگے

يُوۡعَدُوۡنَ ﴿83﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡعَلِيۡمُ ﴿84﴾

رہیں، حتی کہ وہ اپنے اس دن کو پالیں جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے﴿83﴾ اور وہی (اللہ) آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے۔ اور وہ

وَتَبٰرَكَ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۚ وَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ

بہت حکمت والا، خوب جاننے والا ہے﴿84﴾ اور وہ بہت بابرکت ذات ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس (سب)

وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿85﴾ وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا

کی بادشاہی ہے، اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے، اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے﴿85﴾ اور وہ اللہ کو چھوڑ کر جنھیں پکارتے ہیں، وہ سفارش کا اختیار

مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿86﴾ وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ

نہیں رکھتے، سوائے ان کے جنھوں نے حق کی گواہی دی، اور وہ علم بھی رکھتے ہیں﴿86﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انھیں کس نے پیدا کیا۔ تو وہ ضرور

اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿87﴾ وَقِيۡلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿88﴾ فَاصۡفَحۡ وقف لازم

کہیں گے: اللہ نے! پھر وہ کہاں بہکائے جاتے ہیں؟﴿87﴾ اس (رسول) کے اس قول کی قسم ہے کہ اے میرے رب! بے شک یہ لوگ ایمان نہیں لائیں

عَنۡهُمۡ وَقُلۡ سَلٰمٌ ؕ فَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿89﴾ ع 7/22/13

گے﴿88﴾ لہٰذا (اے نبی!) ان سے عفو ودرگزر کیجیے اور کہہ دیجیے: سلام ہے، پھر عنقریب وہ جان لیں گے﴿89﴾

حق کو ناپسند کرنے والے تھے۔'' تمھاری طبیعتیں حق قبول کرتی تھیں نہ اسے قبول کرنے پر آمادہ تھیں بلکہ وہ باطل کو مانتی اور اس کی تعظیم کرتی تھیں اور حق کی مخالفت کرتی، انکار کرتی اور اہل حق سے بغض رکھتی تھیں، لہٰذا اپنے آپ ہی کو ملامت کرو اور ندامت کا اظہار کرو لیکن اب اظہار ندامت بھی تمھارے کچھ کام نہ آئے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا مُبۡرِمُوۡنَ ﴿79﴾ ﴾ ''بلکہ انھوں نے ایک کام کا پختہ فیصلہ کیا تو یقیناً ہم بھی قطعی فیصلہ کرنے والے ہیں۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھوں نے بری تدبیر کا ارادہ کیا تو ہم نے بھی ان کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کیا۔[1] مجاہد کا یہ قول اسی طرح ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا وَّمَكَرۡنَا مَكۡرًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ۝ ﴾ (النمل 27:50) ''اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی ایک چال چلے اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔'' اس لیے کہ مشرکین باطل کے ساتھ حق کو رد کرنے کے لیے کئی حیلے بہانے اختیار کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلاف تدبیر کی اور ان کے حیلوں، بہانوں، چالوں اور سازشوں کا وبال انھی پر ڈال دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰىهُمۡ ؕ ﴾ ''کیا وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ

① تفسير الطبري: 128/25.

باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں؟'' یعنی ان کی خفیہ اور علانیہ سب باتوں کو سنتے ہیں۔ ﴿ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيۡهِمۡ يَكۡتُبُوۡنَ۝۸۰ ﴾ ''کیوں نہیں! (سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (ان کی سب باتیں) لکھ لیتے ہیں'' یعنی ہم ان کے حالات خوب جانتے ہیں اور فرشتے بھی ان کے چھوٹے بڑے سب اعمال لکھ رہے ہیں۔

تفسیر آیات:81-89

اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قُلۡ ﴾ ''کہہ دیں (اے محمد!)'' ﴿ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ۝۸۱ ﴾ ''اگر اللہ کی اولاد ہوتو میں (سب سے) پہلے (اس کی) عبادت کرنے والا ہوں'' یعنی اگر بالفرض ایسا ہوتو میں اس بات پر بھی اس کی عبادت کروں گا کیونکہ میں اس کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، وہ مجھے جو بھی حکم دے میں اس کے تمام احکام کی اطاعت بجالانے والا ہوں، میں اس کی عبادت سے تکبر اور اعراض نہیں کرتا، لہٰذا اگر بالفرض ایسا ہوتو میری طرف سے بھی ایسا ہوگا، یعنی میں اس کی عبادت و بندگی بجالاتا رہوں گا لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے حق میں ممکن نہیں کہ اس کی کوئی اولاد ہو اور یاد رہے شرط سے اس کا وقوع پذیر ہونا یا اس کا جواز لازم نہیں آتا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ○ ﴾ (الزمر 39:4) ''اگر اللہ کسی کو اولاد بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا، وہ پاک ہے، وہ تو اللہ یکتا (اور) انتہائی غالب ہے۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ۝۸۲ ﴾ ''یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں، آسمانوں اور زمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے'' یعنی تمام اشیاء کا خالق اس بات سے پاک اور منزہ ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو کیونکہ وہ تو یگانہ و یکتا اور احد و صمد ہے کوئی اس کی نظیر نہیں، کوئی اس کا ہمسر نہیں، لہٰذا اس کی کوئی اولاد نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا ﴾ ''آپ انھیں چھوڑ دیں (کہ وہ بے ہودہ گوئی میں) الجھے رہیں۔'' اپنی جہالت و ضلالت میں۔ ﴿ وَيَلۡعَبُوۡا ﴾ ''اور کھیلتے دیں'' دنیا میں۔ ﴿ حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ۝۸۳ ﴾ ''یہاں تک کہ جس دن کا وعدہ دیے جاتے ہیں اس سے ملیں۔'' اور وعدے کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے تو یہ عنقریب جان لیں گے کہ اس دن ان کا کیا حال ہوگا اور کس قسم کے انجام سے دوچار ہوں گے۔

رب تعالیٰ کی توحید کا بیان: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِىۡ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ ﴾ ''اور وہ (اکیلا) آسمانوں میں معبود ہے اور (وہی) زمین میں معبود ہے'' یعنی آسمان والوں کا بھی وہی معبود ہے اور زمین والوں کا بھی وہی، آسمان و زمین دونوں کے باشندے اسی کی عبادت کرتے ہیں، سب اسی کے آگے جھکے ہوئے ہیں اور اسی کے آگے عاجز و درماندہ ہیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الۡاَرۡضِ ؕ يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ وَيَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُوۡنَ ○ ﴾ (الأنعام 6:3) ''اور آسمان اور زمین میں وہ (ایک) اللہ ہے، تمھاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے اور تم جو عمل کرتے ہو، اس سے بھی واقف ہے'' یعنی آسمانوں اور زمینوں میں اسی کو اللہ کہا جاتا ہے۔ ﴿ وَتَبٰرَكَ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۚ ﴾

''اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لیے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے'' یعنی وہی آسمانوں اور زمین کا خالق و مالک اور بلا روک ٹوک تصرف فرمانے والا ہے، وہ اولاد سے پاک، بلند و بابرکت ہے، یعنی وہ ذات گرامی تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے کیونکہ وہ رب تعالیٰ عظیم ہے، تمام اشیاء کا مالک، تمام امور کو کم کرنا یا پورا کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ﴿وَعِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ ۚ﴾ ''اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے'' یعنی: ﴿لَا يُجَلِّيۡهَا لِوَقۡتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ۘ﴾ (الأعراف 187:7) ''وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔'' ﴿وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' تو وہ ہر ایک کو اس کے عمل کے مطابق بدلہ دے گا، اگر عمل اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر برے ہوئے تو بری سزا۔

بتوں کی شفاعت کی نفی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ﴾ ''اور جنھیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ اختیار نہیں رکھتے'' یعنی اصنام اور بت وغیرہ۔ ﴿الشَّفَاعَةَ﴾ ''سفارش کا'' یعنی یہ ان کے لیے سفارش کی طاقت نہیں رکھتے۔ ﴿اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴾ ''مگر وہ جو حق کی گواہی دیں جبکہ وہ علم بھی رکھتے ہوں۔'' یہ استثناء منقطع ہے، یعنی جو بصیرت اور علم کے ساتھ حق کی گواہی دیں تو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ان کی سفارش اس کے ہاں نفع دے سکتی ہے۔

مشرکین کا اعتراف کہ خالق صرف اللہ ہی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴾ ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انھیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو البتہ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے تو پھر وہ کہاں پھرے جاتے ہیں؟'' یعنی اگر آپ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں اور اس کے ساتھ غیروں کی پوجا کرنے والوں سے پوچھیں کہ ﴿مَّنۡ خَلَقَهُمۡ لَيَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ﴾ ''انھیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو البتہ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے'' یعنی وہ اس بات کا تو اعتراف کرتے ہیں کہ تمام اشیاء کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کے بارے میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے باوجود وہ اس کے ساتھ غیروں کی بھی پوجا کرتے ہیں جو کسی چیز کے مالک نہیں اور نہ کسی چیز کی قدرت رکھتے ہیں گویا وہ حد درجہ کی جہالت اور بے وقوفی میں مبتلا ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَاَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴾ ''تو پھر وہ کہاں پھرے جاتے ہیں۔''

نبی ﷺ کا شکوہ اللہ تعالیٰ کے حضور: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَقِيۡلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَاۤءِ قَوۡمٌ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ۘ﴾ ''قسم اس (رسول) کے یہ کہنے کی کہ اے میرے پروردگار! بے شک یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے'' یعنی محمد ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کے سامنے اپنی قوم کے ان لوگوں کا شکوہ کیا جنھوں نے آپ کی تکذیب کی تھی اور کہا کہ پروردگار! یہ ایسے لوگ ہیں کہ یہ ایمان نہیں لاتے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الرَّسُوۡلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا ۝﴾ (الفرقان 30:25) ''اور پیغمبر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔'' مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مجاہد اور قتادہ کا قول ہے۔[1] نیز امام ابن جریر طبری نے بھی اس کی تفسیر

---

[1] تفسیر الطبری: 136/25 و صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿وَنَادَوۡا يٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا﴾ (الزخرف 77:43)، بعد الحدیث: 4819.

میں اس طرح فرمایا ہے۔ ① امام بخاری نے کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت [وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ] فرمائی ہے۔ ② اور مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ کے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی بات پوری فرمائی۔ ③ اور قتادہ نے کہا ہے کہ یہ تمھارے نبی ﷺ کا قول ہے جس میں آپ نے رب تعالیٰ کے پاس اپنی قوم کا شکوہ کیا ہے۔ ④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ ﴾ ''پس آپ ان سے منہ پھیر لیں۔''یعنی مشرکین سے۔ ﴿ وَقُلْ سَلٰمٌ ﴾ ''اور سلام کہہ دیں''یعنی جس طرح مخاطب ہوتے ہوئے وہ لوگ بری زبان استعمال کرتے ہیں آپ اس طرح کی زبان استعمال نہ کریں بلکہ ان سے اچھے انداز میں گفتگو فرمائیں اور ان سے فعلی اور قولی ہر طرح سے درگزر فرمائیں۔ ﴿ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴾ ''پھر عنقریب وہ جان لیں گے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے سرزنش ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی ایسی گرفت میں لیا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا تھا اور اس نے اپنے دین اور اپنے کلمے کو سربلند کیا اور پھر اس کے بعد اس نے جہاد اور کفار کے ساتھ سختی کی بھی اجازت دے دی حتی کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہوگئے اور اسلام مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ .

سورۂ زخرف کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

---

① تفسیر الطبری :135/25. ② صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ ﴾ (الزخرف 43:77)، بعد الحدیث: 4819. ③ تفسیر الطبری : 136/25. ④ تفسیر الطبری :136/25 .

تفسیر
سُورۂ دُخان

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ③ فِيْهَا

حٰمٓ① قسم ہے واضح کتاب کی② بلاشبہ ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں نازل کیا، بے شک ہم ڈرانے والے ہیں③ اسی (رات) میں ہر محکم

يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ④ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑤ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ

معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے④ خاص ہمارے حکم سے، بے شک ہم ہی (رسول) بھیجنے والے ہیں⑤ آپ کے رب کی خاص رحمت سے، بلاشبہ وہی خوب

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑥ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ وقف لازم

سننے والا، خوب جاننے والا ہے⑥ جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے، اور (ان کا بھی) جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، اگر تم یقین کرنے والے ہو⑦

مُّوْقِنِيْنَ ⑦ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ⑧

اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے، اور وہی مارتا ہے، وہی تمھارا اور تمھارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے⑧

سورۂ دخان کی فضیلت: مسند بزار میں بروایت ابوطفیل عامر بن واثلہ از زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیاد سے فرمایا: [إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبأً فَأَخْبِرْنِي مَا هُوَ؟] ''میں نے تمھارے لیے کچھ چھپایا ہے تو مجھے بتاؤ وہ کیا ہے؟'' اور اس وقت رسول اللہ ﷺ نے سورۂ دخان کو اس کے لیے مخفی رکھا ہوا تھا تو اس نے کہا کہ وہ دُخّ ہے، آپ نے فرمایا: [اِخْسَهْ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ] ''تیرا برا ہو جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔'' پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے۔ ①

تفسیر آیات:1-8

قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے اسے مبارک رات میں نازل فرمایا اور مبارک رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ (القدر 1:97) ''بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا'' اور یہ لیلۃ القدر رمضان کی رات تھی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرة 185:2) ''رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن نازل کیا گیا'' اس بارے میں احادیث مبارکہ ہم نے سورۂ بقرہ میں ذکر کی

① مسند البزار: 169,168/4، حدیث: 1334، دیگر کتب احادیث میں [اِخْسَهْ] کے بجائے [اِخْسَأْ] ہے۔

بَلۡ هُمۡ فِیۡ شَكٍّ یَّلۡعَبُوۡنَ ⑨ فَارۡتَقِبۡ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ ⑩ یَّغۡشَی

(مگر کفار کو یقین نہیں) بلکہ وہ شک وشبہ میں پڑے کھیل رہے ہیں⑨ تو آپ اس دن کا انتظار کیجیے جب آسمان صاف دھواں لائے گا⑩ جو لوگوں کو

النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ⑪ رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ⑫ اَنّٰی لَهُمُ

ڈھانپ لے گا (کہا جائے گا:) یہ ہے دردناک عذاب!⑪ (کافر کہیں گے:) اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب ہٹا دے بلاشبہ ہم ایمان لانے والے

الذِّكۡرٰی وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ ⑬ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ⑭ وقف لازم

ہیں⑫ ان کے لیے نصیحت کیونکر ہوگی جبکہ ان کے پاس ایک ظاہر وباہر رسول آگیا⑬ پھر وہ اس سے پھر گئے اور (بعض نے) کہا: یہ تو سکھایا پڑھایا ہے

اِنَّا كَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِیۡلًا اِنَّكُمۡ عَآئِدُوۡنَ ⑮ یَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَةَ الۡكُبۡرٰی ۚ وقف لازم

(اور بعض نے کہا:) دیوانہ ہے⑭ بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب دور کرنے والے ہیں، بلاشبہ تم لوٹنے والے ہو⑮ جس دن ہم بہت بڑی پکڑ

اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ⑯

پکڑیں گے، یقیناً ہم انتقام لینے والے ہیں⑯

ہیں۔ [1] لہٰذا اب ان کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِیۡنَ ③ ﴾ ”بے شک ہم تو ڈرانے والے ہیں۔“ یعنی لوگوں کو یہ معلوم کروانا چاہتے ہیں کہ شرعاً ان کے لیے نفع بخش چیز کون سی ہے اور نقصان دہ کون سی تاکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِیۡهَا یُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِیۡمٍ ④ ﴾ ”اسی (رات) میں تمام حکمت کے کاموں کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔“ یعنی لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے لے کر ایک سال کے معاملات کے فیصلے فرشتوں کے سپرد کر دیے جاتے ہیں جن میں لوگوں کی موت، رزق اور اس نوع کے دیگر فیصلے ہوتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما، مجاہد، ابو مالک، ضحاک اور کئی ایک ائمۂ سلف رحمہم اللہ سے اسی طرح مروی ہے۔ [2] ﴿ حَكِیۡمٍ ④ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ فیصلے ایسے محکم ہوتے ہیں کہ ان میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کر سکتا، اسی لیے اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ ﴾ ”ہمارے ہاں سے حکم ہو کر۔“ یعنی جو کچھ بھی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو بھی فیصلہ فرماتا ہے وہ اس کے حکم، اس کی اجازت اور اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔ ﴿ اِنَّا كُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ ⑤ ﴾ ”بے شک ہم ہی (پیغمبروں کو) بھیجتے ہیں۔“ یعنی لوگوں کی طرف ہم نے اپنے پیغمبر کو بھیجا ہے جو انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی روشن آیات پڑھ کر سناتے ہیں کیونکہ اس وقت پیغمبر کے بھیجنے کی شدید ضرورت تھی، ﴿ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ⑥ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا ۘ ﴾ ”یہ آپ کے پروردگار کی رحمت ہے، وہ تو بڑا سننے والا، نہایت جاننے والا ہے، آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے، سب کا مالک ہے۔“ یعنی جس نے قرآن کو نازل فرمایا ہے، وہ آسمانوں، زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب کا رب، خالق اور مالک ہے۔ ﴿ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّوۡقِنِیۡنَ ⑦ ﴾ ”بشرطیکہ تم (لوگ)

[1] دیکھیے البقرۃ، آیت: 185 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر الطبری: 140,139/25 و تفسیر ابن أبی حاتم: 3287/10.

یقین کرنے والے ہو۔'' یعنی تم اس بات کا یقین کرو کہ آسمان وزمین اوران کے درمیان کی تمام اشیاء کا صرف وہی خالق و مالک ہے۔ ﴿ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡيٖ وَيُمِيۡتُ ؕ رَبُّكُمۡ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے (وہی) تمھارا پروردگار اور تمھارے پہلے آباء واجداد کا پروردگار ہے۔'' یہ آیت اس طرح ہے جیسے یہ آیت کریمہ ہے: ﴿ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَيۡكُمۡ جَمِيۡعَا ا۟لَّذِيۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحۡيٖ وَيُمِيۡتُ ﴾ (الأعراف 158:7) ''(اے محمد!) کہہ دیں کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندگانی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔''

تفسیر آیات :9-16

مشرکین کو اس دن سے ڈرانا جس میں آسمان سے دھواں نکلے گا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ مشرکین ﴿ فِيۡ شَكٍّ يَّلۡعَبُوۡنَ ۝﴾ ''شک میں کھیل رہے ہیں۔'' ان کے پاس حق یقیناً آ گیا ہے لیکن یہ لوگ اس میں شک کر رہے ہیں اور اس کی تصدیق نہیں کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَارۡتَقِبۡ يَوۡمَ تَاۡتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيۡنٍ ۝﴾ ''تو آپ اس دن کا انتظار کریں کہ (جس دن) آسمان صریح دھویں کے ساتھ آئے گا۔'' مسروق سے روایت ہے کہ ابواب کندہ کے پاس سے ہم مسجد کوفہ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک شخص اس آیت کریمہ کے حوالے سے بیان کر رہا اور اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ تمھیں معلوم ہے کہ اس دھویں سے کیا مراد ہے۔ یہ دھواں قیامت کے دن آئے گا اور منافقوں کے کانوں اور آنکھوں کو پکڑ لے گا اور مومنوں کو اس سے زکام کی سی شکایت ہوگی۔ مسروق کہتے ہیں کہ ہم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں اس کا ذکر کیا تو وہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے اور گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے: ﴿ قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ ۝﴾ (صٓ 86:38) ''(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ میں تم سے اس کا صلہ نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔'' یہ بھی علم کی بات ہے کہ آدمی جس چیز کو نہ جانتا ہو تو اس کے بارے میں یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ ہی زیادہ بہتر جانتا ہے، میں تمھیں اس کے بارے میں بتاتا ہوں، بات یہ ہے کہ قریش نے جب اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ نے ان کے لیے یوسف علیہ السلام کے دور جیسی قحط سالی کی بددعا فرمائی تو وہ بدترین قسم کی قحط سالی میں مبتلا ہو گئے حتی کہ بھوک سے ناچار ہو کر انھوں نے ہڈیوں اور مردار تک کو کھایا، پریشانی کے اس دور میں جب وہ آنکھیں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے تو انھیں دھواں ہی دھواں نظر آتا۔[1] اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آدمی آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک کی وجہ سے اسے اپنے اور آسمان کے مابین دھواں سا نظر آتا۔[2]

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ رَبَّنَا اكۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ۝﴾ (الدخان 44: 12)، حديث: 4822 و صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب الدخان، حديث: 2798 واللفظ له ومسند أحمد: 431/1. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ۝﴾ (الدخان 13:44)، حديث: 4823 وصحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب الدخان، حديث: (40)-2798.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ﴾ ’’تو آپ اس دن کا انتظار کیجیے کہ آسمان صریح دھویں کے ساتھ آئے گا جو لوگوں پر چھا جائے گا، یہ درد دینے والا عذاب ہے۔‘‘ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! خاندان مضر کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ یہ لوگ تباہی کے قریب پہنچ گئے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو بارش نازل ہوگئی تو اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝ ﴾ ’’بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب دور کرنے والے ہیں، بلاشبہ تم دوبارہ وہی کرنے والے ہو۔‘‘ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وہ ان سے روز قیامت عذاب کو دور کردے گا؟ جب قریش کو خوش حالی نصیب ہوگئی تو پھر اپنی پہلی حالت ہی کی طرف پلٹ آئے تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ ﴾ ’’جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے تو بے شک ہم انتقام لے کر چھوڑیں گے۔‘‘ یعنی بدر کے دن۔ [1] ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پانچ علامتیں گزر چکی ہیں: (1) دھواں (2) رومیوں کی فتح (3) شق قمر (4) سخت پکڑ اور (5) بدر کا دن۔ یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ [2]

امام احمد رحمہ اللہ نے اسے اپنی مسند میں روایت کیا ہے، ترمذی ونسائی کی کتاب التفسیر میں بھی ہے، نیز ابن جریر اور ابن ابوحاتم نے بھی اسے متعدد اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [3] ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ کی جو یہ تفسیر بیان کی ہے کہ دھواں گزر چکا ہے، اس سے ائمۂ سلف کی ایک جماعت، مثلاً: مجاہد، ابوالعالیہ، ابراہیم نخعی، ضحاک اور عطیہ عوفی رحمہم اللہ نے بھی اتفاق کیا ہے۔ [4] اور ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ [5]

ابوسَرِیحہ حذیفہ بن اَسِید غِفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بالاخانے سے ہمیں جھانک کر دیکھا جبکہ ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى (تَرَوْا) عَشْرَ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا، وَالدُّخَانُ، وَالدَّابَّةُ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَالدَّجَّالِ، وَ(ثَلَاثَةُ) خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِعَدَنٍ (تَسُوقُ النَّاسَ) أَوْتَحْشُرُ النَّاسَ، تَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا] ’’قیامت اس وقت تک

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (الدخان 44:11)، حديث : 4821 و صحيح مسلم، صفات المنافقين...... باب الدخان، حديث:(40)-2798. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ إِنَّا مُنْتَقِمُونَ ﴾ (الدخان 44:16)، حديث : 4825 وصحيح مسلم، صفات المنافقين...... باب الدخان، حديث:2798. [3] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة الدخان، حديث : 3254 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴾ :455/6، حديث: 11481 و تفسير الطبري:145،144/25. ملحوظہ: یہ روایت ہمیں مسند احمد میں نہیں ملی۔ [4] تفسير الطبري : 146/25 .

[5] تفسير الطبري:148/25.

قائم نہ ہوگی، جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو: (1) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (2) دھواں (3) جانور (4) یاجوج ماجوج کا نکلنا (5) عیسیٰ ابن مریم کا آنا (6) دجال (7) زمین میں زندہ دھنس جانے کے تین واقعات، ایک مشرق میں دھنسنا (8) ایک مغرب میں دھنسنا اور (9) جزیرۃ العرب میں دھنسنا (10) ایک آگ جو عدن کے زیریں علاقے کی طرف سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک لے جائے گی یا لوگوں کو اکٹھا کر دے گی وہاں رات گزارے گی جہاں وہ شب بسر کریں گے اور وہ ان کے ساتھ قیلولہ کرے (دوپہر کو سوئے) گی جہاں وہ قیلولہ کریں گے۔'' اس حدیث کو امام مسلم ہی نے روایت کیا ہے [1] (امام بخاری رحمہ اللہ نے نہیں۔)

اور صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابن صیّاد سے فرمایا تھا: [إِنِّي قَدْ خَبَأْتُ لَكَ خَبِئًا] ''یقیناً میں نے تیرے لیے ایک چیز کو چھپایا ہے۔'' اس نے جواب دیا کہ وہ دُخ ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِخْسَأْ، فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ] ''تیرا برا ہو تو اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکے گا۔'' [2] راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے جی میں اس وقت اس آیت کا تصور کیا تھا: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴾ [3] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دھواں بھی ان باتوں میں سے ہے جن کے وقوع پذیر ہونے کا انتظار کیا جا رہا ہے، ابن صیاد کاہنوں کے طریقے پر جنوں کی زبان سے بات کرتا تھا اور یہ لوگ عبارت کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، اسی وجہ سے اس نے درخ کہا اور اس سے اس کی مراد دخان تھا، اس سے رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہو گیا کہ اس کا مادہ شیطانی ہے، اسی لیے تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تھا: [إِخْسَأْ فَلَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ] ''تیرا برا ہو تو اپنی حد سے تجاوز نہیں کر سکے گا۔'' [4]

بہت سی مرفوع، موقوف، صحیح، حسن اور دیگر درجوں کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ دھواں بھی قیامت کی ان نشانیوں میں سے ہے جن کا انتظار کیا جا رہا ہے اور پھر قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے بھی بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴾ ''تو آپ اس دن کا انتظار کریں کہ آسمان صریح دھویں کے ساتھ آئے گا۔'' یعنی ایسا صاف اور واضح دھواں ہوگا جسے ہر کوئی دیکھ لے گا جبکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد وہ خیالی دھواں ہے جو کفار قریش کو شدید بھوک اور تکلیف کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا لیکن یہ بات درست معلوم نہیں

---

[1] صحیح مسلم، الفتن......، باب فی الآیات التی تکون قبل الساعۃ، حدیث: 2901 جبکہ قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، الفتن، باب ماجاء فی الخسف، حدیث: 2183 میں ہیں اور باقی حدیث مسند أحمد: 7/4 کے مطابق ہے۔
[2] صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب کیف یعرض الإسلام علی الصبی؟ حدیث: 3055 وصحیح مسلم، الفتن، باب ذکر ابن صیاد، حدیث: 2930 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ. [3] راوی کے یہ الفاظ کہ رسول اللہ نے اس وقت آیت: ﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴾ کا تصور کیا تھا، صحیحین میں نہیں ملے، البتہ مسند البزار: 169,168/4، حدیث: 1334 میں ہے کہ آپ ﷺ نے سورۂ دخان کا تصور کیا تھا، اسی طرح ہیثمی نے بھی کشف الأستار: 144/4، باب فی ابن صیاد، حدیث: 3399 میں ذکر کیا ہے۔ واللہ أعلم. [4] دیکھیے صحیح البخاری، حدیث: 3055 وصحیح مسلم، حدیث: 2930 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ.

ہوتی کیونکہ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿ یَّغۡشَی النَّاسَ ؕ ﴾ ”جو لوگوں پر چھا جائے گا۔“ یعنی سب لوگوں کو ڈھانپ کر اپنی لپیٹ میں لے لے گا، اگر اس سے مراد محض خیالی بات ہوتی جو مشرکین مکہ ہی کے ساتھ خاص تھی تو پھر اس کے بارے میں یہ نہ کہا جاتا: ﴿ یَّغۡشَی النَّاسَ ؕ ﴾ ”جو لوگوں پر چھا جائے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ ﴾ ”یہ درد دینے والا عذاب ہے۔“ یعنی انھیں ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ یہ درد دینے والا عذاب ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَوۡمَ یُدَعُّوۡنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِهَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ ﴾ (الطور 52:13،14) ”جس دن ان کو آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا، (اور کہا جائے گا:) یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔“ یا وہ خود ایک دوسرے سے یہ الفاظ کہیں گے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رَبَّنَا اکۡشِفۡ عَنَّا الۡعَذَابَ اِنَّا مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲﴾ ﴾ ”اے ہمارے پروردگار! ہم سے اس عذاب کو دور کر دے۔ یقیناً ہم ایمان لاتے ہیں۔“ یعنی کافر جب عذاب الٰہی کو دیکھیں گے تو وہ کہیں گے کہ اے اللہ! اس عذاب کو ہم سے دور کر دے جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَی النَّارِ فَقَالُوۡا یٰلَیۡتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۷﴾ ﴾ (الأنعام 6:27) ”اور کاش! آپ (ان کو اس وقت) دیکھیں جب یہ دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کہ اے کاش! ہم پھر (دنیا میں) لوٹا دیے جائیں اور اپنے پروردگار کی آیتوں کی تکذیب نہ کریں اور مومن ہو جائیں۔“ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنۡذِرِ النَّاسَ یَوۡمَ یَاۡتِیۡهِمُ الۡعَذَابُ فَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَکَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمۡ تَکُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَکُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ ﴾ (إبراهيم 14:44) ”اور لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں کہ جب ان پر عذاب آ جائے گا، تو تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کر (تاکہ) ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور (تیرے) پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تم کو (اس حال سے جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔“ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ اَنّٰی لَهُمُ الذِّکۡرٰی وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾ ﴾ ”(اس وقت) ان کو نصیحت کہاں (مفید) ہوگی جبکہ ان کے پاس پیغمبر آ چکے جو کھول کھول کر بیان کر دیتے تھے، پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت انھیں نصیحت کہاں حاصل ہوگی جبکہ ہم نے ان کی طرف اپنے رسول کو بھیجا تھا جس نے ان تک ہمارے پیغام کو پہنچایا اور انھیں واضح طور پر ڈر سنایا تھا لیکن انھوں نے اس سے منہ پھیر لیا، اس کی تصدیق نہ کی بلکہ تکذیب کی اور کہا کہ اس کو کسی نے پڑھایا ہے اور یہ تو دیوانہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ یَوۡمَئِذٍ یَّتَذَکَّرُ الۡاِنۡسَانُ وَاَنّٰی لَهُ الذِّکۡرٰی ﴿ؕ۲۳﴾ ﴾ (الفجر 89:23) ”تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر (اب) انتباہ (سے) اسے (فائدہ) کہاں مل سکے گا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ فَزِعُوۡا فَلَا فَوۡتَ وَاُخِذُوۡا مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ ﴿ۙ۵۱﴾ وَّقَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ⑰ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ

اور البتہ تحقیق ان سے پہلے ہم نے قومِ فرعون کو آزمایا، اور ان کے پاس ایک معزز رسول آیا تھا ⑰ (اس نے کہا:) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل)

اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ⑱ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ

کو میرے حوالے کردو، بے شک میں تمھارے لیے امانت دار رسول ہوں ⑱ اور یہ کہ تم اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، بلاشبہ میں

مُّبِيْنٍ ⑲ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ⑳ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

تمھارے سامنے واضح دلیل پیش کرتا ہوں ⑲ اور بلاشبہ میں نے اپنے رب اور تمھارے رب کی پناہ لی ہے اس سے کہ تم مجھے سنگسار

فَاعْتَزِلُوْنِ ㉑ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ㉒ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ الثلثة

کردو ⑳ اور اگر تم میری بات پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہو جاؤ ㉑ پھر اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بلاشبہ یہ لوگ تو مجرم ہیں ㉒

مُّتَّبَعُوْنَ ㉓ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ㉔ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ

(حکم ہوا کہ) اب میرے بندوں کو راتوں رات لے چل، یقیناً تمھارا پیچھا کیا جائے گا ㉓ اور تو سمندر کو ساکن و خشک چھوڑ جا، بلاشبہ یہ لوگ

وَّعُيُوْنٍ ㉕ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ㉖ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ㉗ كَذٰلِكَ قف

(آلِ فرعون) غرق شدہ لشکر ہیں ㉔ وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے ㉕ اور کھیتیاں اور شاندار محل ㉖ اور سامانِ عیش جن میں وہ مزے

وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ㉘ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا

کر رہے تھے ㉗ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان (سب) کا وارث بنا دیا ㉘ پھر ان پر آسمان اور زمین نہ روئے، اور نہ

مُنْظَرِيْنَ ㉙ ع وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ㉚ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ ع 1 29 14

انھیں مہلت دی گئی ㉙ اور البتہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو رسوا کن عذاب سے نجات دی ㉚ (یعنی) فرعون سے، بلاشبہ وہ بڑا ہی سرکش (اور)

كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ㉛ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ㉜ وَاٰتَيْنٰهُمْ

حد سے گزرنے والوں میں سے تھا ㉛ اور البتہ بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو جانتے بوجھتے ہوئے جہانوں پر ترجیح دی ㉜ اور ہم نے انھیں

مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ㉝

نشانیاں دی تھیں جن میں کھلی آزمائش تھی ㉝

مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴾ (سبا 34: 51، 52) ”اور کاش! آپ دیکھیں جب یہ گھبرا جائیں گے تو (عذاب سے) بچ نہیں سکیں گے اور نزدیک ہی سے پکڑ لیے جائیں گے اور کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) اتنی دور سے ان کے لیے (ایمان کا) حصول کیسے ممکن ہے!“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ⑮ ﴾ ”بے شک ہم تھوڑی دیر کے لیے عذاب ٹال دیتے ہیں (مگر پھر) بلاشبہ دوبارہ تم وہی (کچھ) کرنے والے ہو۔“ معنی یہ ہیں کہ اگر ہم تم سے عذاب ٹال دیں اور تمھیں دنیا میں ایک بار پھر لوٹا دیں تو تم پھر کفر اور تکذیب کی روش کو اختیار کرلو گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ

﴿ مِنۡ ضُرٍّ لَّلَجُّوۡا فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ ○ ﴾ (المؤمنون 23:75) ''اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کر دیں تو اپنی سرکشی پر اڑے رہیں (اور) بھٹکتے پھریں۔'' نیز فرمایا: ﴿ وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ○ ﴾ (الأنعام 6:28) ''اور اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا، وہی پھر کرنے لگیں، کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔''

﴿ الۡبَطۡشَةَ الۡكُبۡرٰی ﴾ کی تفسیر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَوۡمَ نَبۡطِشُ الۡبَطۡشَةَ الۡكُبۡرٰی ۚ اِنَّا مُنۡتَقِمُوۡنَ ⑯ ﴾ ''جس دن ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر غزوۂ بدر سے کی ہے۔[1] اور اس جماعت کا بھی یہی قول ہے جنھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دخان کے بارے میں تفسیر سے اتفاق کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی بروایت عوفی یہی مروی ہے۔[2] نیز اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔[3] گو اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہو لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سخت پکڑ سے قیامت کے دن کی پکڑ مراد ہے۔ غزوۂ بدر بھی اگرچہ کفار کے لیے ایک پکڑ تھی لیکن ابن جریر رحمہ اللہ نے بروایت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ سخت پکڑ سے مراد بدر کا دن ہے مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔[4] اس روایت کی سند صحیح ہے اور امام حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔[5] اور زیادہ صحیح روایت کے مطابق عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی روایت کیا ہے کہ یہ قیامت کے دن کی طرف اشارہ ہے۔ وَاللّٰهُ أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات: 17-33

بنی اسرائیل کی نجات: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان مشرکین سے پہلے ہم نے قوم فرعون، یعنی مصر کے قبطیوں کی بھی آزمائش کی تھی ﴿ وَجَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ كَرِیۡمٌ ⑰ ﴾ ''اور ان کے پاس ایک عالی قدر پیغمبر آئے۔'' یعنی موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ﴿ اَنۡ اَدُّوۡۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''(جنھوں نے) یہ (کہا) کہ اللہ کے بندوں (بنی اسرائیل) کو میرے حوالے کر دو۔'' جیسا کہ دوسری جگہ ہے: ﴿ فَاَرۡسِلۡ مَعَنَا بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبۡهُمۡ ؕ قَدۡ جِئۡنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡهُدٰی ○ ﴾ (طٰهٰ 20:47) ''تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ (جانے کے لیے) چھوڑ دے اور انھیں تکلیف نہ دے ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی پیروی کرے اس پر سلامتی ہو۔'' ﴿ اِنِّیۡ لَكُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ⑱ ﴾ ''بے شک میں تمھارا امانت دار پیغمبر ہوں۔'' یعنی میں تمھیں جو بات پہنچاتا ہوں اس میں امین ہوں ﴿ وَّاَنۡ لَّا تَعۡلُوۡا عَلَی اللّٰهِ ۚ ﴾ ''اور اللہ کے سامنے سرکشی نہ کرو۔'' یعنی اس کی آیات کی اتباع، اس کے دلائل کو تسلیم کرنے اور اس کی براہین پر ایمان لانے کے بجائے تکبر نہ کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِیۡ سَیَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیۡنَ ○ ﴾ (المؤمن 40:60) ''بے شک جو لوگ میری عبادت سے ازراہِ تکبر کنارہ کشی کرتے ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔''

---

① تفسیر الطبری :25/146. ② تفسیر القرطبی :16/134. ③ تفسیر القرطبی :16/134. ④ تفسیر الطبری :25/152. ⑤ تفسیر الطبری :25/152.

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنِّیۡۤ اٰتِیۡكُمۡ بِسُلۡطٰنٍ مُّبِیۡنٍ ⑲ ﴾ ''میں تمھارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں۔'' یعنی واضح اور ظاہر دلیل اور اس سے مراد وہ روشن آیات اور قطعی دلائل ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ ﴿ وَ اِنِّیۡ عُذۡتُ بِرَبِّیۡ وَ رَبِّكُمۡ اَنۡ تَرۡجُمُوۡنِ ⑳ ﴾ ''اور اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو بے شک میں اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابو صالح کا قول ہے کہ اس سے زبان کی سنگ زنی، یعنی گالی گلوچ مراد ہے۔ ① اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد پتھروں سے مارنا ہے، ② یعنی میں اس اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس نے مجھے اور تمھیں پیدا فرمایا ہے کہ تم قول یا فعل سے میرے ساتھ کوئی برا سلوک کرو۔ ﴿ وَ اِنۡ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا لِیۡ فَاعۡتَزِلُوۡنِ ㉑ ﴾ ''اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔'' میرے منہ نہ لگو، میرے اور اپنے معاملے کو چھوڑ دو حتی کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا، جب موسیٰ علیہ السلام کا قیام ان میں طول اختیار کر گیا اور انھوں نے ان پر اللہ تعالیٰ کے تمام دلائل کو ثابت کر دیا مگر اس سے ان کے کفر اور دشمنی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تو انھوں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے ان کے بارے میں بددعا کی جو ان کے بارے میں پوری طرح نافذ ہوگئی تھی جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَ قَالَ مُوۡسٰی رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَاَهٗ زِیۡنَةً وَّ اَمۡوَالًا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِكَ ۚ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰۤی اَمۡوَالِهِمۡ وَ اشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡا حَتّٰی یَرَوُا الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ ۝ قَالَ قَدۡ اُجِیۡبَتۡ دَّعۡوَتُكُمَا فَاسۡتَقِیۡمَا ﴾ (یونس 10:88,89) ''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے، اے ہمارے پروردگار! اس لیے کہ تیرے رستے سے گمراہ کر دیں، اے ہمارے پروردگار! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں، جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔ اللہ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، لہٰذا تم ثابت قدم رہنا۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوۡمٌ مُّجۡرِمُوۡنَ ㉒ ﴾ ''تب اس (موسیٰ) نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یقیناً یہ مجرم لوگ ہیں۔'' تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دے دیا کہ وہ فرعون کی اجازت، مشورے اور اذن کے بغیر بنی اسرائیل کو ان کے ہاں سے نکال کر لے جائیں جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ فَاَسۡرِ بِعِبَادِیۡ لَیۡلًا اِنَّكُمۡ مُّتَّبَعُوۡنَ ㉓ ﴾ ''پس میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ بے شک (فرعونیوں کی طرف سے) تمھارا پیچھا کیا جائے گا۔'' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿ وَ لَقَدۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰۤی ۬ۙ اَنۡ اَسۡرِ بِعِبَادِیۡ فَاضۡرِبۡ لَهُمۡ طَرِیۡقًا فِی الۡبَحۡرِ یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخۡشٰی ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:77) ''اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ ہمارے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ، پھر ان کے لیے دریا میں (لاٹھی مار کر) خشک رستہ بناؤ، نہ تو تم کو پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔'' اور یہاں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ وَ اتۡرُكِ الۡبَحۡرَ رَهۡوًا ؕ اِنَّهُمۡ جُنۡدٌ مُّغۡرَقُوۡنَ ㉔ ﴾ ''اور دریا کو خشک ہی چھوڑ دو (تمھارے بعد) بلاشبہ ان کا تمام لشکر ڈبو دیا جائے گا۔''

① تفسیر الطبری: 155/25 و تفسیر القرطبی: 135/16. ② تفسیر الطبری: 155/25.

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے جب دریا عبور کر لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ دریا پر عصا ماریں تاکہ وہ پہلی حالت کی طرح ہو جائے تاکہ ان کے اور فرعون کے درمیان حائل ہو جائے اور وہ ان کے پاس نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دے دیا کہ دریا کو اسی طرح ساکن رہنے دیں اور ساتھ انھیں خوش خبری بھی سنا دی کہ اس تمام لشکر کو ڈبو دیا جائے گا اور تمھیں نہ تو فرعون کے آ پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ دریا میں غرق ہونے کا ڈر۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ ﴾ کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ دریا کو اسی شکل وصورت میں چھوڑ کر چل دو۔ [1] مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ رَهْوًا ۭ ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے اسی طرح خشک رستہ رہنے دو اور اسے اپنی اصلی حالت کی طرف پلٹ جانے کا حکم نہ دو بلکہ اسے اسی طرح رہنے دو حتی کہ ان کا آخری شخص تک اس میں داخل ہو جائے۔ [2] عکرمہ، ربیع بن انس، ضحاک، قتادہ، ابن زید، کعب احبار، سماک بن حرب اور دیگر کئی ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔ [3]

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ ﴾ ''وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے چھوڑ گئے اور کھیتیاں۔'' یعنی نہریں اور کنویں ﴿ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ ﴾ ''اور نفیس مکان۔'' یعنی نفیس مکانات اور عالی شان محلات۔ مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں: ﴿ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ ﴾ سے مراد منبر ہیں۔ [4] ﴿ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ ﴾ ''اور آرام کی چیزیں جن میں عیش کیا کرتے تھے۔'' یعنی وہ بہت عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے تھے جو چاہتے کھاتے اور پسندیدہ لباس پہنتے تھے، علاوہ ازیں انھیں مال ودولت کی فراوانی اور علاقے کی حکمرانی حاصل تھی مگر اس ساری عیش وعشرت، مال ودولت اور منصب واقتدار سے وہ بیک وقت محروم کر دیے گئے، انھوں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور جہنم رسید ہو گئے جو کہ بدترین ٹھکانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ ﴾ ''اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگوں کو ان کا مالک بنا دیا۔'' اور وہ بنی اسرائیل تھے۔ ﴿ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ ﴾ ''تو پھر ان پر نہ تو آسمان اور زمین روئے۔'' یعنی ان کے اعمال اچھے نہیں تھے کہ آسمان کے دروازوں سے اوپر چڑھتے ہوں اور اب وہ ان کے نہ چڑھنے کی وجہ سے روتے ہوں اور نہ زمین ہی کے مختلف علاقوں میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ اب وہ ان کی عدم موجودگی کو محسوس کرتی ہو، اس لیے وہ اسی بات کے مستحق تھے کہ انھیں ذرہ بھر مہلت نہ دی جاتی، اس لیے کہ وہ کفر، جرم، سرکشی اور دشمنی کی تمام حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کی: اے ابو العباس! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝ ﴾ تو کیا آسمان وزمین بھی کسی پر روتے ہیں؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں، مخلوقات میں سے ہر ایک کے لیے آسمان میں ایک دروازہ ہے جس سے اس کا رزق نازل ہوتا اور عمل اوپر جاتا ہے، جب مومن فوت ہو جاتا ہے تو اس کا وہ دروازہ بند کر دیا جاتا ہے جس سے اس کا عمل اوپر جاتا اور رزق نازل ہوتا تھا اور جب وہ اس کے عمل کو اوپر آتے ہوئے نہیں دیکھتا تو رونے لگتا ہے،

---

① تفسیر ابن أبی حاتم :3288/10. ② تفسیر الطبری :158/25 مختصراً. ③ تفسیر الطبری :158/25 . ④ تفسیر الطبری :159/25 .

اسی طرح جب وہ زمین اسے نہیں دیکھتی جس پر وہ نماز ادا کیا کرتا تھا اور اللہ کا ذکر کیا کرتا تھا تو وہ زمین بھی اس پر روتی ہے، قوم فرعون کے نہ تو زمین میں نیک آثار تھے اور نہ ان کا کوئی نیک عمل ہی اوپر جاتا تھا، اس لیے ان پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین۔[1] عوفی نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے۔[2]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدۡ نَجَّيۡنَا بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ مِنَ ٱلۡعَذَابِ ٱلۡمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِن فِرۡعَوۡنَۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيٗا مِّنَ ٱلۡمُسۡرِفِينَ ﴿٣١﴾ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی (یعنی) فرعون سے، بے شک وہ سرکش (اور) حد سے نکلا ہوا تھا۔'' اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر اپنے اس احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے انھیں فرعون کی ذلت ورسوائی سے نجات بخشی اور مشقت کے ان سخت کاموں سے بچا لیا جس میں فرعون نے انھیں لگا رکھا تھا ﴿ مِن فِرۡعَوۡنَۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيٗا ﴾ ''فرعون سے، بے شک وہ سرکش تھا۔'' ﴿ عَالِيٗا ﴾ کے معنی ہیں: متکبر، سرکش اور دشمن جیسا کہ فرمایا: ﴿ إِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِ ﴾ (القصص 28:4) ''بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَٱسۡتَكۡبَرُواْ وَكَانُواْ قَوۡمًا عَالِينَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:46) ''تو انھوں نے تکبر کیا اور وہ سرکش لوگ تھے۔'' ﴿ عَالِينَ ۝ ﴾ کے معنی ہیں کہ وہ حد سے بڑھ جانے والے تھے تو معنی یہ ہوئے کہ فرعون اپنے معاملے میں حد سے بڑھا ہوا تھا اور فی نفسہ بہت گھٹیا رائے کا مالک تھا۔

اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدِ ٱخۡتَرۡنَٰهُمۡ عَلَىٰ عِلۡمٍ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو اہل عالم سے دانستہ منتخب کیا۔'' مجاہد کہتے ہیں: ﴿ ٱخۡتَرۡنَٰهُمۡ عَلَىٰ عِلۡمٍ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ ﴾ کے معنی ہیں کہ ان لوگوں میں سے ان کا انتخاب کیا جو ان کے دور میں تھے۔[3] قتادہ کہتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں پر انھیں فائق کر دیا تھا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر زمانے کا ایک عالم ہوتا ہے۔[4] بہر حال یہ آیت اسی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ قَالَ يَٰمُوسَىٰٓ إِنِّي ٱصۡطَفَيۡتُكَ عَلَى ٱلنَّاسِ ﴾ (الأعراف 7:144) ''اس (اللہ) نے فرمایا: موسیٰ! میں نے تم کو لوگوں سے ممتاز کیا ہے۔'' یعنی اپنے زمانے کے لوگوں پر انھیں ممتاز کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام سے بھی فرمایا تھا: ﴿ وَٱصۡطَفَىٰكِ عَلَىٰ نِسَآءِ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝ ﴾ (آل عمران 3:42) ''اور اس نے تجھے جہان کی عورتوں پر منتخب کیا ہے۔'' یعنی اپنے زمانے کی عورتوں میں سے وہ منتخب تھیں جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان سے افضل یا شرف وفضل میں ان کے مساوی ہیں، اسی طرح فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی، نیز آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: [إِنَّ فَضْلَ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ] ''بے شک عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام خواتین پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو دیگر تمام کھانوں پر فضیلت حاصل ہے۔''[5] اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَءَاتَيۡنَٰهُم مِّنَ ٱلۡأٓيَٰتِ ﴾ ''اور ہم نے انھیں نشانیاں دی تھیں۔'' یعنی دلائل وبراہین

[1] تفسیر الطبری :161/25. [2] تفسیر الطبری :162/25. [3] تفسیر الطبری :164/25. [4] تفسیر الطبری : 163/25. [5] صحیح البخاری، أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿ وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلٗا لِّلَّذِينَ ...... ﴾ (التحریم 66:11،12)، حدیث:3411 و صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل خدیجة أم المؤمنین رضی اللہ عنہا، حدیث:2431 عن أبي موسیٰ رضی اللہ عنہ.

اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَيَقُوۡلُوۡنَ ﴿34﴾ اِنۡ هِىَ اِلَّا مَوۡتَتُنَا الۡاُوۡلٰى وَمَا نَحۡنُ بِمُنۡشَرِيۡنَ ﴿35﴾ فَاۡتُوۡا

بلاشبہ یہ لوگ تو بڑے عزم سے کہتے ہیں: ﴿34﴾ ہمیں مرنا تو بس پہلی بار ہے، اور ہمیں دوبارہ تو نہیں اٹھایا جائے گا ﴿35﴾ پھر

بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿36﴾ اَهُمۡ خَيۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيۡنَ مِنۡ

اگر تم سچے ہوتو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ ﴿36﴾ کیا یہ لوگ بہتر ہیں یا قومِ تُبَّع اور وہ لوگ جو ان سے پہلے ہوئے؟ ہم نے

قَبۡلِهِمۡ ؕ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ ۫ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴿37﴾

انھیں ہلاک کردیا، بلاشبہ وہ مجرم تھے ﴿37﴾

اور خرقِ عادت امور، ﴿ مَا فِيۡهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيۡنٌ ﴿33﴾ ﴾ ''جن میں صریح آزمائش تھی۔'' یعنی اس میں واضح اور ظاہر آزمائش تھی، ان لوگوں کے لیے جو اس سے ہدایت حاصل کرنا چاہیں۔

تفسیر آیات: 34-37

منکرین قیامت کی تردید: مشرکین نے بعث بعد الموت اور آخرت کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ صرف یہی دنیا ہی کی زندگی ہے موت کے بعد اور کوئی زندگی نہیں اور نہ ہی موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنا ہے اور اس سلسلے میں وہ دلیل یہ دیتے تھے کہ ہمارے سابقہ آباء و اجداد جب ایک بار دنیا سے چل بسے تو وہ دوبارہ واپس نہیں آئے اور اگر بعث بعد الموت حق ہے ﴿ فَاۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿36﴾ ﴾ ''تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' جبکہ ان کی یہ دلیل باطل اور ان کا یہ شبہ فاسد تھا، اس لیے کہ دوبارہ جی اٹھنا تو قیامت کے دن ہوگا نہ کہ دنیا کی زندگی میں، دنیا کی زندگی کے ختم ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کو دوبارہ پیدا فرمائے گا اور ظالموں کو آتشِ جہنم کا ایندھن بنا دے گا اور اس دن تم لوگوں پر گواہ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے اپنے اس عذاب سے ڈرایا ہے کہ جو آ جائے تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا جیسا کہ ماضی میں بھی وہ ان جیسے مشرکین اور منکرین بعث بعد الموت، مثلاً: قومِ تبع، یعنی اہلِ سبا پر آیا تو وہ اسے ٹال نہ سکے بلکہ اللہ عزوجل نے اپنا عذاب بھیج کر انھیں ہلاک کر ڈالا، ان کے شہروں کو تباہ و برباد کر دیا اور انھیں مختلف علاقوں میں تتر بتر کر دیا جیسا کہ سورۂ سبا میں بھی اس کا ذکر گزر چکا ہے۔[1] اور اس سورت کا آغاز ہی مشرکین کے انکارِ آخرت کے ذکر سے ہوتا ہے، اسی طرح یہاں بھی مشرکین کو ان لوگوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، وہ لوگ بھی عرب تھے اور قحطان سے تعلق رکھتے تھے جبکہ یہ عرب عدنان سے تعلق رکھتے ہیں۔

تُبّع کون تھا؟ حِمیَر یعنی اہلِ سبا اپنے ہر بادشاہ کو تبع کے لقب سے موسوم کرتے تھے جیسے ایران کے بادشاہ کو کسریٰ، روم کے بادشاہ کو قیصر، مصر کے کافر بادشاہ کو فرعون اور حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اسی طرح مختلف علاقوں کے لوگوں نے اپنے بادشاہوں کے لیے مختلف نام تجویز کر رکھے تھے۔ اتفاق کی بات کہ ایک تبع یمن سے نکلا اور مختلف ملکوں کو فتح

---

[1] دیکھیے سبا، آیات: 15-19 کے ذیل میں۔

وَمَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَہُمَا لٰعِبِیۡنَ ﴿38﴾ مَا خَلَقۡنٰہُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلٰکِنَّ

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے کھیل تماشا کے طور پر پیدا نہیں کیا﴿38﴾ ہم نے یہ دونوں تو حق (ایک مقصد)

اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿39﴾ اِنَّ یَوۡمَ الۡفَصۡلِ مِیۡقَاتُہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿40﴾ یَوۡمَ لَا یُغۡنِیۡ

ہی کے ساتھ پیدا کیے ہیں اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے﴿39﴾ بلاشبہ فیصلے کا دن ان سب کے لیے طے شدہ ہے﴿40﴾ اس دن کوئی دوست

مَوۡلًی عَنۡ مَّوۡلًی شَیۡئًا وَّلَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿41﴾ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ

کسی دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا، اور نہ ان کی مدد ہی کی جائے گی﴿41﴾ سوائے اس کے جس پر اللہ نے رحم کیا۔ بلاشبہ وہی نہایت غالب،

الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿42﴾ ع 2 13 15

خوب رحم کرنے والا ہے﴿42﴾

کرتا ہوا سمرقند تک پہنچ گیا، اس کی سلطنت بہت وسیع وعظیم اور اس کی فوج بہت طاقتور ہوگئی، اس کی مملکت کی حدود بہت وسیع اور رعایا کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی، اسی بادشاہ نے حیرہ کا شہر آباد کیا تھا۔ اتفاق کی بات کہ اس کا مدینہ منورہ سے گزر ہوا اور یہ زمانۂ جاہلیت کی بات ہے تو اس نے یہاں کے لوگوں سے بھی جنگ کا ارادہ کیا تو مدینہ کے لوگوں نے اس کا مقابلہ کیا، دن کو وہ اس سے لڑائی کرتے اور رات کو مہمان نوازی، اس سے اس بادشاہ نے شرم وحیا محسوس کرتے ہوئے لڑائی کو ترک کردیا، البتہ وہ یہاں سے دو یہودی علماء کو اپنے ساتھ لے گیا، انھوں نے ازراہ ہمدردی وخیر خواہی بادشاہ کو بتایا کہ وہ اس شہر کو فتح نہیں کرسکتا کیونکہ یہاں نبی آخر الزمان ہجرت کر کے تشریف لائیں گے، وہ بادشاہ مدینہ سے واپس چلا گیا اور ان دو یہودی عالموں کو اپنے ساتھ یمن لے گیا، جب مکہ کے پاس سے اس کا گزر ہوا تو اس نے کعبہ کو منہدم کرنا چاہا تو ان یہودی عالموں نے اسے اس سے بھی منع کیا اور اس گھر کی عظمت کے بارے میں اسے آگاہ کیا اور اسے بتایا کہ اسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور آخر زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی کے ہاتھوں اس کی عظمت کو چار چاند لگ جائیں گے، یہ سن کر اس نے بھی کعبہ کی تعظیم کی، دھاری دار ریشمی کپڑوں کا غلاف پہنایا اور یمن واپس چلا گیا اور وہاں کے لوگوں کو اس نے دعوت دی کہ وہ بھی اس کے ساتھ یہودیت اختیار کرلیں۔ یمن میں ان دنوں موسیٰ علیہ السلام کا دین رائج تھا، یعنی ان لوگوں کا دین جو مسیح علیہ السلام کی بعثت سے قبل ہدایت پر تھے، یمن کے عام لوگوں نے اس کے کہنے سے یہودیت کو اختیار کرلیا۔

امام عبدالرزاق نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا أَدْرِي تُبَّعٌ نَبِيًّا كَانَ أَمْ غَيْرَ نَبِيٍّ] ”مجھے نہیں معلوم کہ تبع نبی تھا یا نہیں۔“① تمیم بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ عطاء بن ابو رباح نے کہا کہ تبع کو گالی نہ دو

① تفسیر البغوی: 181,180/4 وتفسیر ابن أبی حاتم: 3289/10، البتہ کتب احادیث میں یہ روایت ان الفاظ سے منقول ہے: [مَا أَدْرِي أَتُبَّعٌ لَعِينٌ هُوَ أَمْ لَا] دیکھیے سنن أبی داود، السنة، باب فی التخییر بین الأنبیاء علیہم السلام، حدیث: 4674. علامہ البانی رحمہ اللہ نے السلسلة الصحیحة: 253/5، حدیث: 2217 کے تحت لکھا ہے کہ مستدرک حاکم کی روایت میں [لَعِينًا] کے بجائے [نَبِيًّا] ہے اور یہ کاتب یا پرنٹر کی غلطی ہے۔ اور یہاں درست [لَعِينًا] ہی ہے، جیسا کہ دیگر روایات میں بھی اسی طرح ہے۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿43﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿44﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿45﴾ كَغَلْيِ

بے شک تھوہر کا درخت ﴿43﴾ گناہ گار کا کھانا ہے ﴿44﴾ پگھلے تانبے (یا تلچھٹ) کے مانند، وہ پیٹوں میں کھولے گا ﴿45﴾ تیز گرم پانی کے کھولنے

الْحَمِيْمِ ﴿46﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿47﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ

کی طرح ﴿46﴾ (حکم ہوگا:) اسے پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان لے جاؤ ﴿47﴾ پھر اس کے سر پر تیز گرم پانی کا عذاب انڈیلو ﴿48﴾

الْحَمِيْمِ ﴿48﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿49﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿50﴾

(مزہ) چکھ! بے شک تو بڑا عزت والا، بڑا تکریم والا (بنا پھرتا) تھا ﴿49﴾ بلاشبہ یہی وہ (عذاب) ہے جس میں تم شک کرتے تھے ﴿50﴾

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔[1] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 38-42

دنیا بے مقصد نہیں پیدا کی گئی: اللہ تعالیٰ نے اپنے عدل اور اپنی ذات گرامی کے لہو ولعب اور باطل سے پاک ہونے کا اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے جیسا کہ درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۭ﴾ (صٓ 27:38) ''اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے اس کو خالی از مصلحت پیدا نہیں کیا، یہ ان کا گمان ہے جو کافر ہیں سو کافروں کے لیے دوزخ کا عذاب ہے۔'' اور فرمایا:

﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○ ﴾ (المؤمنون 23:115،116) ''تو کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے۔ حقیقی بادشاہ اللہ کی ذات بڑی ہی برتر ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) عرش بزرگ کا مالک ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿40﴾ ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ فیصلے کا دن ان سب (کے اٹھنے) کا طے شدہ وقت ہے۔'' اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ مخلوقات میں فیصلہ فرمائے گا، کافروں کو عذاب دے گا اور مومنوں کو ثواب۔ ﴿ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿40﴾ ﴾ ''ان سب (کے اٹھنے) کا طے شدہ وقت ہے۔'' یعنی اس دن وہ اگلوں اور پچھلوں سب کو جمع فرمائے گا: ﴿ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا ﴾ ''جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا۔'' یعنی کوئی قریبی کسی قریبی کو نفع نہیں پہنچا سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ ﴾ (المؤمنون 23:101) ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو نہ تو اس دن ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۚ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ ﴾ (المعارج 70:10،11) ''اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کا پرسان نہ ہوگا حالانکہ وہ انھیں دکھائے جائیں گے۔'' یعنی کوئی اپنے بھائی سے اس کا حال بھی نہیں پوچھے گا، حالانکہ وہ اسے بالکل اپنے سامنے دیکھ رہا ہوگا ﴿ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿41﴾ ﴾ ''اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔'' یعنی نہ تو کوئی قریبی کسی قریبی کی مدد کرے گا اور نہ انھیں باہر سے کوئی مدد ملے گی ﴿ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ

---

[1] تفسیر عبدالرزاق :187/3، رقم: 2822 اور دیکھیے السلسلة الصحيحة :548/5، حدیث: 2423.

﴿اللّٰهُ﴾ ''مگر جس پر اللہ مہربانی کرے۔'' یعنی اس دن مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا اور کوئی چیز کام نہ آئے گی، ﴿إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ ''بے شک وہ نہایت غالب، بڑا مہربان ہے۔'' یعنی وہ غالب بھی ہے اور اس کی وسیع رحمت بے پایاں بھی ہے۔

تفسیر آیات:43-50

قیامت کے دن مشرکین کے لیے عذاب: اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جس میں وہ کافروں اور منکروں کو مبتلا کرے گا کہ ﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۝ طَعَامُ الْأَثِيمِ﴾ ''بلاشبہ تھوہر کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے۔'' یعنی اس کا جو اپنے قول و فعل میں گناہ گار ہے اور اس سے مراد کافر ہے اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے ذکر کیا ہے کہ یہ ابوجہل کی طرف اشارہ ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ابوجہل بھی اس آیت میں داخل ہے لیکن یہ صرف اسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ ابودرداء رضی اللہ عنہ ایک شخص کو یہ پڑھا رہے تھے: ﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۝ طَعَامُ الْأَثِيمِ﴾ تو اس نے کہا: طَعَامُ الْيَتِيمِ تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کہو کہ تھوہر کا درخت فاجر کا کھانا ہے۔[1] یعنی اس کے لیے اس کے سوا اور کوئی کھانا نہ ہوگا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اگر اس کا ایک قطرہ زمین پر گر جائے تو اہل زمین کی زندگی خراب ہو جائے۔[2] قبل ازیں اس مفہوم کی ایک مرفوع حدیث بھی بیان کی جا چکی ہے۔[3]

﴿كَالْمُهْلِ﴾ یعنی زیتون کی تلچھٹ کی طرح ﴿يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ۝ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾ ''پیٹوں میں (اسی طرح) کھولے گا، جس طرح گرم پانی کھولتا ہے۔'' یعنی حرارت و تمازت کے باعث گرم پانی کی طرح کھولے گا۔ ﴿خُذُوهُ﴾ ''(حکم دیا جائے گا کہ) اس کو پکڑ لو۔'' یعنی کافر کو اور (منہال بن عمرو سے) منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ دوزخ کے فرشتوں سے یہ فرمائیں گے کہ اس کافر کو پکڑ لو تو ستر ہزار فرشتے اسے جلدی سے اپنی گرفت میں لے لیں گے۔[4] ﴿فَاعْتِلُوهُ﴾ ''پھر اسے کھینچو۔'' یعنی اسے پشت کے بل خوب زور سے گھسیٹو، مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ﴾ کے معنی ہیں کہ اسے پکڑ و اور دھکا دے دو،[5] ﴿إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ﴾ ''دوزخ کے درمیان میں۔'' یعنی جہنم کے درمیان میں لے جاؤ، ﴿ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ﴾ ''پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا کچھ عذاب انڈیل دو۔'' جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ۝ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ﴾ (الحج 22: 20,19) ''ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، اس سے ان کے پیٹوں کے اندر کی چیزیں اور کھالیں گل جائیں گی۔'' فرشتہ اسے لوہے کے ہتھوڑے کے

[1] تفسیر الطبری:168/25۔ [2] تفسیر الطبری:169/25 مزید دیکھیے جامع الترمذی، صفة جهنم، باب ماجاء فی صفة شراب أهل النار، حدیث:2585 وسنن ابن ماجه، الزهد، باب صفة النار، حدیث:4325 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔
[3] دیکھیے الصّٰفّٰت، آیات:62-66 کے ذیل میں مفصل تفسیر ابن کثیر جبکہ المصباح المنیر میں یہ روایت ذکر نہیں کی گئی، اسی طرح دیکھیے المصباح المنیر، آل عمران، آیت:102 کے تحت۔ [4] التخویف من النار لابن رجب الحنبلی، ص:162(C.D)۔
[5] تفسیر الطبری:173/25۔

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ مَقَامٍ اَمِیۡنٍ ﴿51﴾ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ﴿52﴾ یَّلۡبَسُوۡنَ مِنۡ سُنۡدُسٍ

بے شک متقین سکھ چین کی جگہ ہوں گے ﴿51﴾ باغات اور چشموں میں ﴿52﴾ وہ باریک اور موٹا ریشم پہنیں گے، آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ﴿53﴾

وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ﴿53﴾ کَذٰلِکَ ۟ وَ زَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِیۡنٍ ﴿54﴾ یَدۡعُوۡنَ فِیۡهَا بِکُلِّ

اسی طرح ہوگا۔ اور ہم غزال چشم (بڑی بڑی آنکھوں والی) حوروں کو ان کی بیویاں بنا دیں گے ﴿54﴾ وہاں وہ اطمینان سے ہر قسم کا پھل طلب

فَاکِهَةٍ اٰمِنِیۡنَ ﴿55﴾ لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡهَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَةَ الۡاُوۡلٰی ۚ وَ وَقٰهُمۡ

کریں گے ﴿55﴾ وہاں وہ موت (کا مزہ) نہ چکھیں گے، سوائے پہلی موت کے اور وہ (اللہ) انھیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا ﴿56﴾ (یہ)

عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿56﴾ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّکَ ؕ ذٰلِکَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿57﴾ فَاِنَّمَا

آپ کے رب کا فضل ہوگا۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے ﴿57﴾ بس (اے نبی!) ہم نے تو اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کردیا ہے،

ع 3 17 16 یَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِکَ لَعَلَّهُمۡ یَتَذَکَّرُوۡنَ ﴿58﴾ فَارۡتَقِبۡ اِنَّهُمۡ مُّرۡتَقِبُوۡنَ ﴿59﴾

تاکہ وہ نصیحت پکڑیں ﴿58﴾ لہٰذا (اب) آپ انتظار کیجیے۔ بلاشبہ وہ بھی منتظر ہیں ﴿59﴾

ساتھ مارے گا جس سے اس کا دماغ پھٹ جائے گا، پھر اس کے سر پر گرم کھولتا ہوا پانی انڈیل دیا جائے گا جو اس کے بدن میں اتر جائے گا جو اس کے پیٹ کی انتڑیوں وغیرہ کو پگھلا دے گا اور اس کے ٹخنوں میں سے نکل جائیں گی، اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

﴿ذُقۡ ۚ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡکَرِیۡمُ ﴿49﴾﴾ ''(اب مزہ) چکھ بے شک تو بڑی عزت والا (اور) سردار ہے۔'' یعنی فرشتوں کو حکم ہوگا کہ تم اس سے ڈانٹ ڈپٹ اور ذلت و رسوائی کے طور پر یہ بھی کہو، ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تو نہ عزت والا ہے اور نہ سردار۔[1] ﴿اِنَّ هٰذَا مَا کُنۡتُمۡ بِهٖ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿50﴾﴾ ''بے شک یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿یَوۡمَ یُدَعُّوۡنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ؕ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِهَا تُکَذِّبُوۡنَ ○ اَفَسِحۡرٌ هٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ۚ﴾ (الطور 52:13-15) ''جس دن وہ آتش جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جائے جائیں گے، یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر ہی نہیں آتا۔'' اسی لیے یہاں فرمایا ہے: ﴿اِنَّ هٰذَا مَا کُنۡتُمۡ بِهٖ تَمۡتَرُوۡنَ ﴿50﴾﴾ ''بے شک یہ وہی (دوزخ) ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔''

تفسیر آیات:51-59

پرہیز گاروں کے لیے جنت کی نعمتیں: بدبختوں اور بدنصیبوں کے حال کے بعد اب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خوش بختوں اور سعادت مندوں کا ذکر فرمایا ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید کا نام ''مثانی'' رکھا گیا ہے جس میں مضامین کو دوہرا کر بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ﴾ ''بے شک پرہیز گار لوگ۔'' یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 10/3290.

﴿ فِیۡ مَقَامٍ اَمِیۡنٍ ﴾ ”پرامن مقام میں ہوں گے۔“ یعنی آخرت میں جنت میں ہوں گے اور اس میں موت یا نکالے جانے کے خوف سے امن میں ہوں گے، نیز وہ ہر غم وفکر، گھبراہٹ اور پریشانی، تکلیف وتھکاوٹ، شیطان اور اس کے مکرو فریب اور تمام آفات ومصائب سے محفوظ ہوں گے۔ ﴿ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ﴾ ”باغوں اور چشموں میں۔“ یعنی ان لوگوں کے مقابلے میں جن کو تھوہر کا درخت کھانے اور گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا، یہ لوگ جنت کے باغات اور چشموں سے شاد کام ہوں گے۔ ﴿ یَّلۡبَسُوۡنَ مِنۡ سُنۡدُسٍ ﴾ ”وہ ریشم کا باریک لباس پہنیں گے۔“ اعلیٰ قسم کا ریشم جسے وہ قمیصوں کے لیے استعمال کریں گے۔ ﴿ وَّ اِسۡتَبۡرَقٍ ﴾ ”اور دبیز ریشم۔“ جس میں بہت چمک دمک اور سج دھج ہوگی جسے وہ زیب وزینت کے طور پر استعمال کریں گے، ان چیزوں کی طرح جنھیں لباس کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ ﴿ مُّتَقٰبِلِیۡنَ ﴾ ”ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔“ یعنی وہ تختوں پر جلوہ افروز ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے اس طرح بیٹھے ہوں گے کہ کسی کی طرف کسی کی پشت نہ ہوگی۔

﴿ كَذٰلِكَ وَزَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِیۡنٍ ﴾ ”(وہاں) اس طرح (کا حال ہوگا) اور ہم انھیں غزال چشم حوروں سے بیاہ دیں گے۔“ یعنی ان مذکورہ انعامات کے ساتھ ساتھ ایسی خوبصورت حوریں بھی عنایت کریں گے جن کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی بالکل واضح ہوگی اور آنکھیں بھی موٹی ہوں گی جن کی یہ خوبی ہوگی ﴿ لَمۡ یَطۡمِثۡهُنَّ اِنۡسٌ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنٌّ ﴾ (الرحمٰن 56:55) ”انھیں اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔“ اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَاَنَّهُنَّ الۡیَاقُوۡتُ وَ الۡمَرۡجَانُ ﴾ (الرحمٰن 58:55) ”گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔“ ﴿ هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ﴾ (الرحمٰن 60:55) ”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ یَدۡعُوۡنَ فِیۡهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیۡنَ ﴾ ”وہاں مطمئن ہو کر ہر قسم کے پھل منگوائیں گے (اور کھائیں گے۔)“ یعنی جس انواع واقسام کے بھی پھل وہ طلب کریں گے ان کی خدمت میں پیش کردیے جائیں گے اور انھیں پھلوں کے ختم ہوجانے یا ان سے روک دیے جانے کا بھی کوئی اندیشہ نہیں ہوگا بلکہ جب بھی وہ ارادہ کریں گے اسی وقت ان کی خدمت میں پیش کردیے جائیں گے، ﴿ لَا یَذُوۡقُوۡنَ فِیۡهَا الۡمَوۡتَ اِلَّا الۡمَوۡتَةَ الۡاُوۡلٰی ﴾ ”وہاں وہ موت (کا مزہ) نہ چکھیں گے، سوائے پہلی موت کے۔“

یہ استثنا نفی کی تاکید کرتا ہے، یعنی استثنا منقطع ہے، معنی یہ ہیں کہ وہ جنت میں کبھی موت کا مزہ نہیں چکھیں گے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [یُؤْتَی بِالْمَوْتِ (فِي صُورَةِ) كَبْشٍ أَمْلَحَ فَيُوقَفُ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ...... فَيُذْبَحُ...... ثُمَّ يُقَالُ:) يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ! خُلُودٌ فَلَا مَوْتَ، وَيَاأَهْلَ النَّارِ! خُلُودٌ فَلَامَوْتَ] ”موت کو چتکبرے مینڈھے کی صورت میں لاکر جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کردیا جائے گا......، پھر اسے ذبح کردیا جائے گا......، پھر کہا جائے گا اے جنت والو! تم اب ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور کبھی موت نہیں آئے گی اور اے اہل دوزخ! تم بھی اب ہمیشہ ہمیشہ رہو گے اور کبھی

موت نہیں آئے گی۔‘‘ [1] یہ حدیث قبل ازیں سورۂ مریم میں بھی بیان کی جا چکی ہے۔ [2]

امام عبدالرزاق نے ابوسعید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يُنَادِي مُنَادٍ: إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَّإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا] ’’ایک پکارنے والا صدا لگائے گا: بے شک اب تم تندرست رہو گے، سو کبھی بھی بیمار نہیں ہو گے۔ یقیناً تم زندہ رہو گے، پس کبھی بھی نہیں مرو گے، بلاشبہ تم سدا جوان رہو گے، بعدازاں کبھی بھی بوڑھے نہ ہو گے، کوئی شک نہیں کہ تم عیش و عشرت کی زندگی بسر کرو گے، پھر کبھی بھی پریشانی نہیں دیکھو گے۔‘‘ [3] اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [4]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ دَخَلَ الْجَنَّةَ ، يَنْعَمُ فِيهَا لَا يَبْؤُسُ، وَيَحْيٰى فَلَا يَمُوتُ، لَا تَبْلٰى ثِيَابُهُ، وَلَا يَفْنٰى شَبَابُهُ] ’’جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے، وہ جنت میں داخل ہو گا، اس میں ہمیشہ خوش و خرم رہے گا اور کبھی پریشان حال نہ ہو گا، زندہ رہے گا اور کبھی فوت نہیں ہو گا، نہ اس کے کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ اس کا شباب کبھی ختم ہو گا۔‘‘ [5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ﴾ ’’اور اللہ ان کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔‘‘ یعنی ان عظیم الشان ابدی نعمتوں کے ساتھ ساتھ وہ انھیں دوزخ کے دردناک عذاب سے بھی بچائے اور محفوظ رکھے گا جس سے انھیں مطلوب حاصل ہو جائے گا اور جس عذاب سے انھیں ڈرایا گیا تھا اس سے نجات مل جائے گی، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ’’یہ آپ کے پروردگار کا فضل ہے، یہی تو بڑی کامیابی ہے۔‘‘ یعنی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور احسان کی وجہ سے ہو گا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(اِعْمَلُوا) قَارِبُوا وَسَدِّدُوا، وَاعْلَمُوا (فَإِنَّهُ لَنْ يُّدْخِلَ الْجَنَّةَ أَحَدًا عَمَلُهُ)، قَالُوا: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَلَا أَنْتَ؟ قَالَ: وَلَا أَنَا، إِلَّا أَنْ يَّتَغَمَّدَنِيَ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ] ’’عمل کرو، میانہ روی اختیار کرو اور صحیح صحیح عمل کرو، جان لو کہ کسی کو اس کا عمل ہرگز جنت میں داخل نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! اور آپ بھی نہیں؟ فرمایا: میں بھی نہیں، الا

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله عزوجل: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ (مريم 19:39)، حديث: 4730 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ جبکہ پہلی قوسین والا جملہ السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾: 394,393/6، حديث: 11317 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ اور دوسری قوسین والے الفاظ صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب النار يدخلها الجبارون والجنة يدخلها الضعفاء ، حديث: 2849 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ۔ [2] دیکھیے مریم، آیت: 39 کے ذیل میں عنوان: ’’موت کا خاتمہ‘‘ [3] تفسير عبدالرزاق: 137/3، رقم: 2648. [4] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب في دوام نعيم أهل الجنة......، حديث : 2837 واللفظ له. [5] المعجم الأوسط للطبراني : 22,21/9، حديث: 8041 مزید دیکھیے صحيح مسلم، الجنة و صفة نعيمها......، باب في دوام نعيم أهل الجنة......، حديث: 2836.

یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور فضل کے ساتھ ڈھانپ لے۔"①

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝58 ﴾ "پس بے شک ہم نے اس (قرآن) کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔" یعنی اس قرآن کو جسے ہم نے نازل کیا ہے، آسان، واضح، روشن اور نمایاں کر دیا ہے ﴿ بِلِسَانِكَ ﴾ "آپ کی زبان میں۔" جو تمام زبانوں سے زیادہ فصیح، روشن، شیریں اور بلند پایہ زبان ہے تاکہ وہ اس قرآن کو سمجھ اور سیکھ سکیں۔ قرآن مجید کے اس قدر واضح اور بین ہونے کے باوجود بعض لوگوں نے کفر، مخالفت اور دشمنی کا مظاہرہ کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تسلی دیتے ہوئے، فتح و نصرت کا وعدہ فرماتے ہوئے اور تکذیب کرنے والوں کو تباہی و بربادی کی وعید سناتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝59 ﴾ "پس آپ بھی انتظار کریں یہ بھی انتظار کر رہے ہیں۔" اور یہ عنقریب جان لیں گے کہ دنیا و آخرت میں کس کو فتح و نصرت اور سربلندی و سرفرازی نصیب ہوتی ہے۔ اے محمد (ﷺ!) دنیا و آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں تو آپ کے لیے آپ کے بھائیوں انبیاء و مرسلین کے لیے اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے مومنوں ہی کے لیے ہیں جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ ﴾ (المجادلة 21:58) "اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے، بے شک اللہ زور آور، بڑا زبردست ہے۔" اور فرمایا: ﴿ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ ﴾ (المؤمن 52,51:40) "بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان کی دنیا کی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی)، جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت اور برا گھر ہے۔"

سورۂ دخان کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ وَبِهِ التَّوْفِيقُ وَالْعِصْمَةُ.

① صحيح البخاري، الرقاق، باب القصد والمداومة على العمل، حديث:6464,6463 وصحيح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب لن يدخل أحد......، حديث:(76)-2816 عن أبي هريرة ﷺ و اللفظ له جبکہ پہلی قوسین والا لفظ اس سیاق میں نہیں ملا اور دوسری قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، صفات المنافقين وأحكامهم، باب لن يدخل أحد......، حديث:2818 عن عائشة ﷞ کے مطابق ہیں۔

تفسیر سورۂ جاثیہ

یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

حٰمٓ ① تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ ② اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ

حٰمٓ① اس کتاب کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو بڑا زبردست، نہایت حکمت والا ہے② بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں مومنوں کے لیے واقعی نشانیاں

لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ③ وَ فِیۡ خَلۡقِکُمۡ وَ مَا یَبُثُّ مِنۡ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ④ وَ اخۡتِلَافِ

ہیں③ اور تمھاری پیدائش میں، اور ان چلنے پھرنے والوں میں جو وہ پھیلاتا ہے، ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں④ اور رات اور دن

الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ رِّزۡقٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ

کے آنے جانے میں، اور اس رزق (پانی) میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ذریعے سے زمین کو، اس کے مردہ ہو جانے کے بعد، زندہ کیا،

بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ⑤

اور ہواؤں کے (رخ) بدلنے میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں⑤

تفسیر آیات :1-5

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور و فکر کی طرف راہنمائی: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی راہنمائی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اس کی نعمتوں، اس کی عظیم الشان قدرت جس کے ساتھ اس نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان انواع واقسام کی مخلوقات، مثلاً: فرشتے، جن، انسان، حیوان، پرندے، درندے، کیڑے مکوڑے اور انواع واقسام کی دریائی اور سمندری مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے، نیز رات دن کی گردش اور ایک دوسرے کے پیچھے آنے پر غور کرے کہ وہ کبھی یکجا نہیں ہو سکتے کہ ان میں سے ایک اپنے اندھیرے اور دوسرا اجالے میں ممتاز ہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بوقت ضرورت بادلوں سے بارش نازل فرمائی اور اسے رزق کے نام سے موسوم فرمایا کیونکہ اس سے رزق حاصل ہوتا ہے۔ ﴿فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا﴾ ''پھر اس سے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کیا۔'' یعنی اس کے بعد کہ وہ بنجر تھی، اس میں نباتات تھیں اور نہ کوئی اور چیز۔ ﴿وَ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ﴾ ''اور ہواؤں کے بدلنے (میں)'' کہ وہ کبھی جنوب کی طرف چلتی ہیں کبھی شمال کی طرف، کبھی باد صرصر چلتی ہے اور کبھی باد صبا، کبھی برّی ہوائیں چلتی ہیں اور کبھی بحری، کبھی رات کو چلتی ہیں اور کبھی دن کو، کچھ ہوائیں بارش کے لیے چلتی ہیں اور کچھ پودوں کو بارآور کرنے کے لیے، کچھ روحوں کی غذا کے لیے اور کچھ بانجھ ہوتی ہیں کہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتیں۔

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ

یہ اللہ کی آیات ہیں، ہم آپ پر حق کے ساتھ ان کی تلاوت کرتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیات کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں

يُؤْمِنُوْنَ ⑥ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۙ⑦ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ

گے؟ ⑥ ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے ⑦ جو اللہ کی آیات سنتا ہے جبکہ وہ اس پر تلاوت کی جاتی ہیں، پھر وہ تکبر کرتے

مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑧ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا

ہوئے (اپنی بات پر) اڑ جاتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں، تو (اے نبی!) آپ اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے ⑧ اور جب اس

اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑨ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ

نے ہماری کچھ آیات جان لیں تو انھیں مذاق بنا لیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے ⑨ ان کے آگے جہنم ہے، اور جو کچھ انھوں

عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑩ۭ

نے کمایا ہے ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ وہ (دیوتا کام آئیں گے) جنھیں انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا لیا، اور ان کے لیے بہت بڑا

هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ⑪ ع 1 11 17

عذاب ہے ⑩ یہ (قرآن) تو ہدایت ہے، اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا، ان کے لیے سخت قسم کا دردناک عذاب ہے ⑪

اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ فرمایا ہے: ﴿لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ③﴾ ''البتہ ایمان والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔'' پھر فرمایا: ﴿يُّوْقِنُوْنَ ④﴾ ''یقین کرنے والوں (کے لیے نشانیاں ہیں۔)'' اور پھر فرمایا: ﴿يَّعْقِلُوْنَ ⑤﴾ ''عقل والوں (کے لیے نشانیاں ہیں۔)'' تو یہ حالتِ شریف سے اشرف اور اعلیٰ کی طرف ترقی ہے اور یہ آیات سورۂ بقرہ کی اس آیت کے مشابہ ہیں: ﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاۗءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○﴾ (البقرۃ 2:164) ''بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے میں اور کشتیوں (اور جہازوں) میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کے لیے رواں ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ نے آسمان سے برسایا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (خشک ہونے کے بعد سرسبز) کر دیا اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلا دیے اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، یقیناً عقل مندوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔''

تفسیر آیات :6-11

جھوٹے گناہ گار کی علامات اور سزا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ کی آیتیں ہیں۔'' یعنی قرآن مجید اور اس میں بیان کردہ دلائل و براہین، ﴿نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ﴾ ''جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں۔'' یعنی یہ ذات برحق کی طرف سے حق و سچ پر مبنی ہیں، لہٰذا اگر وہ ان کے ساتھ ایمان نہیں لائیں گے اور ان کو تسلیم نہیں کریں گے تو پھر

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ

اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو تمھارے تابع کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تاکہ تم شکر کرو ⑫

فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑫ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا

اور اس نے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب تمھارے تابع کر دیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں

مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ⑬ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ

ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں ⑬ (اے نبی!) آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ وہ ان لوگوں سے عفو و درگزر کریں جو اللہ کے ایام کی امید نہیں

لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ⑭ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

رکھتے، تاکہ اللہ کچھ لوگوں کو ان (اعمال) کی سزا دے جو وہ کماتے رہے ⑭ جس نے نیک عمل کیا تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی کیا، اور جس نے برا

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ⑮

کیا تو (اس کا وبال) اسی پر ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ⑮

اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کے بعد اور کس بات پر ایمان لائیں گے، پھر فرمایا: ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ⑦ ﴾ ''ہر نہایت جھوٹے گناہ گار کے لیے ہلاکت ہے۔'' یعنی جو بات کرنے میں سخت جھوٹا، بہت قسمیں کھانے والا اور ذلیل و رسوا ہے اور اپنے فعل کے اعتبار سے سخت گناہ گار اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا منکر ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا ﴾ ''اللہ کی آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کو سن تو لیتا ہے (مگر) پھر غرور سے ضد کرتا ہے۔'' یعنی از راہ تکبر و غرور کفر اور انکار کا اظہار کرتا ہے، ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ﴾ یعنی گویا ان کو سنا ہی نہیں ﴿ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ⑧ ﴾ ''سو اسے دکھ دینے والے عذاب کی خوش خبری سنا دیں۔'' یعنی اسے بتا دیں کہ قیامت کے دن اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت دردناک عذاب ہوگا۔ ﴿ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ ﴾ ''اور جب ہماری کچھ آیتیں اسے معلوم ہوتی ہیں تو ان کی ہنسی اڑاتا ہے۔'' یعنی جب وہ قرآن کے کسی حصے کو یاد کر لیتا ہے تو اس کے ساتھ کفر کرتا اور اسے ہنسی مذاق بنا لیتا ہے۔ ﴿ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑨ ﴾ ''ان لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے'' اس لیے کہ انھوں نے قرآن مجید کے ساتھ ہنسی مذاق کیا تو اس کے مقابلے میں انھیں ذلیل و رسوا کر دینے والا عذاب دیا جائے گا۔ صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے ساتھ دشمن کے علاقے کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا تاکہ دشمن قرآن مجید کی توہین نہ کر سکے۔ ①

پھر روز قیامت اسے حاصل ہونے والے عذاب کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ ﴾ ''ان کے سامنے دوزخ ہے۔'' یعنی جو لوگ بھی اسی طرح کی حرکت کریں گے روز قیامت جہنم رسید ہوں گے، ﴿ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا ﴾ ''اور جو کام وہ کرتے ہیں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گے۔'' یعنی ان کے اموال اور اولاد ان کے کچھ کام نہ

① صحيح مسلم، الإمارة، باب النهي أن يسافر بالمصحف......، حديث: (93)-1869 .

آئیں گے، ﴿ وَلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡلِیَآءَ ۚ ﴾ ''اور نہ وہ (کام آئیں گے) جن کو انھوں نے اللہ کے سوا کارساز بنا رکھا تھا۔'' یعنی ان کے وہ معبودانِ باطلہ بھی ان کے کچھ کام نہ آئیں گے، اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی وہ پوجا کرتے تھے، ﴿ وَلَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿۱۰﴾ ﴾ ''اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ھٰذَا ھُدًی ﴾ ''یہ (سراسر) ہدایت (کی کتاب) ہے۔'' یعنی قرآن مجید۔ ﴿ وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ لَہُمۡ عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِیۡمٌ ﴿۱۱﴾ ﴾ ''اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ان کے لیے (اللہ کی) سخت سزا سے دردناک عذاب ہے۔'' یعنی انتہائی المناک اور بے حد دردناک عذاب۔ وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَ تَعَالٰی أَعۡلَمُ.

تفسیر آیات :12-15

تسخیر دریا وغیرہ میں بھی نشانی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی اس نعمت کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے ان کے لیے دریا کو بھی مسخر کر دیا ہے ﴿ لِتَجۡرِیَ الۡفُلۡکُ فِیۡہِ بِاَمۡرِہٖ ﴾ ''تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی نے دریا کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ کشتیوں کو اٹھالے۔ ﴿ وَلِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ ﴾ ''اور تاکہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو'' تجارتوں اور کاروبار کی صورت میں، ﴿ وَلَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ ﴾ ''اور تاکہ تم شکر کرو'' ان منافع پر جو دور دراز کے علاقوں اور بعید شہروں سے تمھیں حاصل ہوتے ہیں، پھر فرمایا: ﴿ وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ﴾ ''اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمھارے کام میں لگا دیا۔'' یعنی کواکب، پہاڑ، دریا، نہریں اور دیگر وہ تمام چیزیں جن سے تم مستفید ہوتے ہو وہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لطف و احسان کی وجہ سے تمھارے لیے مسخر کر دی گئی ہیں، ﴿ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ ﴾ ''سب کو اپنی طرف سے۔'' یعنی ان سب چیزوں کو اس وحدہ لاشریک نے اپنے حکم سے تمھارے لیے مسخر کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا بِکُمۡ مِّنۡ نِّعۡمَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ثُمَّ اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فَاِلَیۡہِ تَجۡـَٔرُوۡنَ ﴿ۚ﴾ ﴾ (النحل 53:16) ''اور جو نعمتیں تم کو میسر ہیں (سب) اللہ کی طرف سے ہیں، پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔''

ابن جریر نے بروایت عوفی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ: ﴿ وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ ؕ ﴾ ''اور اس نے اپنی طرف سے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، سب تمھارے تابع کر دیا۔'' کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس میں یہ نام اسی کے اسماء میں سے ایک ہے اور یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے، اس میں اس سے جھگڑا کرنے والے کوئی جھگڑا نہیں کر سکتے اور یقین کر لو کہ یہ سب کچھ اسی طرح ہے۔[1]

﴿ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ﴾ ''یقیناً جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کے لیے اس میں البتہ (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔''

مشرکین کی ایذا پر صبر کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یَغۡفِرُوۡا لِلَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ اَیَّامَ اللّٰہِ ﴾

---

[1] تفسیر الطبری : 187/25.

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ الۡكِتٰبَ وَالۡحُكۡمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقۡنٰهُمۡ مِّنَ

اور یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت دی، اور ہم نے انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، اور ہم نے انھیں جہانوں پر

الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۚ ⑯ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ ۚ فَمَا اخۡتَلَفُوۡۤا

فضیلت دی ⑯ اور ہم نے انھیں دین کی بابت واضح واضح (نشانیاں) دیں، پھر انھوں نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد ہی، محض آپس کی

اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡعِلۡمُ ۙ بَغۡيًۢا بَيۡنَهُمۡ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِيۡ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ

بغاوت و عداوت سے، اختلاف کیا۔ بے شک آپ کا رب روز قیامت ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف

الۡقِيٰمَةِ فِيۡمَا كَانُوۡا فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ⑰ ثُمَّ جَعَلۡنٰكَ عَلٰى شَرِيۡعَةٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ فَاتَّبِعۡهَا

کرتے رہے ہیں ⑰ پھر ہم نے (اے نبی!) آپ کو دین کے (واضح) راستے پر لگا دیا، لہٰذا آپ اس کی پیروی کریں اور ان لوگوں کی خواہشات

وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ⑱ اِنَّهُمۡ لَنۡ يُّغۡنُوۡا عَنۡكَ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔا ؕ وَاِنَّ

کی پیروی نہ کریں جو علم نہیں رکھتے ⑱ بلاشبہ وہ اللہ (کے عذاب) سے آپ کے کچھ بھی کام نہیں آئیں گے۔ اور بے شک ظالم لوگ ایک

الظّٰلِمِيۡنَ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ⑲ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ

دوسرے کے دوست ہیں۔ اور اللہ متقین کا دوست ہے ⑲ یہ (قرآن اس میں) لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل ہیں اور ان لوگوں کے

وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ⑳

لیے ہدایت اور رحمت ہے جو یقین رکھتے ہیں ⑳

''(اے نبی!) مومنوں سے کہہ دیں کہ جو لوگ اللہ کے دنوں کی توقع نہیں رکھتے، ان سے عفو و درگزر کریں۔'' یعنی ان سے درگزر کریں اور ان کی طرف سے پہنچنے والی ایذا کو برداشت کریں۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا کہ مسلمان مشرکین اور اہل کتاب کی ایذا رسانی پر صبر کریں تاکہ اس سے ایک طرح ان کی تالیفِ قلب ہو لیکن جب وہ دشمنی میں بڑھتے ہی گئے تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے ان سے اپنا دفاع اور جہاد کرنا مشروع قرار دے دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ①

مجاہد فرماتے ہیں: ﴿ لَا يَرۡجُوۡنَ اَيَّامَ اللّٰهِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پروا نہیں کرتے۔ ②

﴿ لِيَجۡزِيَ قَوۡمًۢا بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ⑭ ﴾ ''تاکہ وہ ان لوگوں کو اس کا بدلہ دے جو وہ کماتے رہے۔'' یعنی جب وہ ان سے دنیا میں درگزر کریں گے تو ان کے برے اعمال کی وجہ سے آخرت میں اللہ تعالیٰ ان سے جنگ کرے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ اَسَآءَ فَعَلَيۡهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ ⑮ ﴾ ''جو کوئی نیک عمل کرے گا تو اپنے لیے اور جو کوئی برے عمل کرے گا تو (اس کا وبال) اسی پر ہوگا، پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن تم لوٹ کر اسی کے پاس جاؤ گے اور اپنے اعمال کے ساتھ اسی کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور وہ تمھیں تمھارے اچھے

① تفسير الطبرى: 188,187/25. ② تفسير الطبرى: 188/25.

برے اعمال کا بدلہ دے گا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ.

تفسیر آیات :16-20

اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل پر فضل: اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعامات کا ذکر فرمایا ہے جن کے ساتھ اس نے بنی اسرائیل کو نوازا تھا کہ اس نے ان پر کتابیں نازل فرمائیں، انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور انھیں بادشاہت سے سرفراز کیا، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ﴾ ”اور البتہ تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (ہدایت) اور حکومت اور نبوت بخشی اور انھیں پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں۔“ یعنی کھانے اور پینے کی چیزیں، ﴿ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾ ”اور ہم نے ان کو اہل عالم پر فضیلت بخشی۔“ یعنی ان کے زمانے کے لوگوں پر، ﴿ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ﴾ ”اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں واضح دلیلیں عطا کیں۔“ یعنی قطعی دلائل و براہین دیے جن کی وجہ سے ان پر حجت تمام ہوگئی مگر حجت تمام ہونے کے بعد انھوں نے اختلاف کیا اور یہ ان کی ایک دوسرے پر بغاوت کے سبب تھا۔ ﴿ اِنَّ رَبَّكَ ﴾ ”بے شک آپ کا پروردگار“ اے محمد ﷺ! ﴿ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ ”بلاشبہ آپ کا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔“ یعنی اپنے مبنی برعدل وانصاف حکم کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

بنی اسرائیل کے طریقے پر چلنے کی ممانعت: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو خبردار کیا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے رستے پر نہ چلے اور نہ ان کے اسلوب و انداز کو اختیار کرے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا ﴾ ”پھر ہم نے آپ کو (دین کے) معاملے میں ایک کھلے رستے پر قائم کر دیا، لہٰذا آپ اسی رستے کی پیروی کریں۔“ یعنی: ﴿ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (الأنعام 106:6) ”جو حکم آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ کے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کریں، اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کرلیں۔“

اور یہاں اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ ”اور آپ ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلیں جو جانتے نہیں۔“ کیونکہ ﴿ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ ﴾ ”بے شک وہ اللہ (کے عذاب) سے ہرگز آپ کے کسی کام نہیں آئیں گے اور کوئی شک نہیں کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔“ اور ان کی ایک دوسرے سے دوستی بھی ان کے کچھ کام نہ آئے گی بلکہ اس سے بھی ان کے نقصان اور تباہی و بربادی میں اضافہ ہی ہوگا، ﴿ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ ”اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے۔“ اور وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آتا ہے جبکہ کافروں کے دوست شیطان ہیں اور وہ انھیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ ”یہ (قرآن اس میں) لوگوں کے لیے کھلی نشانیاں ہیں اور جو لوگ یقین رکھتے ہیں ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔“

اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا

کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کے مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور

الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ﴿21﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ

انھوں نے نیک عمل کیے ان کا جینا اور مرنا برابر ہے۔ برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں ﴿21﴾ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق و عدل کے

وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿22﴾ اَفَرَءَيۡتَ

ساتھ پیدا کیا، تاکہ ہر شخص کو اس کے بدلے میں ٹھیک ٹھیک جزا دی جائے جو اس نے کمایا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ﴿22﴾ کیا پھر آپ

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلۡمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمۡعِهٖ وَقَلۡبِهٖ

نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا اور اللہ نے اسے گمراہ کر دیا جبکہ اسے (حق کا) علم تھا اور اس کے کانوں اور اس

وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنۡ يَّهۡدِيۡهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿23﴾

کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، پھر کون ہے جو اللہ کے بعد اسے ہدایت دے؟ کیا پھر تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ ﴿23﴾

تفسیر آیات :21-23

مومن اور کافر کی موت وحیات برابر نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَا يَسۡتَوِىۡۤ اَصۡحٰبُ النَّارِ وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ ؕ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ هُمُ الۡفَآٮِٕزُوۡنَ ۝ ﴾ (الحشر 20:59) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں، اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اور یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ ﴾ ”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں؟“ یعنی جنھوں نے برے اعمال کمائے ہیں کیا ان کا یہ گمان ہے: ﴿ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ ؕ ﴾ ”یہ کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے (اور) ان کی زندگی اور موت یکساں ہوگی؟“ یعنی ہم دنیا و آخرت میں ان کے ساتھ یکساں سلوک کریں گے؟ ﴿ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ﴿21﴾ ﴾ ”یہ جو فیصلہ کرتے ہیں برا ہے۔“ یعنی انھوں نے ہمارے اور ہمارے عدل کے بارے میں جو یہ گمان کیا ہے وہ برا ہے کہ ہم ابرار اور فجار کے ساتھ دنیا و آخرت میں یکساں سلوک کریں گے۔ امام طبرانی نے مسروق سے روایت کیا ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک رات قیام کیا تو ساری رات صبح تک صرف اسی ایک آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے رہے: ﴿ اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ ﴾ ”جو لوگ برے کام کرتے ہیں کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں جیسا کردیں گے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے۔“[1] اسی لیے فرمایا: ﴿ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ﴿21﴾ ﴾ ”یہ جو فیصلہ کرتے ہیں برا ہے۔“ پھر فرمایا: ﴿ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿22﴾ ﴾ ”اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور تاکہ ہر شخص کو اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے اور

[1] المعجم الکبیر للطبرانی : 50/2 ، حدیث : 1250.

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا

اور انھوں نے کہا: بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے اور زندہ ہوتے ہیں، اور ہمیں بس زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔

لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿24﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

اور انھیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ تو بس گمان کرتے ہیں ﴿24﴾ اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو واضح ہوتی

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿25﴾ قُلِ اللّٰهُ

ہیں تو ان کی دلیل بس یہی ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو لاؤ ﴿25﴾ (اے نبی!) آپ کہہ دیجیے:

يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

اللہ ہی تمھیں زندہ کرتا ہے، پھر وہی تمھیں مارتا ہے، پھر وہی تمھیں روز قیامت جمع کرے گا، جس میں کوئی شک نہیں اور

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿26﴾ ع 3 ع 5 19

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿26﴾

ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

خواہشات کے پجاری: پھر اللہ جل وعلا نے فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ﴾ ''تو بھلا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟'' یعنی وہ اپنی خواہشِ نفس ہی کی پیروی کرتا ہے، جس چیز کو اس کا نفس اچھا سمجھے وہ کرتا ہے اور جس کو اس کا نفس برا سمجھے اسے چھوڑ دیتا ہے، ﴿ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ﴾ ''اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا اس لیے کہ اسے علم ہے کہ یہ اسی بات کا مستحق ہے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے پاس علم کے پہنچ جانے اور اس پر حجت تمام ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے، یہ دوسرے معنی پہلے کو بھی مستلزم ہیں جبکہ پہلے معنی دوسرے کو مستلزم نہیں ہیں، ﴿ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ۭ ﴾ ''اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔'' جس کی وجہ سے یہ وہ بات نہیں سن سکتا جو اس کے لیے نفع بخش ہو اور نہ ایسی کوئی چیز یاد رکھ سکتا ہے جس سے یہ ہدایت حاصل کرے اور نہ کسی دلیل کو دیکھ سکتا ہے جس سے یہ روشنی حاصل کرے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿23﴾ ﴾ ''پھر اللہ کے سوا اس کو کون راہ پر لا سکتا ہے؟ تو کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 186:7) ''جس شخص کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ ان (گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے وہ اپنی سرکشی میں سرگرداں پھرتے ہیں۔''

تفسیر آیات :24-26

کافر کا عقیدہ، دلیل اور اس کی تردید: اللہ تعالیٰ نے دہریہ کافر اور انکار آخرت میں ان کی ہم نوائی کرنے والے مشرکینِ عرب کا قول ذکر فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا ﴾ ''اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف

دنیا ہی کی ہے، ہم (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں۔‘‘ یعنی صرف یہی ایک جہان ہے جس میں کچھ لوگ مرجاتے ہیں اور کچھ زندہ ہوجاتے ہیں، آخرت اور قیامت کوئی چیز نہیں ہے آخرت کے منکر مشرکینِ عرب بھی یہی بات کہتے تھے اور فلاسفۂ الٰہیہ بھی یہی کہتے ہیں جو بداءت اور رجعت (اللہ کے پہلی بار پیدا کرنے اور دوبارہ پیدا کرنے) کے منکر ہیں، فلاسفۂ دہریہ (دوریہ) کا بھی یہی قول ہے اور وہ اس کائنات کے بنانے والے ہی کے منکر ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہر چھتیس ہزار سال بعد ہر چیز دوبارہ اپنی پہلی شکل وصورت میں لوٹ آتی ہے اور ان کا گمان ہے کہ ایسا بے شمار مرتبہ ہوچکا ہے، ان لوگوں نے معقول کی بھی مخالفت کی ہے اور منقول کی بھی تکذیب کی ہے، اسی لیے تو انھوں نے کہا: ﴿ وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ﴾ ’’اور ہمیں تو زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔‘‘ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝24 ﴾ ’’اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں، وہ تو صرف گمان سے کام لیتے ہیں۔‘‘ یعنی وہ وہم اور خام خیالی میں مبتلا ہیں۔

رہی وہ حدیث جسے شیخین، ابوداود اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِيَ الْأَمْرُ (أُقَلِّبُ لَيْلَهُ وَنَهَارَهُ)] ’’اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے، وہ زمانے کو گالی دیتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہوں، میرے ہاتھ میں سب معاملہ ہے اور میں ہی اس کے لیل ونہار کو بدلتا ہوں۔‘‘[1] اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ] ’’زمانے کو گالی نہ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے۔‘‘[2] امام شافعی، ابوعبید اور دیگر کئی ائمہ نے اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عربوں کو زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی سختی یا بلا یا مصیبت پہنچتی تو وہ کہتے: ہائے زمانے کی خرابی! وہ ان افعال کو زمانے کی طرف منسوب کرتے اور اسے گالی دیتے، حالانکہ ان تمام افعال کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے تو گویا وہ اللہ عزوجل کو گالی دیتے کیونکہ ان کا فاعل درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ہے، اسی لیے اس اعتبار سے زمانے کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وہ زمانہ ہے جو وہ مراد لیتے تھے اور جس کی طرف افعال کو منسوب کرتے تھے اس حدیث کی تفسیر میں جو کہا گیا ہے اس میں سب سے اچھا قول یہی ہے اور یہی مراد ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ. امام ابن حزم رحمہ اللہ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ظاہریہ کی یہ غلطی ہے کہ انھوں نے اس حدیث کے ظاہر الفاظ کے پیش نظر [دھر] کو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے شمار کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ﴾ ’’اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں

---

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ﴾ (الجاثية 45:24)، حديث :4826 و صحيح مسلم، الألفاظ من الأدب ......، باب النهي عن سب الدهر، حديث:(2)-2246 جبکہ قوسین والے الفاظ بھی صحيح مسلم، الألفاظ من الأدب......، باب النهي عن سب الدهر، حديث: (3)-2246 میں ہیں، و سنن أبي داود، الأدب، باب في الرجل يسب الدهر، حديث:5274 و السنن الكبرٰى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالٰى: ﴿ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا ﴾ :457/6، حديث:11487. [2] صحيح مسلم، الألفاظ من الأدب......، باب النهي عن سب الدهر، حديث : (5)-2246 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

وَ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ یَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ یَوۡمَئِذٍ یَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۲۷﴾

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن باطل پرست خسارے میں رہیں گے ﴿۲۷﴾ اور

وَ تَرٰی كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً ۟ كُلُّ اُمَّةٍ تُدۡعٰۤی اِلٰی كِتٰبِهَا ؕ اَلۡیَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ

آپ ہر امت گھٹنوں کے بل (گری) دیکھیں گے، ہر امت اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلائی جائے گی (انھیں کہا جائے گا:) آج تمھیں ان (اعمال)

مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا یَنۡطِقُ عَلَیۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسۡتَنۡسِخُ

کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے ﴿۲۸﴾ (کہا جائے گا:) یہ ہماری کتاب ہے، یہ تمھارے متعلق سچ سچ بولتی ہے۔ بلاشبہ ہم لکھواتے تھے

مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾

جو تم عمل کرتے رہے تھے ﴿۲۹﴾

پڑھی جاتی ہیں۔'' یعنی جب ان کے سامنے استدلال کیا جاتا اور حق کو واضح کر دیا جاتا ہے کہ فنا ہو جانے اور اجزاء کے منتشر ہو جانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ جسموں کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ﴿ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا ائۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾ ﴾ ''ان کی صرف یہی حجت ہوتی ہے کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ۔'' یعنی اگر تمھاری یہ بات سچی ہے تو پھر انھیں زندہ کر دکھاؤ، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلِ اللّٰهُ یُحۡیِیۡكُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ﴾ ''کہہ دیں کہ اللہ ہی تمھیں زندگی بخشتا ہے پھر (وہی) تم کو موت دیتا ہے۔'' یعنی جیسا کہ تم مشاہدہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہی تمھیں عدم سے وجود بخشتا ہے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ كَیۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ كُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاكُمۡ ۚ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡكُمۡ ﴾ (البقرۃ 28:2) ''(کافرو!) تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی، پھر (وہی) تم کو مارے گا، پھر (وہی) تم کو زندہ کرے گا۔'' یعنی جو پہلی دفعہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بطریق اَولیٰ قادر ہے۔ ﴿ وَ هُوَ الَّذِیۡ یَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُهٗ وَ هُوَ اَهۡوَنُ عَلَیۡهِ ؕ ﴾ (الروم 27:30) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ یَجۡمَعُكُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ ﴾ ''پھر تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں۔'' یعنی وہ تم کو قیامت کے دن میں جمع کرے گا، دنیا میں تمھیں دوبارہ نہیں بھیجے گا کہ تم یہ کہہ سکو: ﴿ ائۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾ ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو (زندہ کر) لاؤ۔'' جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ یَوۡمَ یَجۡمَعُكُمۡ لِیَوۡمِ الۡجَمۡعِ ﴾ (التغابن 9:64) ''جس دن وہ تم کو جمع ہونے (قیامت) کے دن اکٹھا کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ لِاَیِّ یَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ﴿ؕ۱۲﴾ لِیَوۡمِ الۡفَصۡلِ ﴿ۚ۱۳﴾ ﴾ (المرسلٰت 13,12:77) ''بھلا (ان امور میں) تاخیر کس دن کے لیے کی گئی؟ فیصلے کے دن کے لیے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعۡدُوۡدٍ ﴿ؕ۱۰۴﴾ ﴾ (ھود 104:11) ''اور ہم اس (کے لانے) میں ایک وقت معین کے لیے تاخیر کر رہے ہیں۔'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ ثُمَّ یَجۡمَعُكُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ ﴾ ''پھر تم کو قیامت کے روز جمع کرے گا جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں۔'' یعنی اس دن کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ﴿ وَ لٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ﴾ ''اور لیکن بہت

سے لوگ نہیں جانتے۔‘‘اسی لیے وہ آخرت کا انکار کرتے اور جسموں کے دوبارہ جی اٹھنے کو محال سمجھتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا ۙ‏ وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًا ؕ‏ ﴾ (المعارج 7,6:70) ’’یقیناً وہ (لوگ تو) اس کو دور دیکھتے ہیں اور ہم اسے قریب دیکھتے ہیں۔‘‘یعنی کفار اس دن کے وقوع پذیر ہونے کو بہت بعید سمجھتے ہیں جبکہ مومن اس دن کو بہت قریب اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے برپا کرنے کو بہت آسان سمجھتے ہیں۔

تفسیر آیات: 27-29

قیامت کے دن کے ہولناک مناظر: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک اور دنیا و آخرت میں ان کا حاکم ہے، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يَوۡمَئِذٍ يَّخۡسَرُ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۲۷﴾ ﴾ ’’اور جس روز قیامت برپا ہوگی اس روز اہل باطل خسارے میں پڑ جائیں گے۔‘‘ اور اہل باطل سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والے اور ان روشن نشانیوں اور واضح دلائل کا انکار کرنے والے ہیں جنھیں اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا ہے۔ پھر فرمایا: ﴿ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۟ ﴾ ’’اور آپ ہر امت کو گھٹنوں کے بل (گری ہوئی) دیکھیں گے۔‘‘ یعنی شدت و عظمت کی وجہ سے وہ اپنے گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ صورت حال اس وقت ہوگی جب جہنم کو لایا جائے گا اور وہ سانس لے گی جس کی وجہ سے ہر شخص گھٹنوں کے بل گر جائے گا حتی کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی، اور وہ پکار اٹھیں گے: نفسی، نفسی، نفسی، اے اللہ! آج میں تجھ سے صرف اپنے ہی نفس کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔[1] حتی کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: اے اللہ! آج میں تجھ سے صرف اپنے ہی بارے میں سوال کرتا ہوں، اپنی والدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں بھی سوال نہیں کرتا جس نے مجھے جنم دیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ كُلُّ اُمَّةٍ تُدۡعٰٓى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ ﴾ ’’ہر جماعت اپنی کتاب (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ وَجِاۡىۡٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ (الزمر 69:39) ’’اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے۔‘‘ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۸﴾ ﴾ ’’جو کچھ تم کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلہ دیا جائے گا۔‘‘ یعنی تمھارے اچھے یا برے اعمال کے مطابق تمھیں بدلہ دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَؕ‏ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ‏ وَّلَوۡ اَلۡقٰى مَعَاذِيۡرَهٗ ؕ‏ ﴾ (القیٰمۃ 75:13-15) ’’اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے (سب) بتا دیے جائیں گے، بلکہ انسان اپنے نفس پر خوب گواہ ہے اور اگرچہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے۔‘‘ اسی لیے اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنۡطِقُ عَلَيۡكُمۡ بِالۡحَقِّ ؕ ﴾ ’’یہ ہماری کتاب تمھارے بارے میں سچ سچ بیان کر دے گی۔‘‘ یعنی کمی بیشی کے بغیر تمھارے تمام اعمال پیش کر دے گی، جیسا کہ اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے: ﴿ وَوُضِعَ الۡكِتٰبُ فَتَرَى الۡمُجۡرِمِيۡنَ مُشۡفِقِيۡنَ مِمَّا فِيۡهِ وَيَقُوۡلُوۡنَ يٰوَيۡلَتَنَا مَالِ هٰذَا الۡكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيۡرَةً وَّلَا كَبِيۡرَةً اِلَّاۤ اَحۡصٰٮهَا ۚ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظۡلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴾ (الکھف 18:49) ’’اور (عملوں کی) کتاب (کھول کر)

[1] المصنف لابن أبي شيبة، ذكر النار، ماذكر فيما أعد لأهل النار وشدته: 7/77، حديث: 34151.

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ
لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، تو ان کا رب انھیں اپنی رحمت (جنت) میں داخل کرے گا۔ یہی واضح کامیابی
هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿30﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
ہے ﴿30﴾ اور ہاں! جن لوگوں نے کفر کیا (ان سے کہا جائے گا:) کیا پھر تم پر میری آیات تلاوت نہیں کی جاتی تھیں؟ تو تم نے تکبر
فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿31﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ
کیا، اور تم مجرم لوگ تھے ﴿31﴾ اور جب (تم سے) کہا جاتا کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت (کے آنے) میں کوئی شک نہیں تو
لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ
تم کہتے تھے: ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے؟ ہمیں (قیامت کا) یونہی خیال سا آتا ہے، اور ہم (اس پر) یقین نہیں کر سکتے ﴿32﴾ اور
بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿32﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ
ان کے سامنے ان کے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی اور انھیں وہ (عذاب) گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ﴿33﴾ اور
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿33﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ
(ان سے) کہا جائے گا: آج ہم تمھیں بھول جائیں گے جیسے تم اپنے اس دن کی ملاقات کو بھول گئے تھے، اور تمھارا ٹھکانا آگ ہے،
النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿34﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا
اور تمھارا مددگار کوئی نہیں ﴿34﴾ یہ اس لیے کہ بے شک تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنا لیا، اور تمھیں دنیاوی زندگی نے دھوکے میں ڈال
وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿35﴾
دیا تھا، لہٰذا آج وہ اس (آگ) سے نہیں نکالے جائیں گے، اور نہ ان سے اللہ کو راضی کرنے کا مطالبہ ہی کیا جائے گا ﴿35﴾ چنانچہ تمام
فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿36﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ
تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں کا رب ہے، اور زمین کا رب ہے، جہانوں کا رب ہے ﴿36﴾ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿37﴾ ع 4 11 20
لیے بڑائی ہے، اور وہی نہایت غالب، خوب حکمت والا ہے ﴿37﴾

رکھی جائے گی تو آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ جو کچھ اس میں (لکھا) ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ کسی چھوٹی (بات) کو چھوڑتی ہے اور نہ کسی بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں چھوڑتی) مگر اسے اس نے لکھ رکھا ہے اور جو عمل انھوں نے کیے ہوں گے، (سب کو) حاضر پائیں گے اور آپ کا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔‘‘ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿29﴾ ﴾ ’’جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً ہم لکھواتے تھے۔‘‘ یعنی ہم کراماً کاتبین کو حکم دیتے تھے کہ وہ تمھارے اعمال لکھتے جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے اعمال کو لکھتے ہیں اور پھر انھیں لے کر آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں تو دیوان اعمال کے فرشتے کراماً کاتبین کے ہاتھوں کے لکھے